منتخب مزاحیہ شاعری

ڈاکٹر آصف ریاضِ قدیر

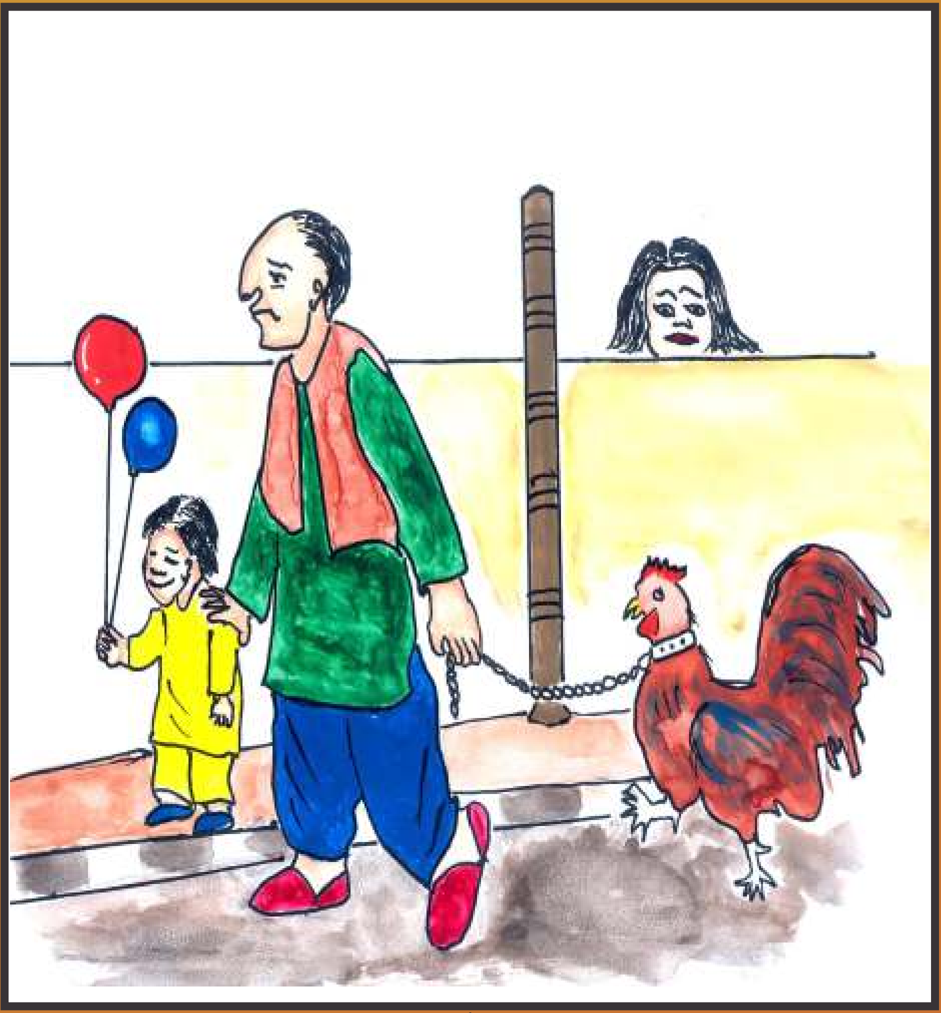

O

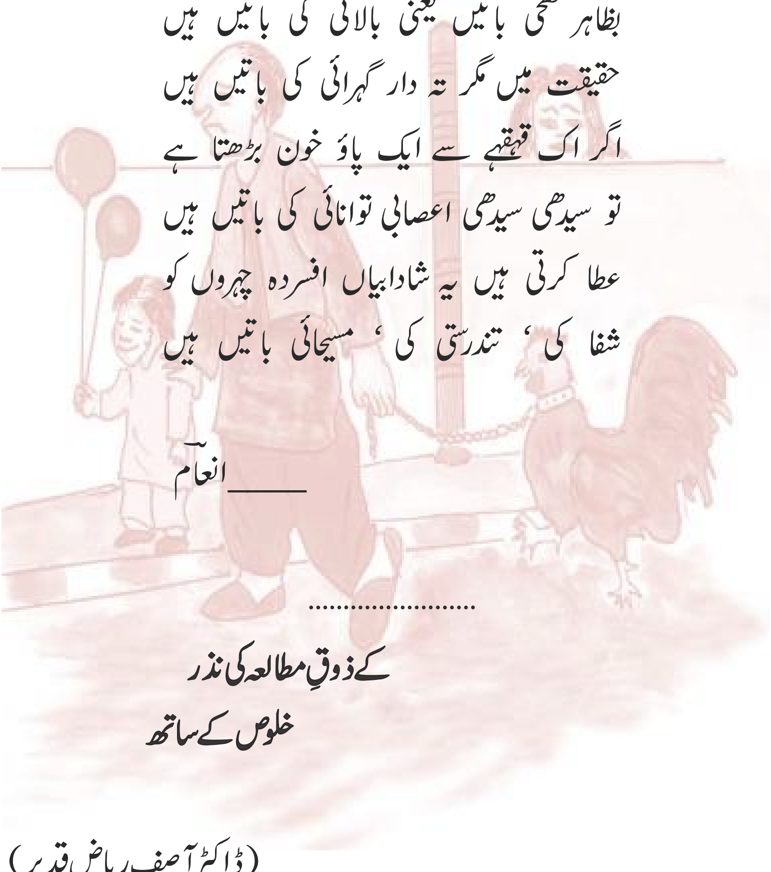

بظاہر سطحی باتیں یعنی بالائی کی باتیں ہیں
حقیقت میں مگر تہ دار گہرائی کی باتیں ہیں
اگر اک قہقہے سے ایک پاؤ خون بڑھتا ہے
تو سیدھی سیدھی اعصابی توانائی کی باتیں ہیں
عطا کرتی ہیں یہ شادابیاں افسردہ چہروں کو
شفا کی، تندرستی کی، مسیحائی کی باتیں ہیں

انعام ______

....

کے ذوقِ مطالعہ کی نذر

خلوص کے ساتھ

(ڈاکٹر آصف ریاضِ قدیر)

منتخب مزاحیہ شاعری

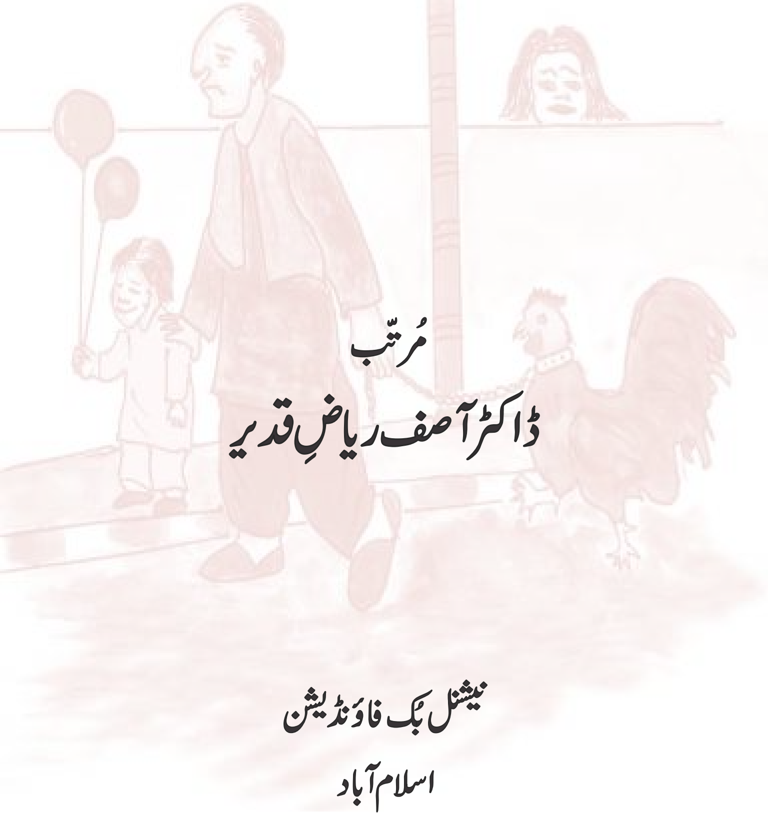

مُرتّب

ڈاکٹر آصف ریاضِ قدیر

نیشنل بک فاؤنڈیشن
اسلام آباد

"Muntakhab Mizahiya Shairi"

Compiled by

Dr. Asaf Riyaz-i-Qadeer

Houston-Texas - United States of America

ISBN: 978-969-37-0675-8

جملہ حقوق محفوظ

یہ کتاب یا اس کا کوئی حصہ کسی بھی شکل میں نیشنل بک فاؤنڈیشن کی باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر شائع نہیں کیا جاسکتا۔

نگران	:	ڈاکٹر انعام الحق جاوید
نام کتاب	:	منتخب مزاحیہ شاعری
مُرتّب	:	ڈاکٹر آصف ریاضِ قدیر
اشاعت	:	مئی 2014ء
کوڈ نمبر	:	GNU(R) 1004
سرورق	:	منصور احمد
تعداد	:	ایک ہزار
مطبع	:	
فنی تدوین	:	سلیم اختر
قیمت	:	

نیشنل بک فاؤنڈیشن کی دیگر مطبوعات کے بارے میں معلومات کے لیے رابطہ کیجئے:

ویب سائٹ http://www.nbf.org.pk یا فون 92-51-9261125

یا ای میل books@nbf.org.pk

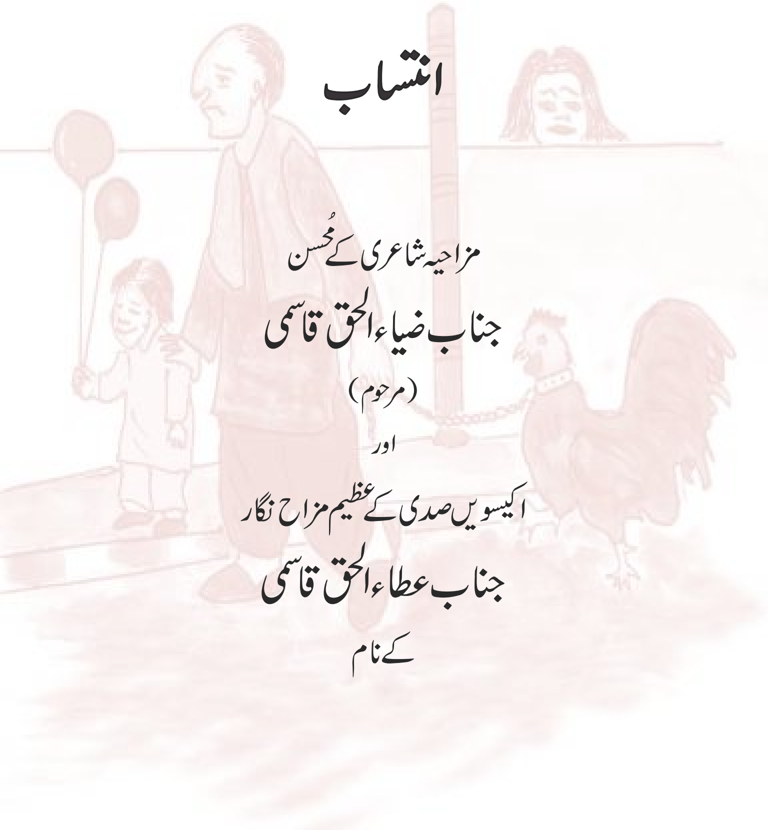

انتساب

مزاحیہ شاعری کے مُحسن

جناب ضیاء الحق قاسمی

(مرحوم)

اور

اکیسویں صدی کے عظیم مزاح نگار

جناب عطاء الحق قاسمی

کے نام

ملاقات

نام: ڈاکٹر آصف ریاضِ قدیر

والد کا نام: ڈاکٹر ریاضِ قدیر

پیدائش: 15 فروری 1945ء، امرتسر (انڈیا)

تعلیم:
- ☆ ایف ایس سی، گورنمنٹ کالج لاہور، 1964
- ☆ ایم بی بی ایس، کِنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج، لاہور، 1969
- ☆ ایم سی پی ایس سرجری۔ پاکستان۔ 1973ء

مصروفیات:
- ☆ President,
  Doctor's Hospital, Tidwell Houston-Texas
- ☆ Chief of Staff Triumph Hospital North Houston - Texas
- ☆ Ex-Fellow Cardiovascular Surgery Baylor College of Medicine Houston - Texas
- ☆ Senior Registrar cardiovascular and General Surgery, MAYO Hospital for ten years.

اعزازات:
- o Physician of the Year, Texas - 2005.
- o Ronald Reagon Gold Medal, 2005.
- o Diplomate American Board of Physician Specialities in Hospital Medicine.
- o Diplomate American Board of Physician Specialities in Family Practice.
- o Physician of the Year, 2012.
- o President American Academy of Physician Specialities in Family Medicine 2011-2012
- o Secretary General, APPNA-2014
- o Member Board of Trustee--------Zindgi Trust, USA.

موجودہ پتہ

Q Family Care, PA
7333 North Freeway, Suite No. 111
Houston - Texas 77076 United States of America.
E-mail: *drasaf@aol.com*
Web: *www.qfamilycare.com*

یکے از مطبوعات ادبی پروار

ملنے کا پتہ

☆ ادارہ روداد

650، اسٹریٹ 103، جی نائن فور اسلام آباد

فون: 0300-9500936

051-2252899

ای میل: dr.inamulhaq@yahoo.com

مرتب کی آئندہ کتابیں

- ☆ مزاح پارے (نثری مزاح کا انتخاب)
- ☆ منتخب پنجابی شاعری (بابا فرید سے عصرِ حاضر تک)
- ☆ منتخب اقوال زریں (Quotable quotes)
- ☆ علامہ اقبال اور غالب کے منتخب اشعار

فہرست

○ علاج بالمزاح — ڈاکٹر آصف ریاضِ قدیر 09

☆ اکبر الٰہ آبادی 15
☆ ظریف لکھنوی 17
☆ فرقت کاکوروی 18
☆ شاد عارفی 19
☆ راجہ مہدی علی خان 21
☆ استاد امام دین گجراتی 23
☆ خضر تمیمی 24
☆ عاشق جالندھری 26
☆ مجید لاہوری 27
☆ علامہ حسین میر کاشمیری 28
☆ شوکت تھانوی 29
☆ مرزا محمود سرحدی 31
☆ حاجی لق لق 33
☆ سید ضمیر جعفری 34
☆ سید محمد جعفری 36
☆ دلاور فگار 37
☆ ظریف جبلپوری 40
☆ نذیر احمد شیخ 42
☆ آزر عسکری 44
☆ امیر الاسلام ہاشمی 76
☆ اطہر شاہ خان جیدی 78
☆ ڈاکٹر انعام الحق جاوید 80
☆ بُلبُل کاشمیری 45
☆ عطاء الحق قاسمی 47
☆ عاشق محمد غوری 48
☆ رضا واہی نقوی 49
☆ ڈاکٹر شمر ملتانی 50
☆ حکیم غلام نبی حکیم 51
☆ ہُد ہُد الشعراء 52
☆ انور مسعود 53
☆ ساغر خیامی 56
☆ چونچال سیالکوٹی 59
☆ عبیر ابوذری 60
☆ عادل لکھنوی 62
☆ مسٹر خواہ مخواہ 64
☆ شہباز امروہوی 65
☆ ضیاء الحق قاسمی 67
☆ اسرار جامعی (ابوالمزاح) 69
☆ غلام مجتبیٰ نغمی 70
☆ سرفراز شاہد 71
☆ عنایت علی خان 74
☆ فرحت ندیم ہمایوں 108
☆ سعید آغا 109
☆ عبدالحکیم ناصف 112

☆ پاپولر میرٹھی 83
☆ رشید عبدالسمیع جلیل 84
☆ آفتاب لکھنوی 85
☆ اقبال بخت 86
☆ اسد جعفری 88
☆ ڈاکٹر عبدالرحمٰن عبد 90
☆ محمد طٰہٰ خان 91
☆ کشن لال خنداں دہلوی 92
☆ گستاخ گیاوی 93
☆ مجذوب چشتی 94
☆ خالد عرفان 95
☆ ڈاکٹر جعفر رضوی 96
☆ جوہر سیوانی 97
☆ حکیم یونانی 98
☆ وفا ابدالی 99
☆ نامعلوم 100
☆ نیاز سواتی 101
☆ پھل آگروی 102
☆ خالد مسعود 103
☆ زاہد فخری 104
☆ ڈاکٹر بدر منیر 105
☆ حیدر حسنین جلیسی 106
☆ ڈاکٹر سعید اقبال سعدی 113
☆ ڈاکٹر راشد متین 114
☆ پاگل عادل آبادی 115
☆ سید سلمان گیلانی 116
☆ سید جواد حسن جواد 117
☆ ڈاکٹر مظہر عباس رضوی 118
☆ شبیر اختر 119
☆ سید فہیم الدین 120
☆ مرزا عاصی اختر 121
☆ محبوب عزمی 122
☆ ذوالفقار عادل 123
☆ معین اختر نقوی 124
☆ نسیم سحر 125
☆ سلیم اختر 126
☆ عزیر احمد 127
☆ محمد ادریس قریشی 128
☆ مجید سالک 129
☆ اختر شیخ 130
☆ بازغ بہاری 131
☆ خاور نقوی 132
☆ حمید عسکری 133
☆ عنایت اللہ 134

علاج بالمزاح

ڈاکٹر آصف ریاضِ قدیر

طنز و مزاح کے ساتھ ڈاکٹروں کا ایک خاص تعلق بنتا ہے کیونکہ طنز و مزاح کی تعریف کرتے ہوئے ڈاکٹری کی دو چار اصطلاحات لازماً استعمال کی جاتی ہیں مثلاً یہ کہ فلاں صاحب کا طنز ایک ماہر سرجن کے نشتر سے مطابقت رکھتا ہے یا فلاں صاحب کا مزاح ایک شوگر کوٹڈ گولی کی طرح ہے یا اس طرح ہے جیسے کونین کو شکر میں لپیٹ کر پیش کیا جائے۔ پیشے کے لحاظ سے چونکہ میں بھی ایک سرجن ہوں چنانچہ عملی تجربات کے باعث ان مثالوں کی نزاکت کو بہتر انداز سے محسوس کر سکتا ہوں، یہی وجہ ہے کہ طنزیہ و مزاحیہ ادب میرے لیے ہمیشہ ایک خاص اہمیت کا حامل رہا ہے اور اس خاص اہمیت کو میں یوں اُجاگر کرنا چاہوں گا کہ آج کے دور میں ڈاکٹر حضرات مریضوں کو دوا دیتے وقت یہ تنبیہ تو ضرور کرتے ہیں کہ وہ ٹینشن اور ڈیپریشن سے بچیں (کہ السر سے لے کر بلڈ پریشر تک اکثر امراض کی تہ میں بالعموم یہی دو عناصر کارفرما ہوتے ہیں) مگر اس ٹینشن اور ڈیپریشن سے بچنے کا کوئی نسخہ اُنھیں فراہم نہیں کیا جاتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ عہدِ حاضر میں مزاح نگار اور بالخصوص مزاح گو شعراء نے شگفتہ مشاعروں کے ذریعے ہیومر تھیراپی کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے، اس کی رُو سے انھیں باقاعدہ ایک ہیومر تھیراپسٹ کا درجہ دیا جا سکتا ہے اور اس سے استفادے کے لیے ڈاکٹری کے شعبے میں علاج بالمزاح کو ایک سبجیکٹ کے طور پر بھی متعارف کرایا جا سکتا ہے۔

سیّد ضمیر جعفری نے بیسویں صدی کے آخری ربع کو مزاحیہ شاعری کا عہدِ زرّیں کہا تھا تو بجا ہی کہا تھا۔ سیّد ضمیر جعفری (۱۹۹۶ء تا ۱۹۹۹ء) جب امریکہ میں مستقلاً قیام پذیر تھے تو مجھے ان سے ملنے اور مشاعروں میں ان کا کلام سننے کا بالمشافہ موقع ملا۔ اسی طرح پاکستان سے انور مسعود، ضیاء الحق قاسمی، ڈاکٹر انعام الحق جاوید اور بھارت سے ساغر خیامی، پاپولر میرٹھی، مسٹر خواہ مخواہ اور دیگر کئی شعراء کئی بار امریکہ آچکے ہیں اور یہاں کے مشاعروں میں اپنے زعفرانی کلام سے ہلچل مچا چکے ہیں۔ خود امریکہ بھی اس معاملے میں خود کفیل ہے اور میری اس کتاب میں شامل کئی شعراء

مستقلاً امریکہ میں ہی مقیم ہیں مثلاً خالد عرفان، فرحت ندیم ہمایوں اور ڈاکٹر عبدالرحمٰن عبد نیو یارک کے علاقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر جعفر رضوی واشنگٹن کے باسی ہیں جبکہ کچھ اور شعراء دیگر علاقوں میں اپنے اپنے طور پر مزاح تخلیق کر رہے ہیں۔

مزاحیہ شاعری کا نقطۂ آغاز ڈھونڈا جائے تو بلاشبہ اکبرالٰہ آبادی کو امام المزاح تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اکبر کے ترکش میں طنز کے تیر بھی ہیں اور مزاح کے موتی بھی۔ اس سے قبل اگرچہ جعفر زٹلی کا نام بھی لیا جاتا ہے مگر جعفر کے ہاں ہجو یہ انداز زیادہ ہے اور اس قدر فکری پختگی بھی نہیں جو بعد کے شعراء میں پائی جاتی ہے اور نہ ہی اصلاح و فلاح کا وہ انداز اور وہ قومی سوچ ملتی ہے جو اکبرالٰہ آبادی کے کلام کا خاصا ہے۔ اکبرالٰہ آبادی بلاشبہ ان عناصرِ خمسہ میں سے تھے جنھوں نے غلامی کے دور میں مغربی تہذیب کو طنز و تضحیک کا نشانہ بنایا اور تقلید مغرب کے عادی ''دیسی صاحبوں'' کو اپنی شاعری کے ذریعے آئینہ دکھانے کی کوشش کی، یہی وجہ ہے کہ مصورِ پاکستان حضرت علامہ اقبال نہ صرف ان کے بہت بڑے مداح تھے بلکہ انھوں نے شروع شروع میں اکبر کے رنگ میں ظریفانہ کلام بھی کہا۔ حُسنِ اتفاق دیکھئے کہ بعد میں ظریف شعراء نے سب سے زیادہ پیروڈیز علامہ اقبال کے کلام کی کیں۔ اکبرالٰہ آبادی کے سلسلے میں جناب بھیّا احسان الحق صاحب کی کتاب ''قطعات و رباعیاتِ اکبرالٰہ آبادی'' مطبوعہ کراچی کے باب نمبر 10 میں ''طنزیات'' کے عنوان سے جو کلام دیا گیا ہے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ اس کے حواشی میں مؤلف نے تفصیل سے مفاہیم اور پس منظر بھی بیان کیا ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کی کتاب ''مطالعۂ اکبر'' (مطبوعہ 1984ء) بھی لسان العصر حضرت اکبرالٰہ آبادی کی تفہیم کے لیے مجھے ایک بہترین کتاب لگی۔ اکبرالٰہ آبادی کے بعد ایک لمبا گیپ ہے اور پھر نظر جا کر ظریف لکھنوی پر ٹھہرتی ہے جنھیں اکبر ثانی بھی کہا جاتا ہے اور جن کے 504 صفحات پر مبنی مجموعے ''دیوانچی'' میں خالص مزاح کے بے شمار نمونے پائے جاتے ہیں۔ انھوں نے ٹیکسالی اُردو کے علاوہ اردو کے مختلف لہجوں کو بھی مزاح کے حربے (Tool) کے طور پر استعمال کیا اور سیاسی و سماجی اور اخلاقی موضوعات کو بھی انتہائی سلیقے سے برتا۔

بعض لوگ نظیر اکبر آبادی کو بھی مزاح گو شعراء میں شمار کرتے ہیں لیکن میرے خیال میں وہ

عوامی شاعر تھے چنانچہ ان کی نظموں میں عوامی پن یا کہیں کہیں ہلکی سی شگفتگی تو پائی جاتی ہے مگر باقاعدہ طنز یا مزاح نہیں۔ اسی طرح بعض حضرات نے سودا یا میر کی ہجویات کو بھی اسی ذیل میں شامل کیا ہے مگر مجھے اس میں تامّل ہے۔ ہر چند کہ ہجو کے بعض اشعار میں طنزیاتی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے مگر آج طنزیہ و مزاحیہ شاعری جس مقام پر پہنچ چکی ہے وہاں یہ ہجویات نہ کسی معاشرے کی مالش کر سکتی ہیں نہ کسی معاشرے کو پالش کر سکتی ہیں اور اگر کچھ کر سکتی ہیں تو صرف نالش کر سکتی ہیں۔

اس کے بعد کے دور میں یعنی 1940ء سے 1985ء تک اگرچہ کئی مزاح گو شاعروں نے جنم لیا اور ان کا کلام فنی و فکری اعتبار سے انتہائی عمدہ بھی تھا لیکن اس دور میں مزاحیہ شاعری کا چلن چونکہ عام نہیں تھا اور نہ ہی میڈیا (پرنٹ + سلولائیڈ) اس قدر ایڈوانس تھا اس لیے سامنے آنے کے مواقع کی عدم دستیابی کے باعث ان میں سے اکثر لوگ پردۂ سکرین پر نمودار نہ ہو سکے اور تقریباً گمنامی ہی میں وفات پا گئے یا پھر ان کی شہرت اپنے اپنے علاقوں تک محدُود رہی۔ ان شعراء میں عاشق جالندھری، آزر عسکری، چونچال سیالکوٹی، ڈاکٹر ثمر ملتانی، قاضی غلام محمد، شہباز امروہوی، غلام مجتبیٰ نغمی اور دیگر کئی شعراء کے نام لیے جا سکتے ہیں حالانکہ ان کے مجموعے بھی چھپ چکے ہیں جو ان کی قادر الکلامی کا مُنہ بولتا ثبوت ہیں مثلاً عاشق جالندھری کا مجموعہ ''ہزلیات'' مکتبۂ کارواں لاہور کی طرف سے 1974ء میں شائع ہوا۔ آزر عسکری کا مجموعہ ''کشتِ زعفران'' 1976ء میں نیشنل بُک فاؤنڈیشن مظفر آباد سے شائع ہوا۔ بشیر احمد چونچال سیالکوٹی کا مجموعہ ''منقار'' کے نام سے 2000ء میں دوست پبلی کیشنز اسلام آباد نے شائع کیا۔ ڈاکٹر ثمر ملتانی (ڈاکٹر بھوانی داس ثمر ملتانی) کا مجموعہ ''شوخیاں'' کے نام سے نیو دِلّی سے 1968ء میں چھپا اور مقبوضہ کشمیر کے قاضی غلام محمد کا مجموعہ ''حرفِ شیریں'' 1962ء میں حیدر آباد دکن سے چھپا تاہم اسی دور کے چند شعراء ایسے بھی ہیں جن کے نام اور کام سے ادبی دُنیا پوری طرح واقف ہے شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا تعلق صحافت سے تھا یا پھر کسی اور وجہ سے وہ اتنے معروف تھے کہ ان کا کلام اور نام عوام تک پہنچتا رہا۔ ان شعراء میں راجہ مہدی علی خان (جنھوں نے بالی وڈ کے لیے کئی مقبول فلمی گیت لکھے) خضر تمیمی، مجید لاہوری، علامہ حسین میر کاشمیری، شوکت تھانوی اور حاجی لق لق وغیرہ کا نام لیا جا سکتا ہے۔ اسی دور میں استاد امام دین گجراتی نے جنم لیا جن کا اپنا ایک انداز تھا۔

دوسری طرف خواجہ دل محمد، اسد ملتانی اور دیگر کئی ایسے شاعروں کا نام سامنے آتا ہے جنھوں نے مُنہ کا ذائقہ بدلنے کے لیے طنزیہ و مزاحیہ شاعری بھی کی تاہم بیسویں صدی کے آخر تک اور اکیسویں صدی کے پہلے عشرے میں جو شاعر بطور مزاح نگار اُبھر کر سامنے آئے ان میں مرزا محمُود سرحدی، سیّد محمد جعفری، ظریف جبلپوری، مسٹر دہلوی، سیّد ضمیر جعفری، دلاور فگار، انور مسعود، ساغر خیامی، عنایت علی خان، سرفراز شاہد، امیر الاسلام ہاشمی، طٰہٰ خان، ڈاکٹر انعام الحق جاوید، خالد مسعُود، پاپولر میرٹھی، زاہد فخری اور سلمان گیلانی کا نام لیا جا سکتا ہے جن میں سے اکثر کو ہم ٹی وی چینلوں پر بھی دیکھتے رہے ہیں۔ یہ سب ایسے شاعر ہیں جن کی ایک سے زیادہ تخلیقات ان کی زندگی میں ہی کلاسیک کا درجہ اختیار کر چکی ہیں جس کے پیش نظر کہا جا سکتا ہے کہ مزاحیہ شاعری کے لیے یہ عہد یعنی گزشتہ 25 سال بہت بارآور ثابت ہوئے۔ اس دور میں مزاح کی کتابیں بھی کافی چھپیں اور بہت سے نئے لکھنے والوں نے بھی پاپولر ہوتی ہوئی مزاحیہ شاعری کو اپنایا۔

ایسے نوجوانوں اور نئے لکھنے والوں کی بھی ایک طویل فہرست ہے جو دھڑا دھڑ اچھّی مزاحیہ شاعری کر رہے ہیں۔ یہ بات میں ڈاکٹر انعام الحق جاوید کی مرتّب کردہ کتاب ''گلہائے تبسّم'' حصّہ اوّل مطبوعہ 2005ء اور حصّہ دوم مطبوعہ 2009ء کو پڑھنے کے بعد کہہ رہا ہوں کیونکہ ان دونوں انتھالوجیز میں 300 سے زائد شعراء کا نمائندہ مزاحیہ کلام شامل ہے۔ اس سے قبل 1997ء میں ان کی ایک کتاب ''منظوم قہقہے'' کے نام سے چھپی تھی جس میں سوا دوسو کے قریب شعراء کا کلام جمع کر کے پیش کیا گیا تھا، اس اعتبار سے یہ ایک منفرد کاوش تھی کہ اس سے قبل اتنی بڑی تعداد میں مزاح گو شعراء یا مزاحیہ شاعری کو متعارف کرانے کی سعی کسی نے نہیں کی تھی، تاہم اس سلسلے کی پہلی اہم کتاب میں ''اردو مزاحیہ شاعری'' کو قرار دیتا ہوں جو سرفراز شاہد نے مرتّب کی تھی اور جس کی نظرِ ثانی کا فریضہ ڈاکٹر انعام الحق جاوید نے ادا کیا تھا اور جو 1991ء میں اکادمی ادبیاتِ پاکستان کی طرف سے شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب میں صرف 38 شعراء کا کلام پیش کیا گیا تھا لیکن ہر شاعر کی آٹھ آٹھ دس دس تخلیقات دی گئی تھیں تاکہ ہر شاعر کی بھرپور نمائندگی ہو سکے۔ اس کے علاوہ ''ہنسیں ہنسائیں ورنہ مسکرائیں (طنز و مزاح پر مبنی شاعری کا بہترین انتخاب)'' کے نام سے محمد عالم کی مرتّب کردہ ضخیم کتاب (مطبوعہ 2002ء) میں بھی کافی سارے اہم شعراء کا

وافر کلام اکٹھا کر کے پیش کیا گیا ہے اور جدّت یہ کی گئی ہے کہ بعض مقامات پر ایک ہی موضوع کے حوالے سے مختلف شاعروں کی نظموں، غزلوں یا قطعات کو یکجا کر کے سامنے لایا گیا ہے جبکہ نذیر انبالوی کی مرتّب کردہ کتاب ''مزاحیات کا انسائیکلوپیڈیا'' کے باب سوم میں بھی شعری طنز و مزاح کا انتخاب پیش کیا گیا ہے۔ معاذ حسن کی مرتّب کردہ کتاب ''مکمل مزاحیات'' (مطبوعہ 2006ء) اور خالد محمود کی مرتب کردہ کتاب ''مزاح ہی مزاح'' بھی اسی نوعیت کی کتابیں ہیں یعنی ان کا حِصّہ دوم مزاحیہ شاعری کے انتخاب پر مبنی ہے۔ یہ سب کتابیں اپنی اپنی جگہ پر مزاح سے رغبت رکھنے والے قارئین کو مختلف مزاح گو شعرا کی تخلیقات کے متفرق نمونوں سے متعارف کراتی ہیں۔

''نقوش'' کے طنز و مزاح نمبر، ''سب رس'' کے طنز و مزاح نمبر اور ''اُردو پنچ'' راولپنڈی کے بعض شماروں میں بھی مزاحیہ شاعری کو بھرپور انداز میں نمائندگی دی گئی۔

یہاں یہ وضاحت بھی کرتا چلوں تو موزوں ہوگا کہ میں نے سید ضمیر جعفری کے تتبّع میں اردو کی مزاحیہ شاعری کے عروج کے زمانے کو جو 1985ء کے بعد کا دور کہا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ہمارے سامنے کا دور ہے۔ 1985ء میں جناب ضیاء الحق قاسمی نے حیدر آباد اور پھر کراچی سے ''سہ ماہی ظرافت'' نکالنا شروع کیا جس نے مزاحیہ شاعری کے فروغ میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ ''سہ ماہی ظرافت'' جناب ضیاء الحق قاسمی کی وفات تک نکلتا رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ کراچی اور صوبہ سندھ میں کُل پاکستان مزاحیہ مشاعروں کے بانی اور مزاحیہ شاعری کے بہت بڑے پرچارک بھی تھے جن میں وہ نئے مزاح گو شعراء کو بطورِ خاص مدعو کیا کرتے تھے۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ وہ مجسم مزاح گو شاعر اور ایک بہترین مزاحیہ کمپیئر تھے۔

قبل ازیں ایک زمانے میں مجید لاہوری کا ''نمکدان'' نکلتا تھا جو ان کی وفات کے ساتھ ہی بند ہو گیا تھا، پھر کرنل محمد خان نے ''اُردو پنچ'' نکالا مگر اپنے کڑے معیار اور اچھی خاصی ضخامت کے باوجود یہ چند شماروں سے آگے نہ جا سکا۔

اگر کوئی یہ پوچھے کہ مجھے امریکہ میں رہتے ہوئے ان کے بارے میں یہ سب باتیں کیسے معلوم ہیں تو عرض ہے کہ یہاں کی ایک معروف سماجی اور ادب دوست شخصیت مُنّی بھائی (مرحوم) سے میرے بہت ہی قریبی مراسم تھے اور وہ ہر تقریب کے سلسلے میں مجھے اپنی مشاورت میں رکھتے

تھے۔ میں مُنّی بھائی کی محبتوں کا مقروض ہوں کہ انہوں نے آج سے کئی برس قبل قاسمی برادران کے اعزاز میں ایک بہت بڑی اور خصوصی تقریب کا اہتمام کیا تھا جس میں جناب ضیاء الحق قاسمی (مرحوم) اور جناب عطاء الحق قاسمی دونوں تشریف لائے تھے۔ اس تقریب کے انعقاد کے سلسلے میں مُنّی بھائی نے مجھے بھی شامل احوال رکھا اور اس کی صدارت بھی اس خاکسار نے ہی کی۔ اس موقع پر جناب ضیاء الحق قاسمی اپنی کتابوں کے علاوہ سہ ماہی ''ظرافت'' کے خصوصی شمارے بھی اپنے ہمراہ لائے تھے چنانچہ ان سے ہونے والی طویل اور مختصر نشستوں کے ذریعے بے شمار معلومات مُجھ تک پہنچیں۔

یہاں میں یہ اعتراف بھی کرتا چلوں کہ یہ انتخاب میں نے کسی خاص ترتیب، ترکیب یا اُصول کے تحت نہیں کیا لیکن ایک خاص مقصد کے تحت ضرور کیا ہے اور وہ مقصد ہے پڑھنے والوں کو مسرتوں سے ہمکنار کرنا۔ اسی مقصد کی خاطر میں نے شعراء کے اصل مجموعوں کو بھی کھنگالا اور انتھالوجیز سے بھی مدد لی تا کہ ہر شاعر کے کلام کا بہترین نمونہ سامنے لایا جا سکے۔ میں نے کئی برس قبل کیلی فورنیا یونیورسٹی کی ایک تحقیقی رپورٹ میں پڑھا تھا کہ مزاح تخلیق کرنے والے مُلکوں میں امریکہ پہلے نمبر پر ہے اور پاکستان چالیسویں نمبر پر۔ میرا تعلق چونکہ دونوں ملکوں سے ہے چنانچہ میری خواہش تھی کہ امریکہ میں بیٹھ کر اُردو داں اور اُردو خواں طبقے تک اس سلسلے کی ایک ایسی کتاب پہنچائی جائے جو ان کے مزاج اور مسائل سے ہم آہنگ ہو اور انھیں تھوڑی دیر کے لیے ہی سہی، ایک ایسی وادی میں لے جائے جہاں کی ہوائیں تبسّم ریز اور فضائیں قہقہہ بار ہوں۔ جہاں کے شگفتہ مناظر غموں کی تھکن اُتار کر ان کے ذہنوں کو تازہ دم کر دیں اور جہاں پہنچ کر وہ اپنے آپ پر ہنس سکیں کیونکہ جو قومیں اپنے آپ پر ہنسنے کا حوصلہ رکھتی ہیں وہی دُنیا میں کامیاب و کامران ٹھہرتی ہیں۔

اکبرالہ آبادی

o

ان کو کیا کام ہے مروّت سے
اپنے رُخ سے یہ مُنہ نہ موڑیں گے
جان شاید فرشتے چھوڑ بھی دیں
ڈاکٹر فِیس کو نہ چھوڑیں گے

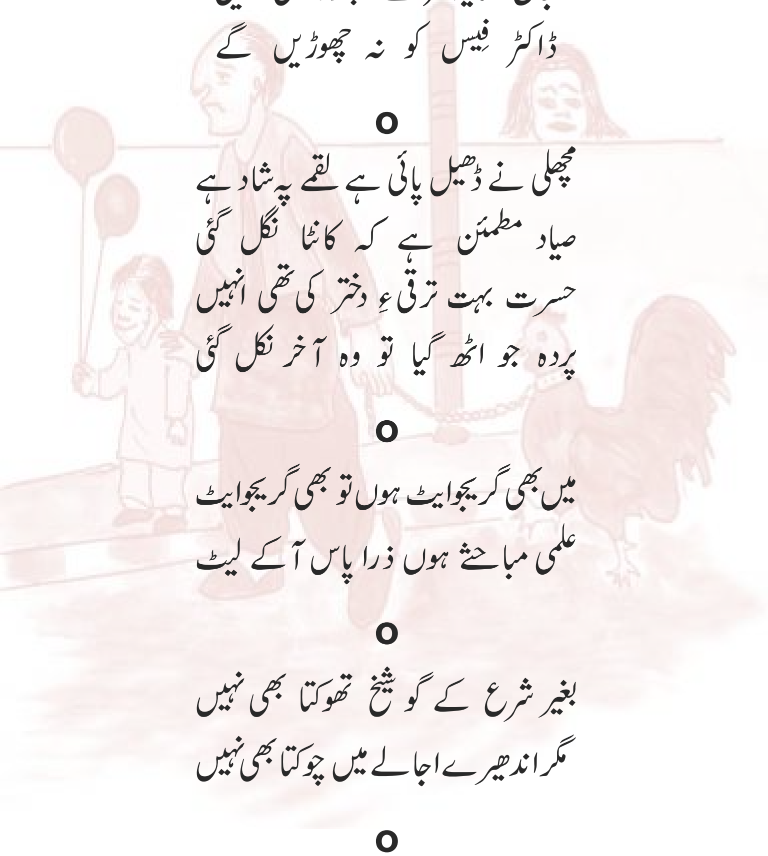

o

مچھلی نے ڈھیل پائی ہے لقمے پہ شاد ہے
صیاد مطمئن ہے کہ کانٹا نگل گئی
حسرت بہت ترقیٔ دختر کی تھی انہیں
پردہ جو اٹھ گیا تو وہ آخر نکل گئی

o

میں بھی گریجوایٹ ہوں تو بھی گریجوایٹ
علمی مباحثے ہوں ذرا پاس آ کے لیٹ

o

بغیر شرع کے گو شیخ تھوکتا بھی نہیں
مگر اندھیرے اجالے میں چوکتا بھی نہیں

o

ہم ایسی کل کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جن کو پڑھ کے بیٹے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

o

قوم کے غم میں ڈنر کھاتے ہیں حکام کے ساتھ
رنج لیڈر کو بہت ہیں مگر آرام کے ساتھ

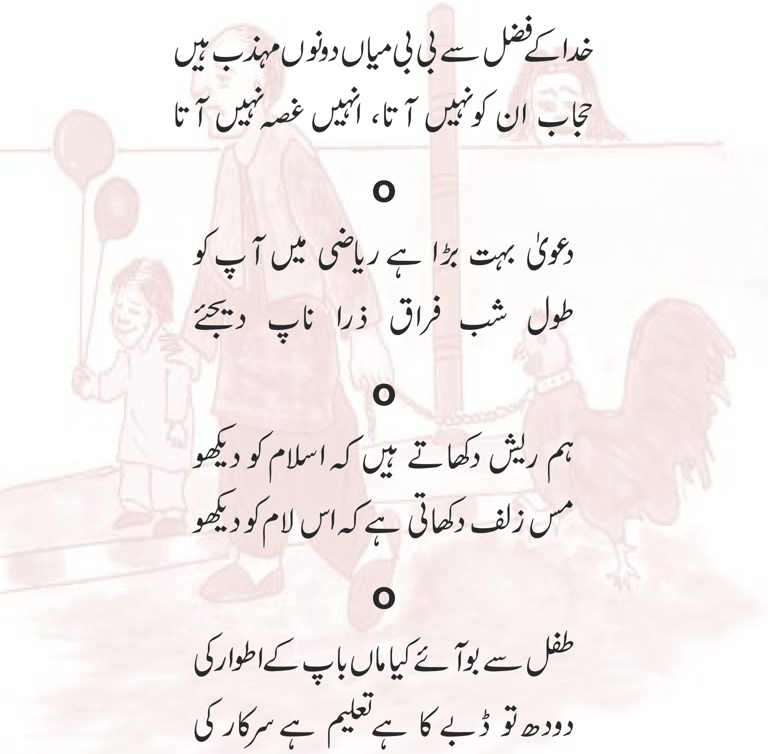

o

خدا کے فضل سے بی بی میاں دونوں مہذب ہیں
حجاب ان کو نہیں آتا، انہیں غصہ نہیں آتا

o

دعویٰ بہت بڑا ہے ریاضی میں آپ کو
طول شب فراق ذرا ناپ دیجئے

o

ہم ریش دکھاتے ہیں کہ اسلام کو دیکھو
مس زلف دکھاتی ہے کہ اس لام کو دیکھو

o

طفل سے بو آئے کیا ماں باپ کے اطوار کی
دودھ تو ڈبے کا ہے تعلیم ہے سرکار کی

o

کیا کہوں احباب کیا کار نمایاں کر گئے
بی اے کیا، نوکر ہوئے، پنشن ملی اور مر گئے

ظریف لکھنوی

o

نر ہے یا مادہ عجب ترکیب ہے اس نام کی
کچھ حقیقت ہی نہیں کھلتی ہے سیتا رام کی

غیر کا قبضہ نہ ہو اس گھر پہ گر یہ خوف ہے
دل پہ اک تختی لگا دوں گا تمہارے نام کی

غزل

وہ ہو کتنا ہی دبلا تار بستر ہو نہیں سکتا
غلط ہے آدمی اس طرح لاغر ہو نہیں سکتا

نہ جب تک مرد اور عورت کا ہو لے عقد آپس میں
یہ زوجہ ہو نہیں سکتی وہ شوہر ہو نہیں سکتا

کہو پھر یوں، کمر موٹی ہے سر چھوٹا ہے دلبر کا
نہیں تو پھر قد جاناں صنوبر ہو نہیں سکتا

وہ خط شوق کے جتنے پلندے چاہے لیجائے
ملازم ڈاک خانے میں کبوتر ہو نہیں سکتا

فرقت کاکوروی

بعد کی باتیں

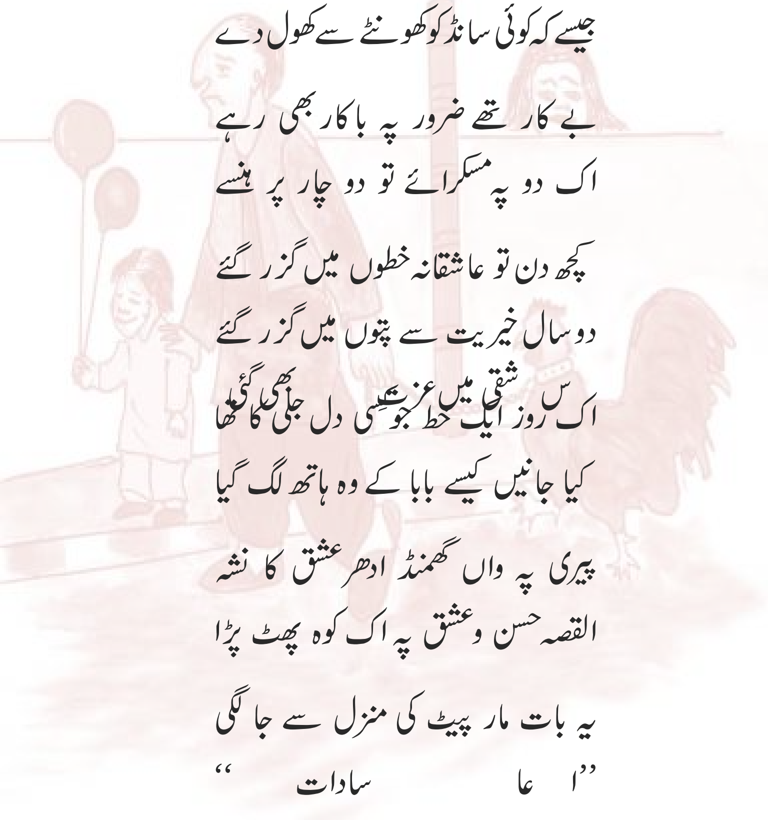

تعلیم کی تمام تو کالج سے یوں چھٹے
جیسے کہ کوئی سانڈ کو کھونٹے سے کھول دے

بے کار تھے ضرور پہ با کار بھی رہے
اک دو پہ مسکرائے تو دو چار پر ہنسے

کچھ دن تو عاشقانہ خطوں میں گزر گئے
دو سال خیریت سے پتوں میں گزر گئے

اک روز ایک خط جو کسی دل جلی کا تھا
س شقی میں عزت بھی گئی
کیا جانیں کیسے بابا کے وہ ہاتھ لگ گیا

پیری پہ واں گھمنڈ ادھر عشق کا نشہ
القصہ حسن و عشق پہ اک کوہ پھٹ پڑا

یہ بات مار پیٹ کی منزل سے جا لگی
”ا عا سادات “

آپ کی تعریف

یہ مدرس ہیں کسی اسکول کے

پانچ بچے ایک بیوی ایک ماں
بیس ماہانہ، بہت ہیں، کم کہاں
ان کے جوتے بخیہ گر سیتے نہیں
سول بھی غائب ہیں گر فیتے نہیں
ٹیوشنیں چاہیں تو رکھ سکتے نہیں
سر کھپا کر پیٹ بھر سکتے نہیں
لوٹ کر آتے ہوئے اسکول میں
یہ مدرس ہیں کسی اسکول میں

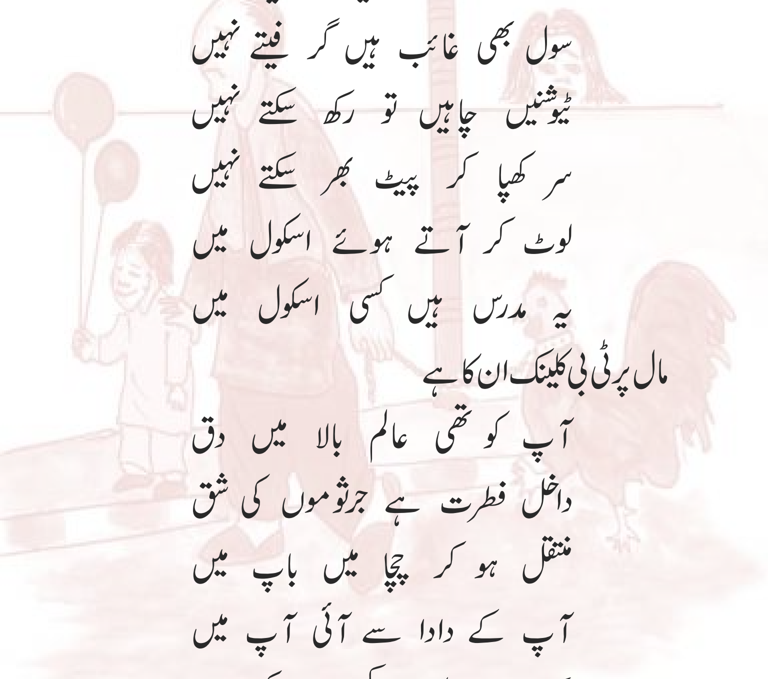

مال پر ٹی بی کلینک ان کا ہے

آپ کو تھی عالم بالا میں دق
داخل فطرت ہے جرثوموں کی شق
منتقل ہو کر چچا میں باپ میں
آپ کے دادا سے آئی آپ میں
پھیپھڑوں کا ایکسرے کروایئے
فیس کیا حاجت ہے، اچھا لایئے
مشورہ ہر طرح مہلک ان کا ہے
مال پر ٹی بی کلینک ان کا ہے

حرص کی دق کھائے جاتی ہے انہیں

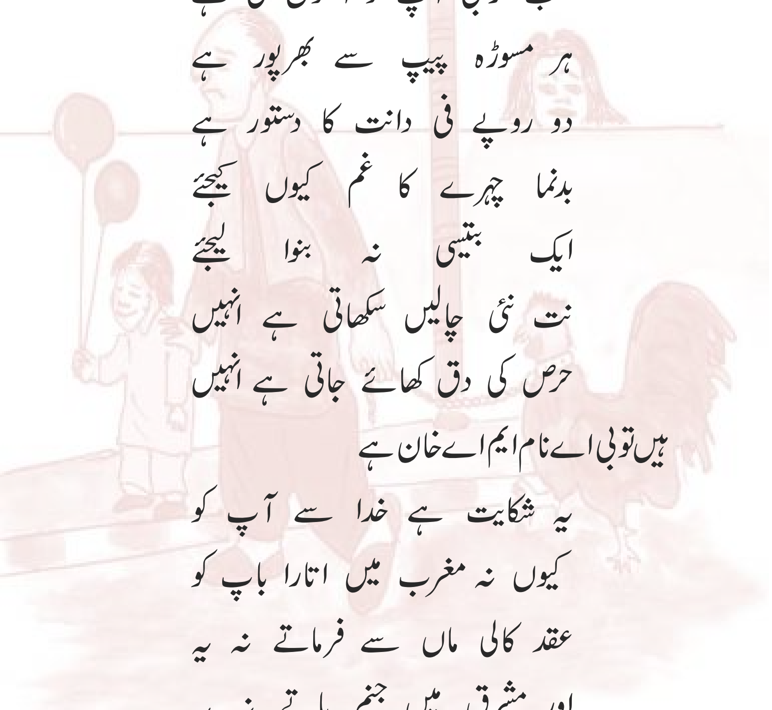

یہ جو الجھن آپ کو دانتوں کی ہے
سب خرابی آپ کو آنتوں کی ہے
ہر مسوڑہ پیپ سے بھرپور ہے
دو روپے فی دانت کا دستور ہے
بدنما چہرے کا غم کیوں کیجئے
ایک بتیسی نہ بنوا لیجئے
نت نئی چالیں سکھاتی ہے انہیں
حرص کی دق کھائے جاتی ہے انہیں

ہیں تو بی اے نام ایم اے خان ہے

یہ شکایت ہے خدا سے آپ کو
کیوں نہ مغرب میں اتارا باپ کو
عقد کالی ماں سے فرماتے نہ یہ
اور مشرق میں جنم پاتے نہ یہ
ناچتے جا جا کے رائل بال میں
پھانستے شہزادیوں کو جال میں

راجہ مہدی علی خان

ڈاکو سے انٹرویو

جی اس بندے کو ویسے تو ابو داؤد کہتے ہیں
بہت سے مہرباں لیکن ابوالمردود کہتے ہیں
مرے والد فرید آباد کے مشہور ڈاکو تھے
خدا بخشے انہیں، اپنے زمانے کے ہلاکو تھے
فرنکاباد کا تھانہ مرے نانا نے لوٹا تھا
وہ گیارہ سیر کا تالہ اِسی بندے سے ٹوٹا تھا
نہیں تھا چور کوئی شہر میں دادا کے پائے کا
چرا کر گھر میں لے آئے تھے کتا وائسرائے کا
مرے ماموں کے جعلی نوٹ امریکہ میں چلتے تھے
ہزاروں چور ڈاکو ان کی نگرانی میں پلتے تھے
مرے پھوپھا چھٹے ''بدمعاش'' تھے اپنے زمانے کے
خدا بخشے بہت شوقین تھے وہ جیل خانے کے
مرے خالو کبھی نیویارک میں جیبیں کترتے تھے
لب ساحل وہ گیارہ عورتوں سے عشق کرتے تھے
لکڑ نانا ولی اللہ تھے سونا بناتے تھے
حسیں بیواؤں کو رو رو کے سینے سے لگاتے تھے
خسر صاحب سخاوت پور کی رانی بھگا لائے
مرے ہم زلف اس کی تین بہنوں کو اٹھا لائے
چچا میرے بہت مشہور تھے فن رذالت میں
''مقدمہ'' ہار کے وہ ننگے ناچے تھے عدالت میں

مرے بھائی نے کی تھی فورٹونٹی چیف جسٹس سے
وہ جب بگڑا جلا دیں اس کی مونچھیں اپنی ماچس سے
بڑے وہ لوگ تھے لیکن یہ بندہ بھی نہیں کچھ کم
خدا کا فضل ہے مجھ پر نہیں مجھ کو بھی کوئی غم
اجازت ہو تو اب بندہ اشارے ہی اشارے میں
بتا دے آپ کو تفصیل سے کچھ اپنے بارے میں
میں راجوں اور مہاراجوں کی جیبیں بھی کترتا تھا
چرس، کوکین اور افیون کا دھندا بھی کرتا تھا
مرے معمولی شاگردوں نے چودہ بینک لوٹے تھے
مری کوشش سے باعزت بری ہو کر وہ چھوٹے تھے
عدالت مانتی تھی میری قانونی دلیلوں کو
کرایا میں نے اندر شہر کے پندرہ وکیلوں کو
مسافر تین عدد پھینکے تھے ایروپلین سے میں نے
ہوا بازوں کو بھی پیٹا تھا جا کر کین سے میں نے
''اٹھارہ'' ڈاکوؤں کی پگڑیاں میں نے اتاری تھیں
کمر سے تھوڑا نیچے ٹھوکریں بھی ان کے ماری تھیں
نہ انکم ٹیکس دیتا تھا نہ سوپر ٹیکس دیتا تھا
میں الٹا اپنی سب انکم پہ ان سے ٹیکس لیتا تھا
جو دن میں نے گزارے، شان وشوکت سے گزارے ہیں
ذرا کچھ ان دنوں ہی میرے گردش میں ستارے ہیں
مجھے کر لیں جو شامل چوریوں میں اور ڈاکوں میں
یقیناً چند دن میں آپ سب کھیلیں گے لاکھوں میں

استاد امام دین گجراتی

o

خوب بکتی تھی ٹاؤن ہال میں کھانڈ
کسی کے منہ پر مُکّا پڑتا تھا اور کسی کو چانڈ

بعض چھتریاں تانے آتے تھے بوجہ بارش
اور بعض سر پر لاتے تھے بڑے بڑے برانڈ

اکثر پوٹلیاں گٹھڑیاں باندھ باندھ کر لے جاتے تھے
جو آدمی چست و چالاک اور شیر تھے مثال سانڈ

ظفر اور گابے کا مقابلہ

ظفر کے مقابل کھڑا تھا جو گابا
مولانا نے اس کو ہے دب دب کے دابا

سوا چھ سو پرچہ حریفوں نے پایا
مگر پینتی سو تک ہمارا تھا بابا

گابے کی جانب تو ادنیٰ بشر تھے
ہماری طرف تھا رئیس و نوابا

یہی حشر ہوتا ہے اس کا بزرگو
چلے چال دنیا میں جو بے محابا

نامی گرامی تھے ووٹر ہمارے
تھا اس کی طرف صرف لہبہ خدابا

جو چوٹی کا لیڈر جناح ہو گیا ہے
نہیں ہو سکے گا تمہیں کامیابا

عزیزوں بزرگوں کو کہتا ہے استاد
گنواؤ کسی کا ادب نہ ادابا

خضر تمیمی

چائے اور لسّی کا مناظرہ

تشریف لائے حضرتِ راشد جو ایک شام — دعوت کا جان و دل سے کیا میں نے اہتمام
آئی یہ میرے جی میں کہ ہے گو قریب شام — ہو کچھ تو چائے پانی کا اس وقت انتظام
لسّی سے آئی کوری سی ڈولی بھری ہوئی — اور گھر سے آئی چائے 'ٹرے' میں دھری ہوئی
چائے ابل کے لسّی سے کہتی تھی دُور ہو — جا اور جاہلوں کے دلوں کا سرور ہو
پینے کی چیز ہے کوئی تو بھی جہان میں — پڑتی نہیں ہے چینی بھی جس کی اٹھان میں
پلتا ہے میری گود میں حکام کا دماغ — طبع علیل ہو میرے پینے سے باغ باغ
روٹھے جو کوئی، چائے پہ اس کو بلایئے — اس کو بٹھا کے پاس 'عدو' کو جلایئے
پیرس کے دلبروں کو بھی مجھ ہی سے پیار ہے — لندن کے گلرخوں کی مجھی سے بہار ہے
مٹی کے برتنوں میں تیری عمر کٹ گئی — اس سے رہی سہی تیری توقیر گھٹ گئی
چاندی کے سیٹ میں اپنا نشیمن ہے آج کل — چمچے سے عام جلوۂ ایمن ہے آج کل
میرا جو لطفِ خاص زمانے میں عام ہے — ہر شخص میری چاہ کا دل سے غلام ہے
اکسیر ہوں عجیب میں درد اور زکام کو — کر دُوں ہوا ابھی میں تھکاوٹ کے نام کو
منہ بھی نہیں لگاتے تجھے جو نجیب ہیں — پیتے ہیں بس وہی جو کہ یکسر غریب ہیں
ہم قافیہ زبسکہ ہے، یہ لفظ ہائے کا — عشاق کے ہے، وردِ زباں نام چائے کا
میں شاعر و ادیب کے دل کا سرُور ہوں — اربابِ سلطنت کے دماغوں کا نور ہوں
گرنے لگی جو بھاپ کے گولوں سے چائے فیر — لسّی زبانِ حال سے بولی الٰہی خیر
آپ اور مجھ سے، روئے سخن یوں زہے نصیب — بن جاؤں رشک سے نہ میں اپنی ہی خود رقیب

ہو آپ سے مقابلہ کیا مجھ غریب کا — جس کو نہیں ہے شہر سے رشتہ قریب کا
پیئوں ہو شاد جس طرح سسّی کے نام سے — یونہی جگر میں ٹھنڈ ہو لسّی کے نام سے
برتن کوئی ہو، کام سے یاں اپنے کام ہے — لپٹی ہو جس میں تیغ وہی شے نیام ہے
پر مجھ کو گھر سے کھیت کو لاتے وہ چاند ہیں — جن کے شباب و حسن کے آگے یہ ماند ہیں
مشکل ہے دید آپ کی جب تک جلے نہ آگ — اور کیتلی میں جوش سے بڑھ کر اٹھے نہ جھاگ
یاں پانی اور دودھ کو لے کر بلوئیے — پھر اپنے داغ ہائے جگر، مل کے دھوئیے
دیکھے مجھے جو طالبِ سیلابِ نور ہو — چاندی کی نہر پائے جو میرا ظہور ہو
اِتراؤں کیوں نہ رنگِ رخِ یاسمیں پہ میں — اتری ہوں بن کے چاندسی گویا زمیں پہ میں
کالی گھٹا کی طرح کوئی ہو کہ مثلِ برق — آئے نہ ان کے قرب سے رنگت میں میری فرق
کام آپ کا چلے نہ کبھی دودھ کے بغیر — اے عشوہ گر، منا، میرے بابا کے سر کی خیر
رہتی ہے کوسوں دور میرے نام سے بھی پیاس — ہو جیسے خشک کھیت کو ہر موجۂ بیاس
تیرے پڑھے لکھے میرے جُہال پر فدا — جن کو نہیں خبر کہ ہے محنت میں لطف کیا
چائے یہ بات سنتے ہی بس سرد پڑ گئی — گویا زمیں میں شرم و خجالت سے گڑ گئی
لسّی میں تھی ابھی وہی ٹھنڈک وہی سکوں — جو کوئی دیکھ پائے وہ چاہے ابھی پیئوں
فرما رہے تھے حضرت راشد کہ لیجئے — باتوں میں چائے ہو گئی ٹھنڈی نہ پیجئے

آخر وہی پہنچتے ہیں اوجِ کمال پر
جو مستقل مزاج رہیں، ایک حال پر

عاشق جالندھری

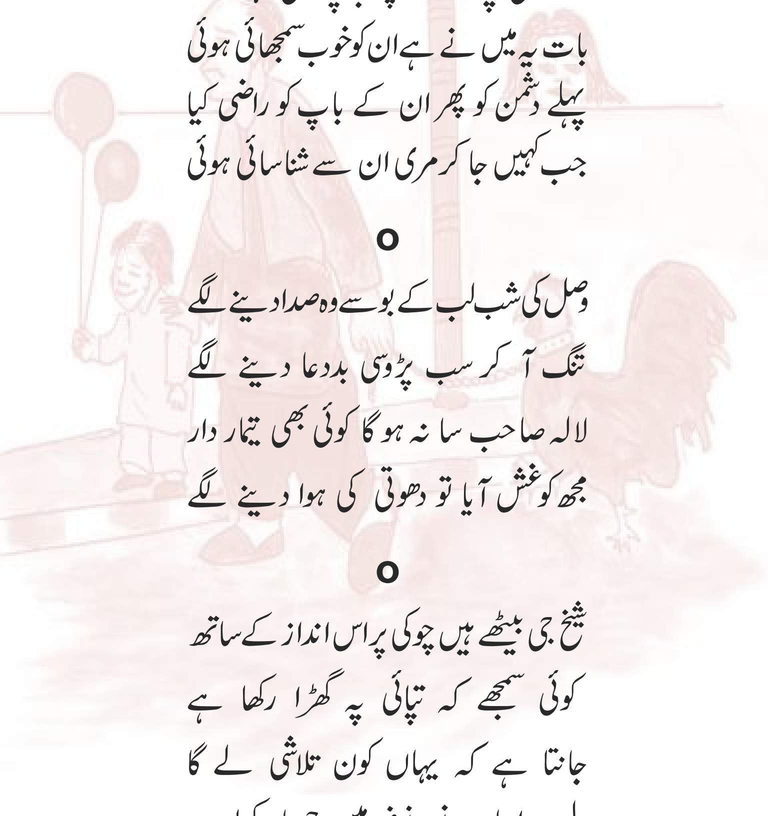

o

گر کوئی پوچھے تو اپنا باپ ہی کہنا مجھے
بات یہ میں نے ہے ان کو خوب سمجھائی ہوئی
پہلے دشمن کو پھر ان کے باپ کو راضی کیا
جب کہیں جا کر مری ان سے شناسائی ہوئی

o

وصل کی شب لب کے بوسے وہ صدا دینے لگے
تنگ آ کر سب پڑوسی بددعا دینے لگے
لالہ صاحب سا نہ ہوگا کوئی بھی تیمار دار
مجھ کو غش آیا تو دھوتی کی ہوا دینے لگے

o

شیخ جی بیٹھے ہیں چوکی پر اس انداز کے ساتھ
کوئی سمجھے کہ تپائی پہ گھڑا رکھا ہے
جانتا ہے کہ یہاں کون تلاشی لے گا
دل مرا یار نے نیفے میں چھپا رکھا ہے

مجید لاہوری

ماہِ رمضان

ہوٹلوں میں چھپ کے پھر کھانے کا موسم آ گیا
سارا دن روزے کو بہلانے کا موسم آ گیا

آ گیا پھر برف کا بھاؤ بڑھا دینے کا دور
''چور بازاری'' کو چمکانے کا موسم آ گیا

گھی بنے گا تیل سے، پانی سے بن جائیگا دودھ
صنعتوں کو اوج پر لانے کا موسم آ گیا

دن کو چالو لنچ بھی، سگریٹ بھی، لیکن شام کو
دعوتِ افطار میں جانے کا موسم آ گیا

دہلی کا تحفہ

وفاؤں کے بدلے جفا کر ریائے
میں کیا کر ریاؤں، تو کیا کر ریائے
عدو سے بھی وعدے مجھے بھی دلاسے
میں حریان ہوں تو یہ کیا کر ریائے

علامہ حسین میر کاشمیری

پیٹوؤں کا ترانہ

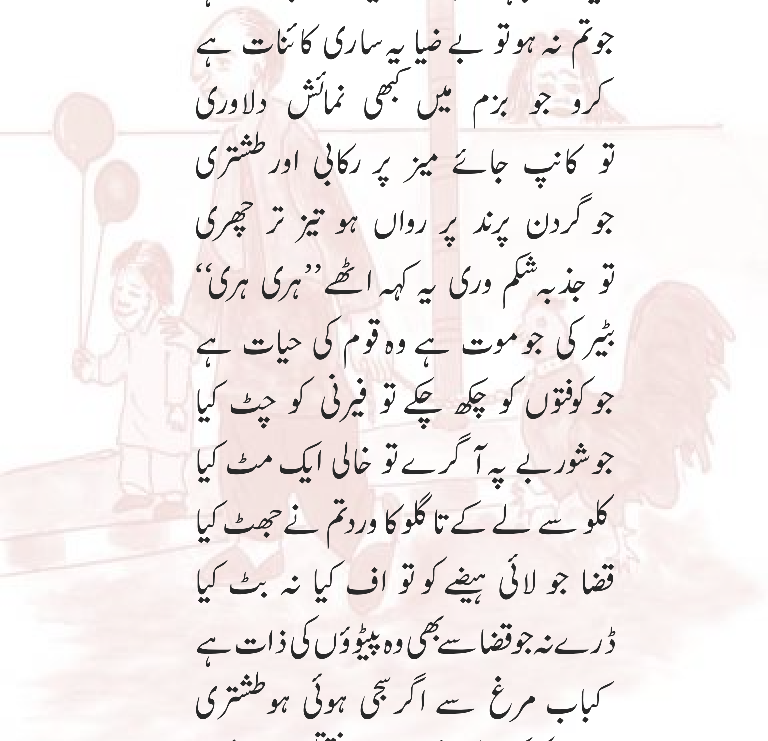

تمہیں سے اے شکم ورو توا ہے اور پرات ہے
تمہاری توند مایہ قدور راسبات ہے
تمہاری ہی ڈکار سے خروش شش جہات ہے
ضیافتی مجاہدو تمہاری کیا ہی بات ہے
جو تم نہ ہو تو بے ضیا یہ ساری کائنات ہے
کرو جو بزم میں کبھی نمائش دلاوری
تو کانپ جائے میز پر رکابی اور طشتری
جو گردن پرند پر رواں ہو تیز تر چھری
تو جذبہ شکم وری یہ کہہ اٹھے ''ہری ہری''
بٹیر کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے
جو کوفتوں کو چکھ چکے تو فیرنی کو چٹ کیا
جو شوربے پہ آ گرے تو خالی ایک مٹ کیا
کلو سے لے کے تا گلو کا ورد تم نے جھٹ کیا
قضا جو لائی ہیضے کو تو اف کیا نہ بٹ کیا
ڈرے نہ جو قضا سے بھی وہ پیٹوؤں کی ذات ہے
کباب مرغ سے اگر سجی ہوئی ہو طشتری
تو اس کو کھا کے فربہی میں منتقل ہو لاغری
گھٹیں جو چند بطخیں بڑھیں جہاں میں امتی
کٹیں جو چند مرغیاں تو قوم کی ہو زندگی
لہو جو ہے خروس کا وہ قوم کی زکوۃ ہے

شوکت تھانوی

فیملی پلاننگ

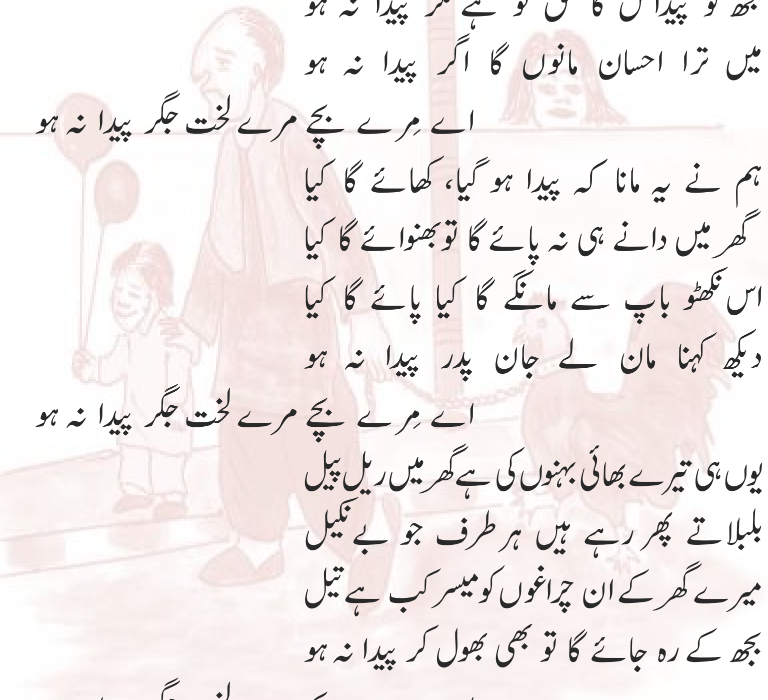

اے مِرے بچے مرے لختِ جگر پیدا نہ ہو
یاد رکھ پچھتائے گا تو میرے گھر پیدا نہ ہو
تجھ کو پیدائش کا حق تو ہے مگر پیدا نہ ہو
میں ترا احسان مانوں گا اگر پیدا نہ ہو
اے مِرے بچے مرے لختِ جگر پیدا نہ ہو

ہم نے یہ مانا کہ پیدا ہو گیا، کھائے گا کیا
گھر میں دانے ہی نہ پائے گا تو بھنوائے گا کیا
اس نکھٹو باپ سے مانگے گا کیا پائے گا کیا
دیکھ کہنا مان لے جانِ پدر پیدا نہ ہو
اے مِرے بچے مرے لختِ جگر پیدا نہ ہو

یوں ہی تیرے بھائی بہنوں کی ہے گھر میں ریل پیل
بلبلاتے پھر رہے ہیں ہر طرف جو بے نکیل
میرے گھر کے ان چراغوں کو میسر کب ہے تیل
بجھ کے رہ جائے گا تو بھی بھول کر پیدا نہ ہو
اے مِرے بچے مرے لختِ جگر پیدا نہ ہو

یوں ہی میں کپتان ہوں اولاد کی پوری ہے ٹیم
مفلسی میں ہو رہی ہے اور بھی حالت سقیم
اپنے زندہ باپ کا کہلائے گا تو بھی یتیم
بخش دے مجھ کو مرے نورِ نظر پیدا نہ ہو
اے مِرے بچے مرے لختِ جگر پیدا نہ ہو

شاعر اور اس کی بیگم

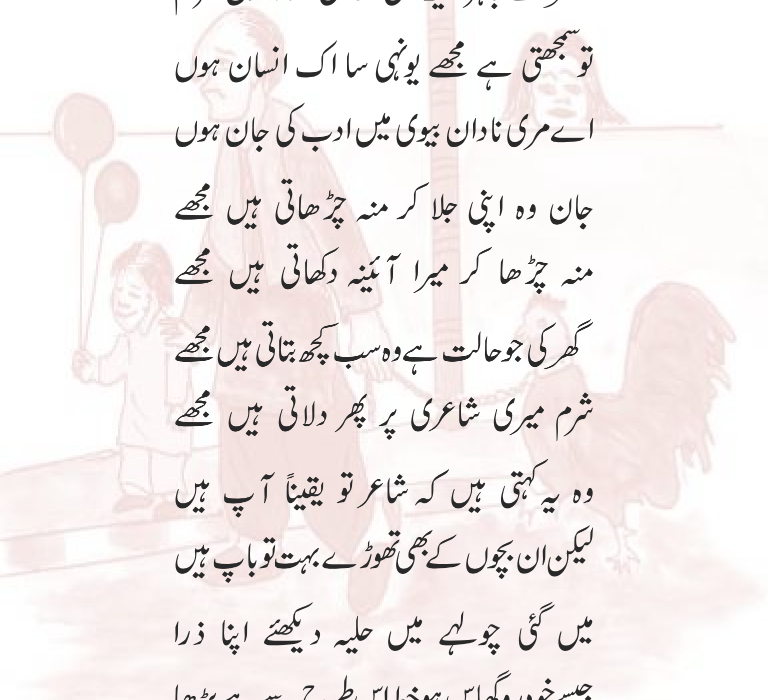

میں یہ کہتا ہوں کہ اے شمعِ شبستانِ حرم
تو ہے اک شاعر کی بیوی کیا ہے یہ اعزاز کم

تجھ کو کیا معلوم میرا مرتبہ میرا حشم
گھر کے باہر دیکھ چل کر کس قدر ہوں محترم

تو سمجھتی ہے مجھے یونہی سا اک انسان ہوں
اے مری نادان بیوی میں ادب کی جان ہوں

جان وہ اپنی جلا کر منہ چڑھاتی ہیں مجھے
منہ چڑھا کر میرا آئینہ دکھاتی ہیں مجھے

گھر کی جو حالت ہے وہ سب کچھ بتاتی ہیں مجھے
شرم میری شاعری پر پھر دلاتی ہیں مجھے

وہ یہ کہتی ہیں کہ شاعر تو یقیناً آپ ہیں
لیکن ان بچوں کے بھی تھوڑے بہت تو باپ ہیں

میں گئی چولہے میں حلیہ دیکھئے اپنا ذرا
جیسے خود رو گھاس ہو خط اس طرح سے ہے بڑھا

جیسے اک قیدی جو کاٹے کوئی لمبی سی سزا
مرحبا! اے شاعرِ رنگیں بیاں صد مرحبا

بھاڑ میں جائے یہ تیری شاعری یہ تیرا فن
"تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن"

مرزا محمود سرحدی

خودی

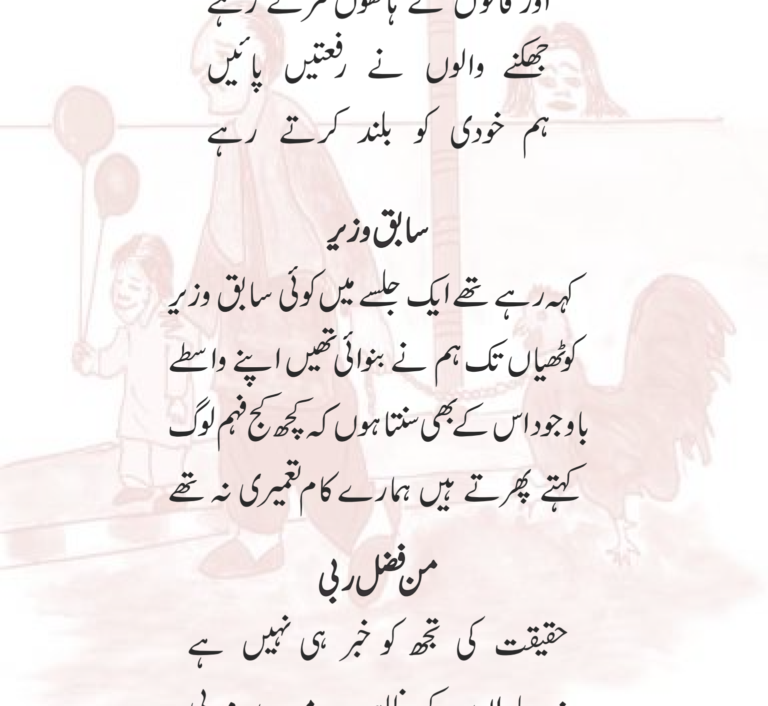

ہم نے اقبال کا کہا مانا
اور فاقوں کے ہاتھوں مرتے رہے
جھکنے والوں نے رفعتیں پائیں
ہم خودی کو بلند کرتے رہے

سابق وزیر

کہہ رہے تھے ایک جلسے میں کوئی سابق وزیر
کوٹھیاں تک ہم نے بنوائی تھیں اپنے واسطے
باوجود اس کے بھی سنتا ہوں کہ کچھ کج فہم لوگ
کہتے پھرتے ہیں ہمارے کام تعمیری نہ تھے

من فضل ربی

حقیقت کی تجھ کو خبر ہی نہیں ہے
نہ جا ان کے ظاہر پہ میرے مربی
کمائی پہ رشوت کی اکثر بنے ہیں
وہ گھر جن پہ لکھا ہے ''من فضل ربی''

انجمن آرائی

میں نے اک دختر ملت سے یہ ایک روز کہا
حسن کی اپنے نہ اس طرح سے رسوائی کر
ہنس کے کہنے لگی اقبال نے فرمایا ہے
"پردہ چہرے سے اٹھا انجمن آرائی کر"

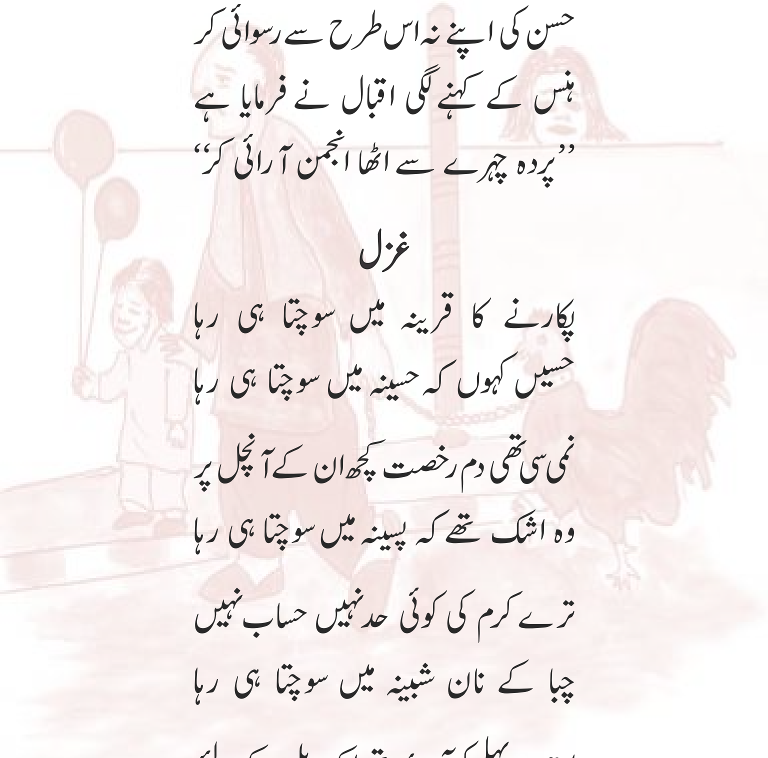

غزل

پکارنے کا قرینہ میں سوچتا ہی رہا
حسیں کہوں کہ حسینہ میں سوچتا ہی رہا

نمی سی تھی دم رخصت کچھ ان کے آنچل پر
وہ اشک تھے کہ پسینہ میں سوچتا ہی رہا

ترے کرم کی کوئی حد نہیں حساب نہیں
چبا کے نان شبینہ میں سوچتا ہی رہا

ادھر وہ پہلی کو آئے تھے ایک پل کے لئے
ادھر تمام مہینہ میں سوچتا ہی رہا

حاجی لق لق

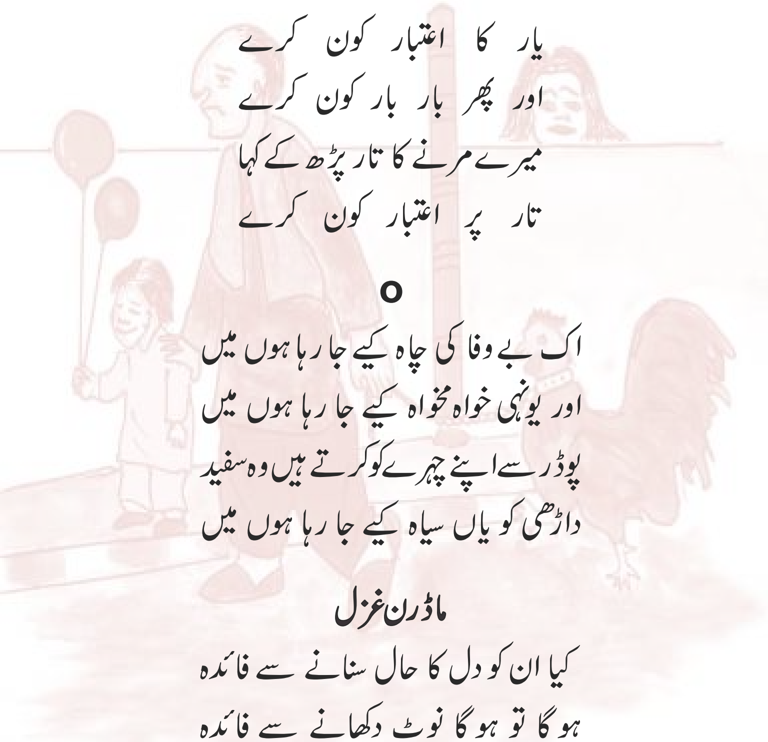

o

یار کا اعتبار کون کرے
اور پھر بار بار کون کرے
میرے مرنے کا تار پڑھ کے کہا
تار پر اعتبار کون کرے

o

اک بے وفا کی چاہ کیے جا رہا ہوں میں
اور یونہی خواہ مخواہ کیے جا رہا ہوں میں
پوڈر سے اپنے چہرے کو کرتے ہیں وہ سفید
داڑھی کو یاں سیاہ کیے جا رہا ہوں میں

ماڈرن غزل

کیا ان کو دل کا حال سنانے سے فائدہ
ہو گا تو ہو گا نوٹ دکھانے سے فائدہ
معلوم ہے دکھاتے ہیں وہ ہم کو سبز باغ
لارنس باغ شام کو جانے سے فائدہ

سیّد ضمیر جعفری

o

دریدہ دامنوں خستہ گریبانوں کی باتیں ہیں
غزل میں جتنی باتیں ہیں مسلمانوں کی باتیں ہیں

قوافی میں وہی خلد آشیانی حسرتیں اب تک
ردیفوں میں وہی مرحوم ارمانوں کی باتیں ہیں

تصور اتنا گاڑھا ہے کہ صورت ہی نہیں بنتی
تصوف اتنا گہرا ہے کہ تہ خانوں کی باتیں ہیں

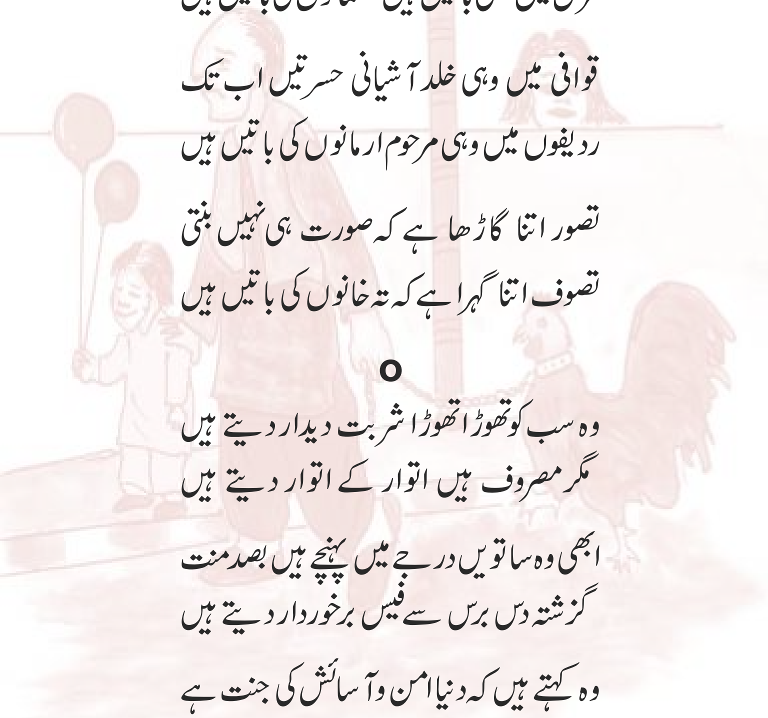

o

وہ سب کو تھوڑا تھوڑا شربت دیدار دیتے ہیں
مگر مصروف ہیں اتوار کے اتوار دیتے ہیں

ابھی وہ ساتویں درجے میں پہنچے ہیں بصد منت
گزشتہ دس برس سے فیس برخوردار دیتے ہیں

وہ کہتے ہیں کہ دنیا امن و آسائش کی جنت ہے
چلو ہم آج ان کو آج کا اخبار دیتے ہیں

شرافت کی سند پیغام بر لایا تو کیا لایا
جو اچھے لوگ ہیں بیٹی کو موٹر کار دیتے ہیں

o

نام اگر لکھو تو چھ سطروں میں نام آتا نہیں
کام اگر پوچھو تو کوئی خاص کام آتا نہیں

اپنی روٹی خود پکا مسٹر کہ اب بیوی کے ساتھ
حسن آ جاتا ہے حسن انتظام آتا نہیں

حسن جب یکسر نمائش ہو تو اس کو دیکھ کر
جتنا پیار آتا ہے اتنا احترام آتا نہیں

o

شوق سے لخت جگر نور نظر پیدا کرو
ظالمو! تھوڑی سی گندم بھی مگر پیدا کرو

میری دشواری کا کوئی حل مرے چارہ گرو
جلد تر، آسان تر اور مختصر پیدا کرو

میں بتاتا ہوں زوال اہل یورپ کا پلان
اہل یورپ کو مسلمانوں کے گھر پیدا کرو

کیا چھچھوندر سے نکالے ہیں یہ بچے شیخ جی
قبلہ عالم انہیں بار دگر پیدا کرو

کلرک

خالق نے جب ازل میں بنایا کلرک کو
لوح و قلم کا جلوہ دکھایا کلرک کو

کرسی پہ پھر اٹھایا بٹھایا کلرک کو
افسر کے ساتھ پن سے لگایا کلرک کو

مٹی گدھے کی ڈال کر اس کی سرشت میں
داخل مشقتوں کو کیا سرنوشت میں

چپڑاسی ساتھ خلد میں جب لے گیا اسے
حوروں نے کچھ مذاق کئے کچھ ملک ہنسے

ہاتف کی دفعتاً یہ صدا آئی غیب سے
''دیکھو اسے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو''

آدم کا رف ڈرافٹ ہے کب تک ہنسو گے تم
اپروو ہو کے آیا تو سجدہ کرو گے تم

خلد بریں کو ناز تھا اپنے مکین پر
اور یہ بھی تھا مٹا ہوا اک حور عین پر

لالچ کی مہر کندہ تھی دل کے نگین پر
ٹی اے وصول کرنے کو اترا زمین پر

ابلیس راستے میں ملا کچھ سکھا دیا
اترا فلک سے تھرڈ میں انٹر لکھا دیا

دلاور فگار

موسیقی سے علاج

اک محقق نے نئی تحقیق فرما دی ہے آج
فن موسیقی سے بھی ممکن ہے انسانی علاج

سچ ہے یہ دعویٰ تو رخصت اے اطبائے کرام
مسطگی کو بندگی، قرص ملیّن کو سلام

اب مداوائے مرض ہو گا نئے انداز سے
اب ہوالشافی کی آواز آئے گی ہر ساز سے

اب تو نوٹنکی ہی میں ہو گا علاج سامعین
الفراق اے گل بنفشہ، الوداع اے پنسلین

نامور قوال پورے ڈاکٹر ہو جائیں گے
صرف سازندے جو ہیں کمپاؤنڈر ہو جائیں گے

اب دواخانوں میں ایسے بورڈ آئیں گے نظر
مطرب آتش نوا مس ناز لیڈی ڈاکٹر

تھرمامیٹر کی جگہ منہ میں لگا کر بانسری
ڈاکٹر دیکھے گا کیا حالت ہے اب بیمار کی

موت بھی اس شخص تک آتے ہوئے گھبرائے گی
جس کے سر پر نزع میں ڈفلی بجائی جائے گی

چونکہ نسخوں میں رعایت ہو گی صرف اشعار کی
صرف شاعر کو جگہ دی جائے گی عطار کی

پڑ گئے معجون میں کیڑے خمیرہ سڑ گیا
بوعلی سینا کی امیدوں پہ پانی پڑ گیا

حضرت اجمل کے جادو کا اثر زائل ہوا
آدمی فیاض خاں کے آرٹ کا قائل ہوا

اس کو کہتے ہیں خدا کی دین یہ ہوتی ہے دین
اب سول سرجن بنے گا جانشین تان سین

اب اطباء بھی نظر آئیں گے شہنائی بدست
شربت عناب کی بوتل کو پیغام شکست

ان سے کہہ دو مبتلا ہیں جو کسی آزار میں
اب شفاخانے کھلیں گے حسن کے بازار میں

قبض کے مارے ہوئے بیمار کو کر دو خبر
ایک ٹھمری میں ہے اطریفل زمانی کا اثر

اب تو اخباروں میں شائع ہوں گے ایسے اشتہار
جملہ امراض خصوصی کی دوا طبلہ، ستار

جملہ امراض خبیثہ کی دوائے کارگر
نغمۂ ساحر بہ آواز لتا منگیشکر

ضعف معدہ ہو تو مس کجن کی قوالی سنو
خشک کھانسی ہو تو نظم حضرت حالی سنو

کیا ضروری ہے کہ پیچش کی دوا ہو اسپغول
ادویہ تو اور بھی ہیں، بین باجا، بینڈ، ڈھول

اختلاج قلب کی واحد دوا ہے آج کل
بیکل اتساہی سے سنئیے اے مری جاں اک غزل

اس طرح نسخہ لکھے گا چارہ ساز نبض بیں
دادرا دس بار، ٹھمری دو عدد اک بھیرویں

رشوت

حاکم رشوت ستاں فکر گرفتاری نہ کر
کر رہائی کی کوئی آسان صورت، چھوٹ جا
میں بتاؤں تجھ کو تدبیر رہائی مجھ سے پوچھ
"لے کے رشوت پھنس گیا ہے دے کے رشوت چھوٹ جا"

جلسہ

شاعروں کا اک عظیم الشان جلسہ تھا فگار
حاضرین بزم تھے اس بزم میں گنتی کے تین
اور ان تینوں کی اب تفصیل بھی سن لیجئے
اک جناب صدر، اک سیکرٹری، اک سامعین

سکڑ گیا

سکتہ تھا ایک شاعر اعظم کے شعر میں
یہ دیکھ کر تو میں بھی تعجب میں پڑ گیا
پوچھی جو اس کی وجہ تو کہنے لگے جناب
سردی بہت شدید تھی مصرع سکڑ گیا

احمق پھپھوندوی

o

دور دورہ ہے چمن میں ظلم کا بیداد کا
خوب الو بولتا ہے ان دنوں صیاد کا
جس قدر عزت اسیرِ زلف کی زنداں میں ہے
احترام اتنا تو ہو سسرال میں داماد کا

o

انساں کو خوب ہی صلۂ ارتقا ملا
بس ایک ہی چھلانگ میں بندر سے جا ملا
مجھ سے بھی آ ملا وہ عدو سے بھی جا ملا
کچھ اس کی پالسی کا نہ اب تک پتا ملا

o

دیر سے بیٹھے ہیں باتوں میں نہ ٹال اے ساقی
وہ جو اس روز پلائی تھی، نکال اے ساقی
جب ترے رند نے دی اہلِ وفا کو اسپیچ
گونج اُٹھا تالیوں کے شور سے ہال اے ساقی

ظریف جبلپوری

ترا کیا جاتا ہے

روز آ آ کے جو ناصح مرا سر کھاتا ہے
میں بس اتنا ہی سمجھتا ہوں کہ سمجھاتا ہے
میری اک بات پہ سو بار ''نہیں'' کی تو نے
ایک ''ہاں'' کرنے میں آخر ترا کیا جاتا ہے

مکینک شاعر

بیٹھے بیٹھے دل میں اک شاعر کے یہ آیا خیال
شاعری سے بڑھ کے بھی دنیا کو دکھلائے کمال
روشنی میں شمس کی ڈھونڈا تو سانچہ مل گیا
اتفاقاً اس کو اک موٹر کا ڈھانچہ مل گیا
ٹیوب ٹائر برسٹ اور انجن کی حالت تھی خراب
بجتے تھے مڈگارڈ جیسے بجتے ہیں چنگ و رباب
کچھ کلچ میں تھی خرابی اور ٹوٹے تھے بریک
سر سے پا تک اسکرو ڈھیلا تھا اس کا ایک ایک
اس کے بیرنگ گل چکے تھے اور گجن پن تھے خراب
یعنی سورج کی طرح ڈھلتا ہی جاتا تھا شباب
اس قدر تھی سنگدل اور اس قدر تھی کج ادا
آہ کہ اگزاسٹ پائپ سے دھواں اٹھتا نہ تھا
لاکھ کہیئے کار لیکن کار ہو سکتی نہ تھی
سیلف سے اس کی خودی بیدار ہو سکتی نہ تھی

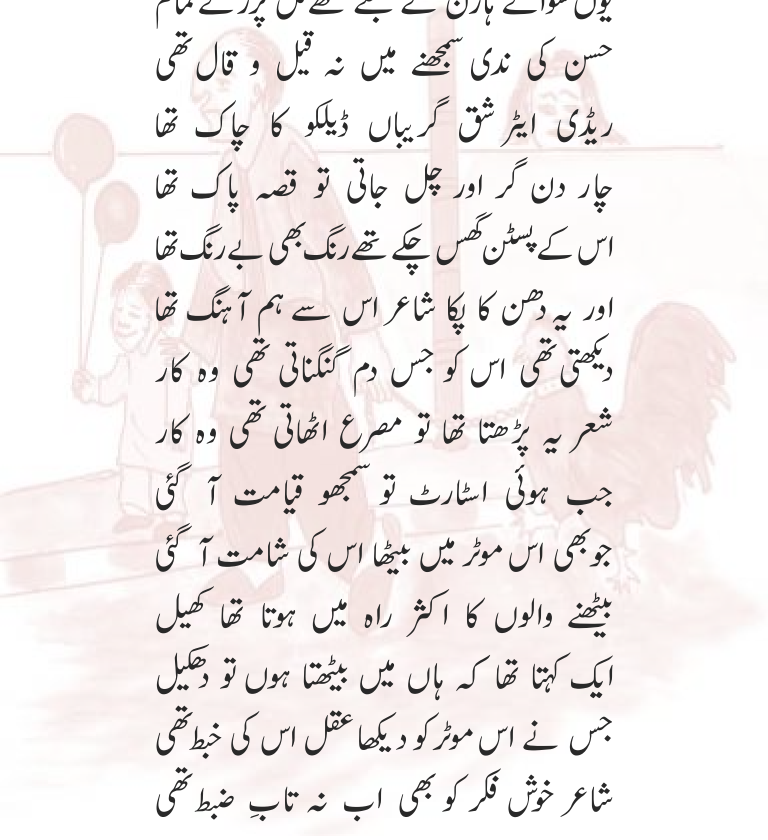

راستے سے اس کو لوگوں کو ہٹانے سے تھا کام
یوں سوائے ہارن کے بجتے تھے کل پرزے تمام
حسن کی ندی سمجھنے میں نہ قیل و قال تھی
ریڈی ایٹر شق گریباں ڈیلکو کا چاک تھا
چار دن گر اور چل جاتی تو قصہ پاک تھا
اس کے پسٹن گھس چکے تھے رنگ بھی بے رنگ تھا
اور یہ دھن کا پکا شاعر اس سے ہم آہنگ تھا
دیکھتی تھی اس کو جس دم گنگناتی تھی وہ کار
شعر یہ پڑھتا تھا تو مصرع اٹھاتی تھی وہ کار
جب ہوئی اسٹارٹ تو سمجھو قیامت آ گئی
جو بھی اس موٹر میں بیٹھا اس کی شامت آ گئی
بیٹھنے والوں کا اکثر راہ میں ہوتا تھا کھیل
ایک کہتا تھا کہ ہاں میں بیٹھتا ہوں تو دھکیل
جس نے اس موٹر کو دیکھا عقل اس کی خبط تھی
شاعر خوش فکر کو بھی اب نہ تابِ ضبط تھی

نذیر احمد شیخ

الماری

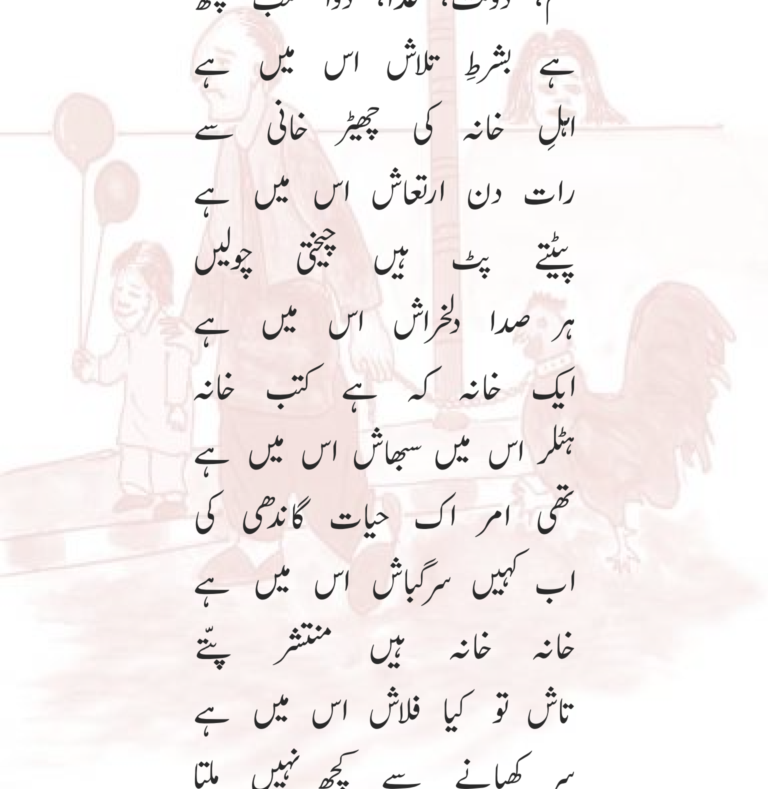

مونگ اس میں ہے ماش اس میں ہے
ایک پیٹھے کی لاش اس میں ہے

علم، دولت، غذا، دوا سب کچھ
ہے بشرطِ تلاش اس میں ہے

اہلِ خانہ کی چھیڑ خانی سے
رات دن ارتعاش اس میں ہے

پیٹتے پٹ ہیں چیختی چولیں
ہر صدا دلخراش اس میں ہے

ایک خانہ کہ ہے کتب خانہ
ہٹلر اس میں سبھاش اس میں ہے

تھی امر اک حیات گاندھی کی
اب کہیں سرگباش اس میں ہے

خانہ خانہ ہیں منتشر پتّے
تاش تو کیا فلاش اس میں ہے

سر کھپانے سے کچھ نہیں ملتا
اس قدر سرکھپاش اس میں ہے

جستجو ہی میں غم غلط کر لو
اتنی ''خالی مباش'' اس میں ہے

جل کے چولھے پہ بجھ گئی ہانڈی
آلوؤں کی تلاش اس میں ہے
سارے کنبے کے بڑھ گئے ناخن
کیونکہ ناخن تراش اس میں ہے
صبح دم آئینہ نیا رکھ دو
شام تک پاش پاش اس میں ہے
کاش لیموں سنبھال کر رکھتے
اب تو لیمن سکاش اس میں ہے
گھر کی چڑیوں نے گھونسلے چھوڑے
آج کل بودوباش اس میں ہے
پہلے چوہا گھسا تھا، پھر بلّی
اب سگ بدمعاش اس میں ہے

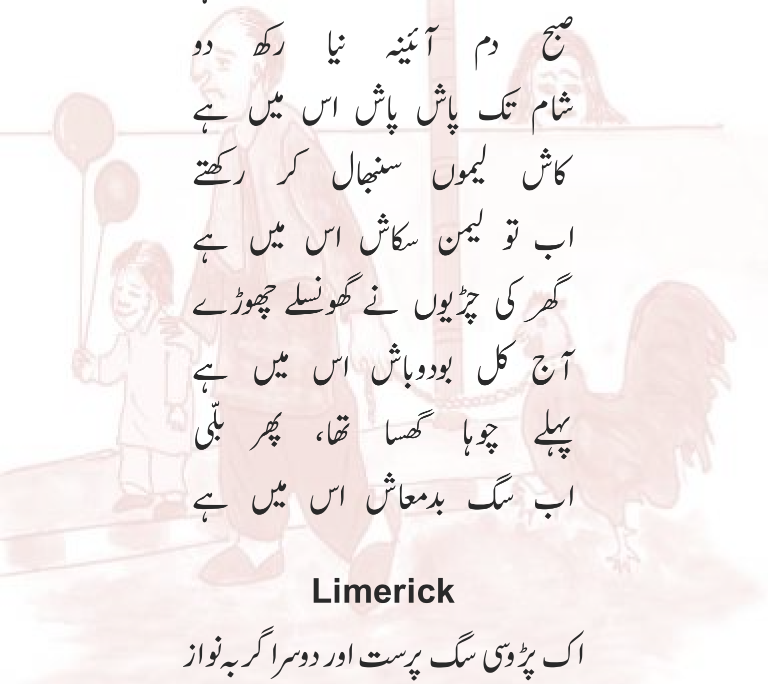

Limerick

اک پڑوسی سگ پرست اور دوسرا گربہ نواز
سگ ہُوا گربہ طلب گربہ ہوئی پنجہ دراز
مُنہ جو دونوں کا ملا رگڑا ہُوا
دو گھروں میں رات بھر جھگڑا ہُوا
اب پڑوسی ایک مسجد میں نہیں پڑھتے نماز

آزر عسکری

صحت لفظی

جنون صحت لفظی نہ پوچھو
خطیب شہر کا جھٹکا ہوا ہے
پڑے ہیں کل سے سی۔ایم۔ایچ میں حضرت
گلے میں ''عین'' اک اٹکا ہوا ہے

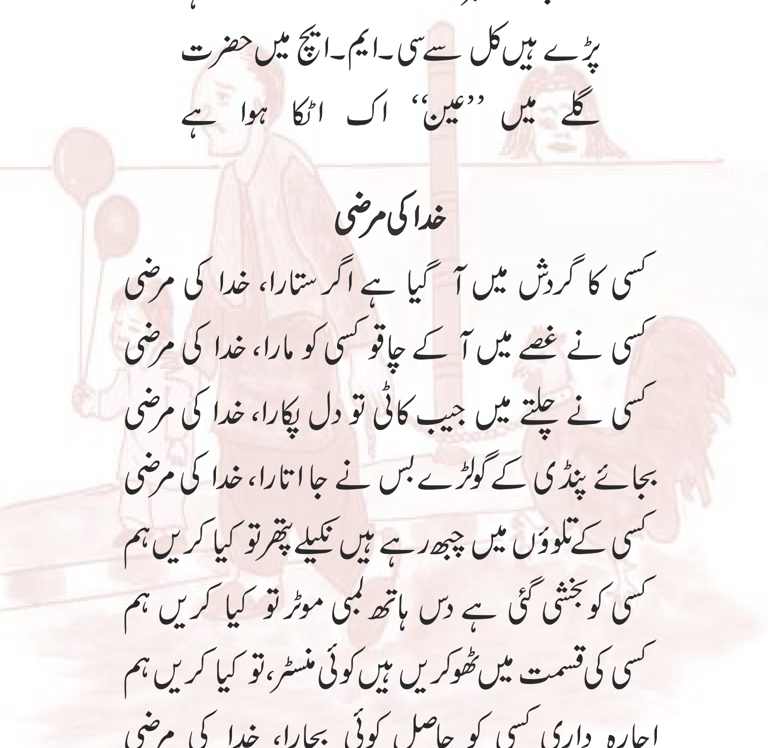

خدا کی مرضی

کسی کا گردش میں آ گیا ہے اگر ستارا، خدا کی مرضی
کسی نے غصے میں آ کے چاقو کسی کو مارا، خدا کی مرضی
کسی نے چلتے میں جیب کاٹی تو دل پکارا، خدا کی مرضی
بجائے پنڈی کے گولڑے بس نے جا اتارا، خدا کی مرضی
کسی کے تلوؤں میں چبھ رہے ہیں نکیلے پتھر تو کیا کریں ہم
کسی کو بخشی گئی ہے دس ہاتھ لمبی موٹر تو کیا کریں ہم
کسی کی قسمت میں ٹھوکریں ہیں کوئی منسٹر، تو کیا کریں ہم
اجارہ داری کسی کو حاصل کوئی بچارا، خدا کی مرضی
گیا زمانہ وہ بیل گاڑی کا اب تو دنیا بدل گئی ہے
لکھی ہے چالیس گرچہ اسپیڈ، سو سے آگے نکل گئی ہے
وہ تیز رفتار بس الٹ کر کئی مسافر کچل گئی ہے
ڈرائیور کا قصور کب ہے خدا نے مارا خدا کی مرضی

اسد ملتانی

O

اہل یورپ کو جو ہے نوح کی کشتی کی تلاش
اس سے ثابت یہی ہوتا ہے کہ طوفان آیا
ہم پشاور گئے پنڈی گئے لاہور گئے
جس طرف کو بھی گئے راہ میں ملتان آیا

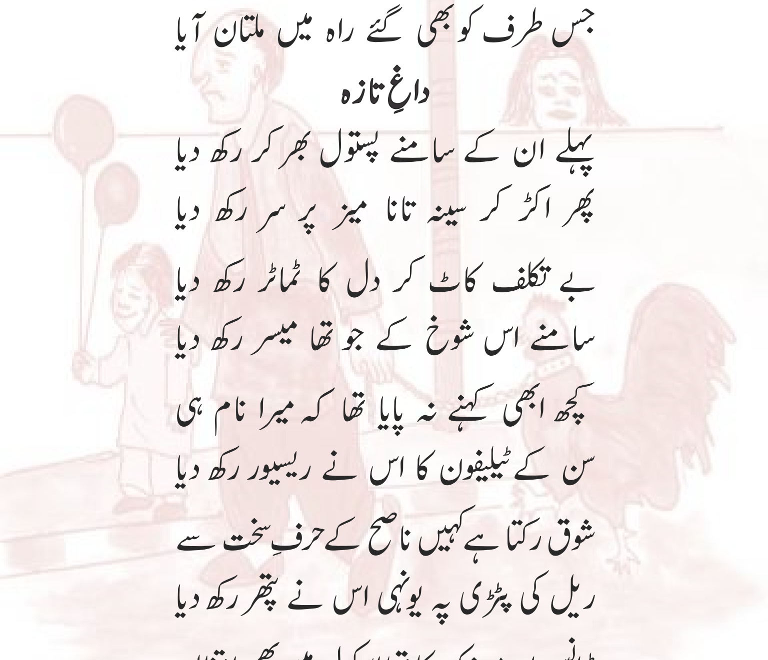

داغِ تازہ

پہلے ان کے سامنے پستول بھر کر رکھ دیا
پھر اکڑ کر سینہ تانا میز پر سر رکھ دیا

بے تکلف کاٹ کر دل کا ٹماٹر رکھ دیا
سامنے اس شوخ کے جو تھا میسر رکھ دیا

کچھ ابھی کہنے نہ پایا تھا کہ میرا نام ہی
سن کے ٹیلیفون کا اس نے ریسیور رکھ دیا

شوق رکتا ہے کہیں ناصح کے حرفِ سخت سے
ریل کی پٹڑی پہ یونہی اس نے پتھر رکھ دیا

ڈانس اور میوزک کا تھا اسکول میں بھی انتظام
پھر بھی دختر کو انہوں نے گھر پہ ٹیوٹر رکھ دیا

کوئے جاناں میں مچایا سب سے بڑھ کر جس نے شور
عام لوگوں نے اُسی کا نام لیڈر رکھ دیا

حسن کے موضوع پر کالج کی اک تقریب میں
نوجوانوں نے اسد میرا بھی لیکچر رکھ دیا

مسٹر دہلوی

منشور

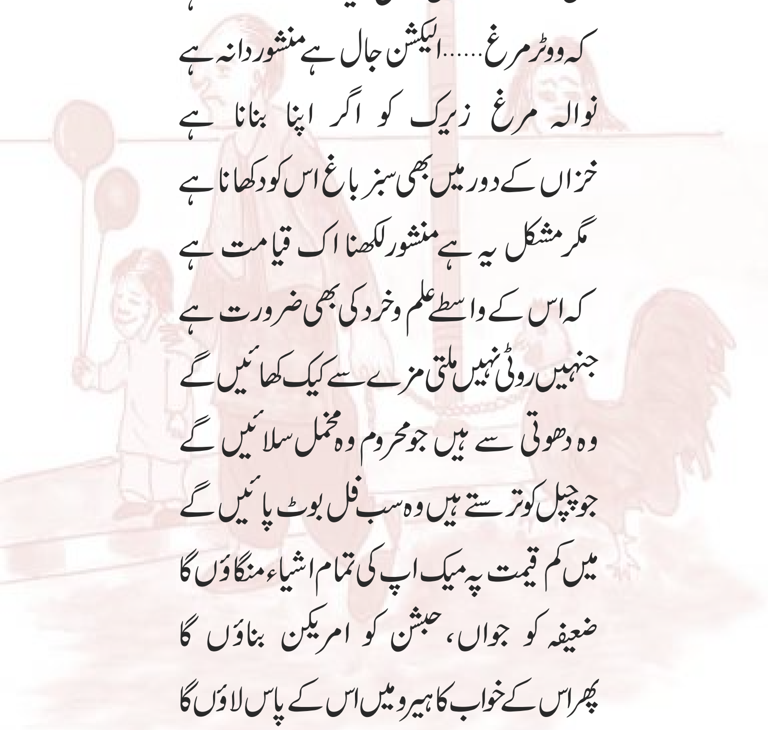

میں جھوٹا تو نہیں لیکن یہ دستور زمانہ ہے
کہ ووٹر مرغ......الیکشن جال ہے منشور دانہ ہے
نوالہ مرغ زیرک کو اگر اپنا بنانا ہے
خزاں کے دور میں بھی سبز باغ اس کو دکھانا ہے
مگر مشکل یہ ہے منشور لکھنا اک قیامت ہے
کہ اس کے واسطے علم وخرد کی بھی ضرورت ہے
جنہیں روٹی نہیں ملتی مزے سے کیک کھائیں گے
وہ دھوتی سے ہیں جو محروم وہ مخمل سلائیں گے
جو چپل کو ترستے ہیں وہ سب فل بوٹ پائیں گے
میں کم قیمت پہ میک اپ کی تمام اشیاء منگاؤں گا
ضعیفہ کو جواں، حبشن کو امریکن بناؤں گا
پھر اس کے خواب کا ہیرو میں اس کے پاس لاؤں گا
سبق پھر ''زن مریدی'' کا میں ہیرو کو پڑھاؤں گا
یہ ہوگا کس طرح فرصت میں ساری گفتگو ہوگی
گلے میں ہار پڑ جائیں تبھی یہ جستجو ہو گی

بلبل کاشمیری

فرنگی نرس

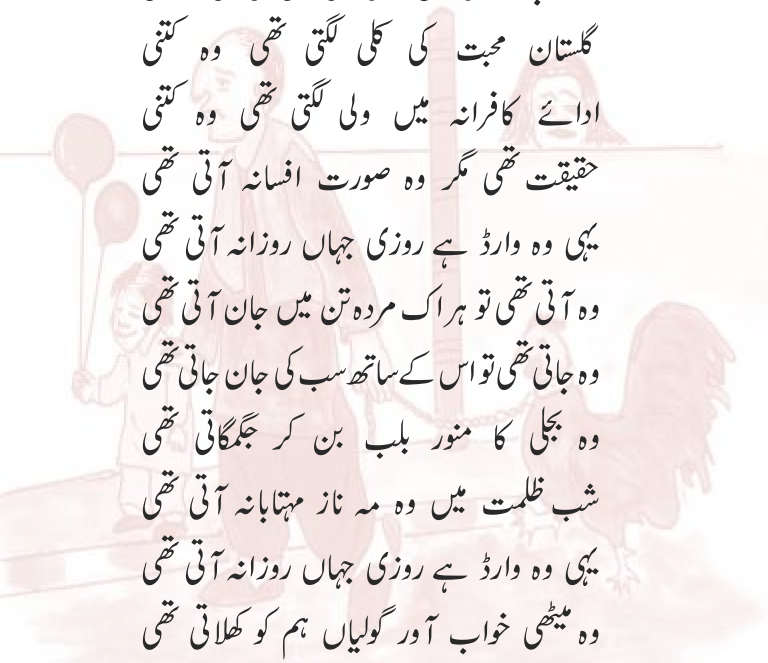

وہ جب وردی میں ہوتی تھی بھلی لگتی تھی وہ کتنی
گلستانِ محبت کی کلی لگتی تھی وہ کتنی
ادائے کافرانہ میں ولی لگتی تھی وہ کتنی
حقیقت تھی مگر وہ صورت افسانہ آتی تھی
یہی وہ وارڈ ہے روزی جہاں روزانہ آتی تھی
وہ آتی تھی تو ہر اک مردہ تن میں جان آتی تھی
وہ جاتی تھی تو اس کے ساتھ سب کی جان جاتی تھی
وہ بجلی کا منور بلب بن کر جگمگاتی تھی
شب ظلمت میں وہ مہ ناز مہتابانہ آتی تھی
یہی وہ وارڈ ہے روزی جہاں روزانہ آتی تھی
وہ میٹھی خواب آور گولیاں ہم کو کھلاتی تھی
سلاتی تھی، جگاتی تھی، اٹھاتی تھی، بٹھاتی تھی
چبھو کر دل میں پچکاری وہ ہنس ہنس کر رلاتی تھی
فرنگن تھی پہ تیر و ترکش ترکانہ آتی تھی
یہی وہ وارڈ ہے روزی جہاں روزانہ آتی تھی

مچھلی

میں تو کھا لیتا ہُوں مچھلی سات دن میں ایک بار
شربتِ دیدار تیرا نوش فرمانے کے بعد
دل تڑپتا ہے مگر دو بار مچھلی کی طرح
''اک ترے آنے سے پہلے اک ترے جانے کے بعد''

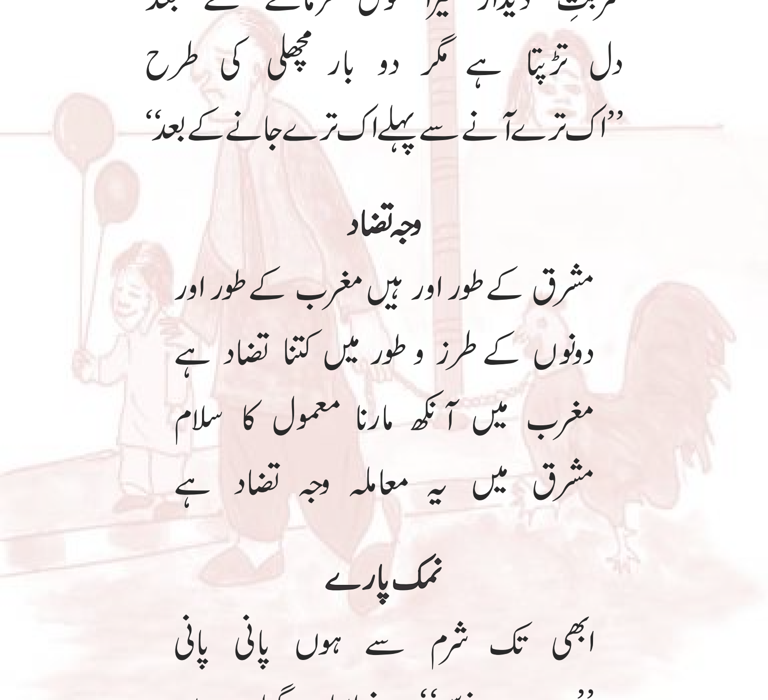

وجہ تضاد

مشرق کے طور اور ہیں مغرب کے طور اور
دونوں کے طرز و طور میں کتنا تضاد ہے
مغرب میں آنکھ مارنا معمول کا سلام
مشرق میں یہ معاملہ وجہ تضاد ہے

نمک پارے

ابھی تک شرم سے ہوں پانی پانی
''بدست نرس'' نہلایا گیا ہوں
نئی اچکن ہے فٹ اتنی کہ جیسے
میں اس اچکن میں سلوایا گیا ہوں

عطاء الحق قاسمی

o

کل رات قرض خواہوں کو مُشکل سے ٹال کر
دفتر جو پہنچے سب نے دی تنخواہ کی خبر
تنخواہ لینے پہنچے تو بولا یہ کیشئر
فی الحال کتنے پیسوں میں ہو جائے گی گزر

میں نے کہا کہ میرا تو جینا عذاب ہے
ہاتھوں سے قرض خواہوں کے مٹی خراب ہے
ہنس ہنس کے کیشئر نے مری داستاں سُنی
پھر یہ دیا جواب کہ اب چھوڑ شاعری

بنتے ہیں چار سو ترے فی الحال چار رکھ
''پیوستہ رہ شجر سے امیدِ بہار رکھ''

سہرا

کُچھ تم نے بھی سنا ہے یہ کیا ماجرا ہُوا
یوسف ہمارا ہاتھ زلیخا کے بِک گیا
ساری نصیحتیں گئیں اپنی حرام میں
لونڈا غریب آ گیا بڑھیا کے دام میں

مسٹر ہنوز ایک گُلِ نودمیدہ ہے
مادام سردوگرمِ زمانہ چشیدہ ہے
افسوس ان کو ہو گا کہ یہ رات بھی گئی
''اس عاشقی میں عزّتِ سادات بھی گئی''

عاشق محمد غوری

o

مژدہ ہو آج تم کو مریضانِ آرزو
لاحق مجھے بھی ہو گیا یرقانِ آرزو

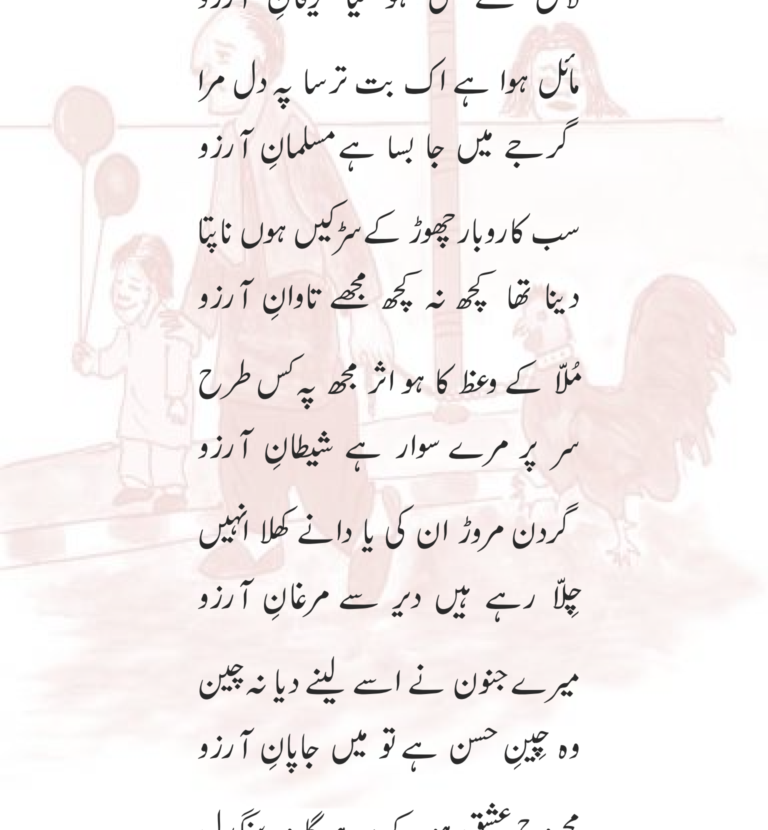

مائل ہوا ہے اک بت ترسا پہ دل مرا
گرجے میں جا بسا ہے مسلمانِ آرزو

سب کاروبار چھوڑ کے سڑکیں ہوں ناپتا
دینا تھا کچھ نہ کچھ مجھے تاوانِ آرزو

مُلّا کے وعظ کا ہو اثر مجھ پہ کس طرح
سر پر مرے سوار ہے شیطانِ آرزو

گردن مروڑ ان کی یا دانے کھلا انہیں
چِلّا رہے ہیں دیر سے مرغانِ آرزو

میرے جنون نے اسے لینے دیا نہ چین
وہ چینِ حسن ہے تو میں جاپانِ آرزو

مجروح عشق ہو کے رہے گا وہ سنگدل
عاشق نے بھی ہے سونت لی کرپانِ آرزو

رضا واہی نقوی

O

شاعر بسیار گو سے ہے یہ میری التماس
آپ یوں للہ سامع کو نہ کیجے بدحواس

آپ کے اشعار ہیں یا ٹڈیوں کی فوج ہے
اک بلائے ناگہانی موج اندر موج ہے

مختصر سی رسم ختنہ اور اس پر تیس شعر
عقد کے دو بول کی تقریب اور چالیس شعر

اس طرف کوئی مرا اور نطق گوہر بار ہے
لاش ابھی اٹھی نہیں اور نظم اک تیار ہے

میں نے مانا شاعری کا آپ کو بحران ہے
آپ کی فکر سخن پرچون کی دکان ہے

آپ ڈھیلی کر کے رکھ دیتے ہیں نس نس شعر کی
اف یہ چوغزلہ اور اس پر ہر غزل دس شعر کی

آپ کو جتنے قوافی مل سکے فرہنگ میں
ان کو ٹھونسا لا کے غزلوں کی قبائے تنگ میں

آپ کے سر پر مسلط جذبۂ تحسین ہے
اور ادھر سب کی زبان پر سورہ یٰسین ہے

ڈاکٹر ثمر ملتانی

O

طالب دیدار ہوں دیدار ہونا چاہیے
حسن رنگیں کا ذرا پرچار ہونا چاہیے

باپ اس کا چاہتا ہے اس کی شادی کے لئے
ریلوے کا کوئی ٹھیکیدار ہونا چاہیے

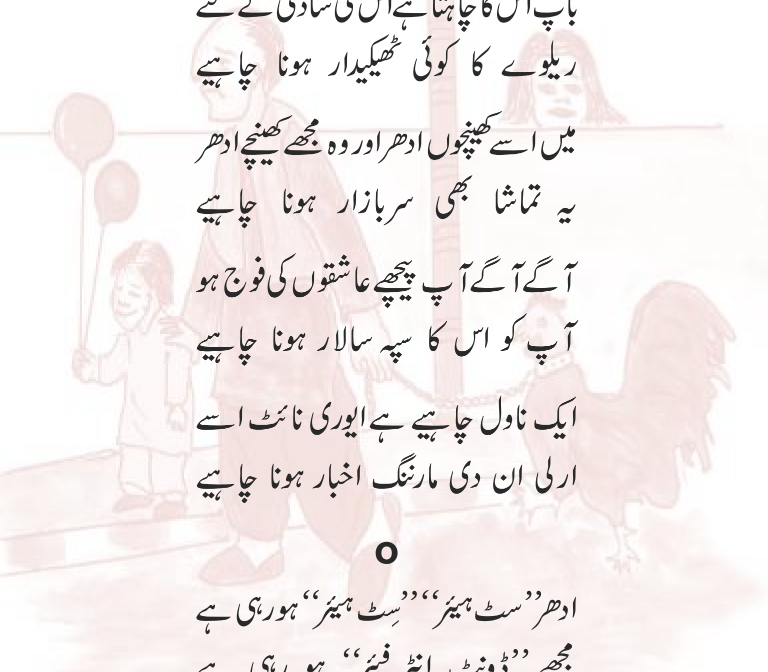

میں اسے کھینچوں ادھر اور وہ مجھے کھینچے ادھر
یہ تماشا بھی سربازار ہونا چاہیے

آگے آگے آپ پیچھے عاشقوں کی فوج ہو
آپ کو اس کا سپہ سالار ہونا چاہیے

ایک ناول چاہیے ہے ایوری نائٹ اسے
ارلی ان دی مارننگ اخبار ہونا چاہیے

O

ادھر ''سٹ ہیئر'' ''سِٹ ہیئر'' ہو رہی ہے
مجھے ''ڈونٹ انٹرفیئر'' ہو رہی ہے

مجھے کہتے ہیں ''گو اوے'' اہلِ محفل
تجھے ''ڈارلنگ'' اور ''ڈیئر'' ہو رہی ہے

پلاتے ہیں غیروں کو وسکی برانڈی
مگر ''سروُ'' ہم کو ''بیئر'' ہو رہی ہے

حکیم غلام نبی حکیم

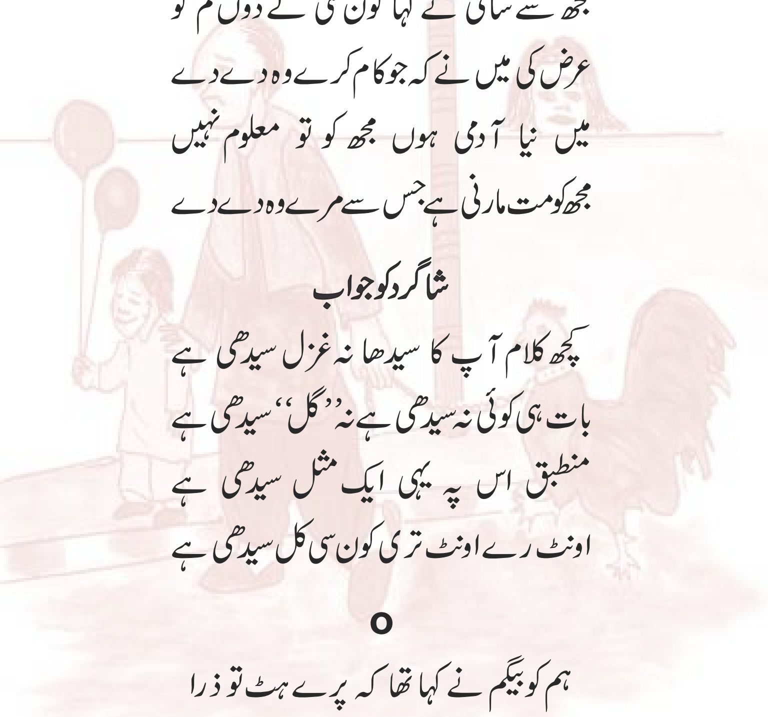

قطعہ

مجھ سے ساقی نے کہا کون سی لے دوں تم کو
عرض کی میں نے کہ جو کام کرے وہ دے دے
میں نیا آدمی ہوں مجھ کو تو معلوم نہیں
مجھ کو مت مارنی ہے جس سے مرے وہ دے دے

شاگرد کو جواب

کچھ کلام آپ کا سیدھا نہ غزل سیدھی ہے
بات ہی کوئی نہ سیدھی ہے نہ ''گل'' سیدھی ہے
منطبق اس پہ یہی ایک مثل سیدھی ہے
اونٹ رے اونٹ تری کون سی کل سیدھی ہے

o

ہم کو بیگم نے کہا تھا کہ پرے ہٹ تو ذرا
اور ہٹ اور تو ہم ہٹ گئے فی الفور پرے
پوچھ بھیجا ہے یہ لندن سے کراچی میں انہیں
اتنا کافی ہے کہ ہٹ جاؤں ذرا اور پرے

ہُدہُد الشعرا

باز کی ہجو

جسے کہتے ہیں ہد ہد وہ تو نر شیروں کا دادا ہے
مقابل تیرے کیا ہو تو تو اک جرہّ کی مادہ ہے

گرا بکے بازڑی میداں میں آئی سامنے تیرے
تو دُم میں پر نہ چھوڑوں گا یہی میرا ارادہ ہے

مقرر باز جو اپنا تخلص ہے کیا تو نے
ہوا معلوم یہ اس سے کہ گھر تیرا کشادہ ہے

ادب اے بے ادب اب تک نہیں تجھ کو خبر اس کی
کہ ہدہد سب جہاں کے طائروں کا پیرزادہ ہے

قصیدہ بہادر شاہ

جو تیری مدح میں میں چونچ اپنی وا کر دوں
تو رشک باغ ارم اپنا گھونسلہ کر دوں

جو کچھ ریاض کرے میرے آگے موسیقار
تو ایسے کان مروڑوں کہ بے سُرا کر دوں

جو سرکشی کرے آگے مرے ہما آ کر
تو اس کے نوچ کے پر، شکل نیولا کر دوں

انور مسعود

سائیڈ ایفیکٹس

سر درد میں گولی یہ بڑی زود اثر ہے
پر تھوڑا سا نقصان بھی ہو سکتا ہے اس سے

ہو سکتی ہے پیدا کوئی تبخیر کی صورت
دل تنگ و پریشان بھی ہو سکتا ہے اس سے

ہو سکتی ہے کچھ ثقل سماعت کی شکایت
بیکار کوئی کان بھی ہو سکتا ہے اس سے

ممکن ہے خرابی کوئی ہو جائے جگر میں
ہاں آپ کو یرقان بھی ہو سکتا ہے اس سے

پڑ سکتی ہے کچھ جلد خراشی کی ضرورت
خارش کا امکان بھی ہو سکتا ہے اس سے

ہو سکتی ہیں یادیں بھی ذرا سی متاثر
معمولی سا نسیان بھی ہو سکتا ہے اس سے

بینائی کے حق میں بھی یہ گولی نہیں اچھی
دیدہ کوئی حیران بھی ہو سکتا ہے اس سے

ہو سکتا ہے لاحق کوئی پیچیدہ مرض بھی
گردہ کوئی ویران بھی ہو سکتا ہے اس سے

ممکن ہے کہ ہو جائے نشہ اس سے ذرا سا
پھر آپ کا چالان بھی ہو سکتا ہے اس سے

انشورنس ایجنٹ

آپ کرائیں ہم سے بیمہ چھوڑیں سب اندیشوں کو
اس خدمت میں سب سے بڑھ کر روشن نام ہمارا ہے
خاصی دولت مل جائے گی آپ کے بیوی بچوں کو
آپ تسلی سے مر جائیں باقی کام ہمارا ہے

o

لوگ تو رہتے ہیں ہر لمحے ٹوہ میں ایسی باتوں کی
پیار محبت کے ہیں دشمن دل کے ایسے کالے ہیں
دیکھئے کچھ محتاط ہی رہیئے اس جاسوس زمانے سے
میں بھی بچوں والی ہوں اور آپ بھی بچوں والے ہیں

مضروب

جو چوٹ بھی لگی ہے وہ پہلے سے بڑھ کے تھی
ہر ضرب کربناک پہ میں تلملا اٹھا
پانی کا سوئی گیس کا بجلی کا فون کا
بل اتنے مل گئے ہیں کہ میں بلبلا اٹھا

چالان

آپ بے جرم یقیناً ہیں مگر یہ فدوی
آج اس کام پہ مامور بھی مجبور بھی ہے
عید کا روز ہے کچھ آپ کو دینا ہو گا
رسم دنیا بھی ہے موقع بھی ہے دستور بھی ہے

عادتاً

بھولے سے ہوگئی ہے اگرچہ یہ اس سے بات
ایسی نہیں یہ بات جسے بھول جایئے
ہے کس بلا کا فوٹو گرافر ستم ظریف
میّت سے کہہ رہا ہے ذرا مسکرایئے

ترکی بہ ترکی

اپنی زوجہ سے کہا اک مولوی نے نیک بخت
تیری تربت پر لکھوں تحریر کس مفہوم کی
اہلیہ بولی عبارت سب سے موزوں ہے یہی
دفن ہے زوجہ یہاں پر مولوی مرحوم کی

وکیل

قبضہ دلا دیا مجھے میرے مکان کا
میرے جو ہیں وکیل عدیم النظیر ہیں
فیس ان کی پوچھتے ہو تو اب اس مکان میں
خود حضرت وکیل رہائش پذیر ہیں

ساغر خیامی

پس روشنی

بڑھ رہے ہیں ہر طرف عزم وعمل کے کارواں
مرغ انڈے دے رہے ہیں اور اذانیں مرغیاں
میں کہوں دور ترقی یا اسے دورِ خزاں
آدمی بے مول ہے اور پارٹس باڈی کے گراں

جو مکمل آدمی ہے بے سروسامان ہے
بوٹی بوٹی دیکھئے تو لکھ پتی انسان ہے

جب تلک اتنی ترقی سے جہاں محروم تھا
جو بھی لٹیا چور تھا وہ صورتاً مظلوم تھا
جیب کترا تک ہمارے عہد کا معصوم تھا
آنکھ اتنی قیمتی ہے کب اُسے معلوم تھا

آنکھ بس میں کاٹ لی بیگم دوانی ہو گئیں
یوں ہی کیا اچھی تھی صورت اس پہ کانی ہو گئیں

اپنے اپنے زاویے سے دیکھتی ہے سب کی آنکھ
چاہیے مطلوب کو ہر حال میں مطلب کی آنکھ
ڈھب کا رستہ کب دکھاتی ہے کسی بے ڈھب کی آنکھ
چہرۂ بیگم پہ جڑ دی مولوی صاحب کی آنکھ

آنکھ ملا جی کی لگوا دی مرے پھوٹے کرم
کچھ دنوں سے اُن کو ملانی نظر آتے ہیں ہم

ایک دن بیگم یہ بولیں اپنی نظریں موڑ کے
دانت سونے کے لگاؤ سارے خرچے چھوڑ کے
عرض کی بیگم سے ہم نے ہاتھ اپنے جوڑ کے
لے گئے ڈاکو کئی کے دانت جبڑا توڑ کے

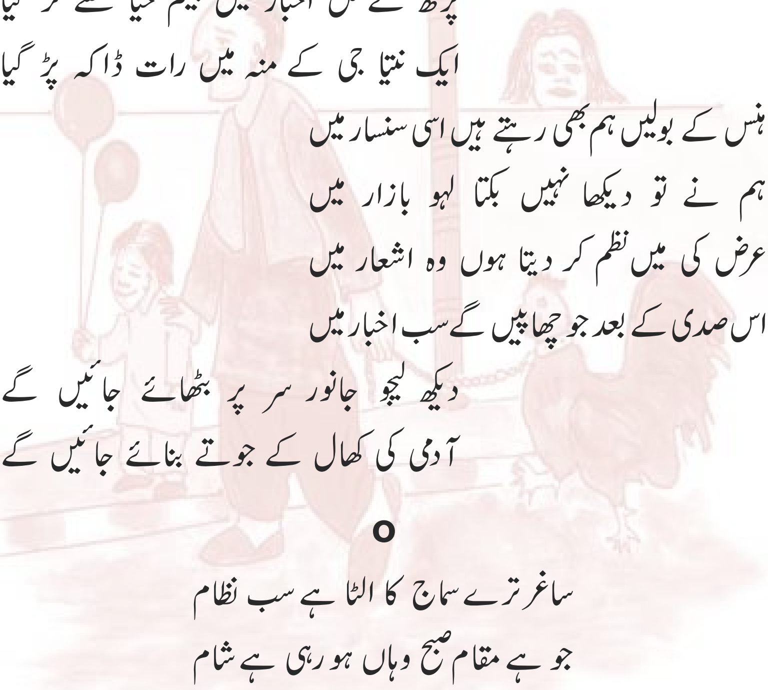

پڑھ کے کل اخبار میں بیگم حیا سے گڑ گیا
ایک نیتا جی کے منہ میں رات ڈاکہ پڑ گیا

ہنس کے بولیں ہم بھی رہتے ہیں اسی سنسار میں
ہم نے تو دیکھا نہیں بکتا لہو بازار میں
عرض کی میں نظم کر دیتا ہوں وہ اشعار میں
اس صدی کے بعد جو چھاپیں گے سب اخبار میں

دیکھ لیجو جانور سر پر بٹھائے جائیں گے
آدمی کی کھال کے جوتے بنائے جائیں گے

o

ساغر ترے سماج کا الٹا ہے سب نظام
جو ہے مقام صبح وہاں ہو رہی ہے شام
انجینئر کریں گے اگر ڈاکٹر کا کام
پھر جان لیں مریض کی ہے زندگی تمام
رونے لگا مریض فقط اتنا بول کے
ظالم کہاں چلا گیا نٹ بولٹ کھول کے

o

اک روز ہم سے کہنے لگی ایک گلبدن
عینک سے باندھ رکھی ہے کیوں آپ نے رسن
ملتا ہے کیا اسی سے یہ انداز فکر و فن
ہم نے کہا کہ ایسا نہیں ہے جناب من
بیٹھے جہاں حسین ہوں کچھ بزم عام میں
رکھتے ہیں ہم نگاہ کو اپنی لگام میں

چوکے

ہماری بیوی یہ بولیں ہمارے بچوں سے
تمہارے پاپا غم الفراق دے دیں گے
وہ جب بھی کہتے ہیں گھر کو بناؤں گا جنت
میں سوچتی ہوں مجھے وہ طلاق دے دیں گے

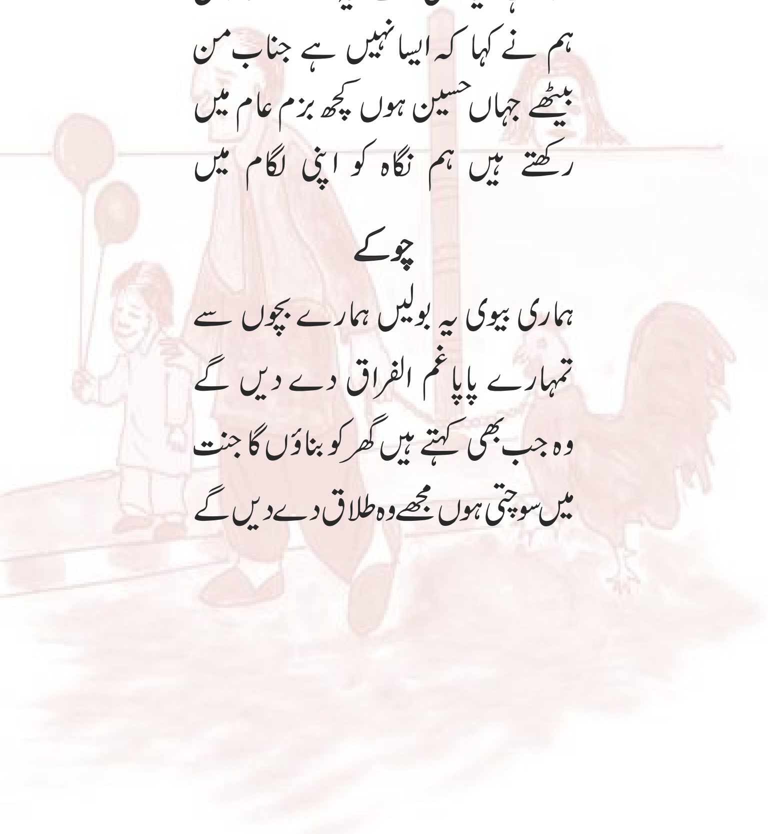

چونچال سیالکوٹی

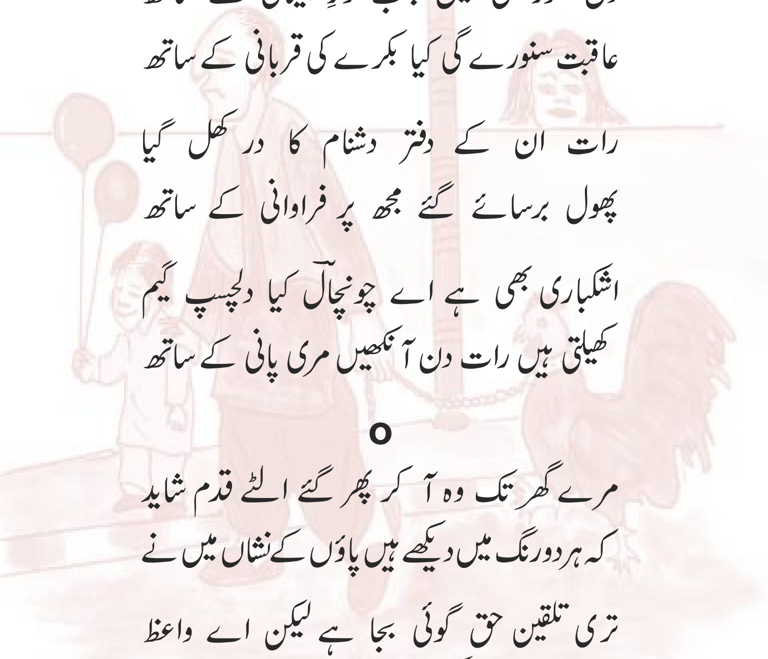

o

دل منور ہی نہیں جب نورِ ایمانی کے ساتھ
عاقبت سنورے گی کیا بکرے کی قربانی کے ساتھ

رات ان کے دفترِ دشنام کا در کھل گیا
پھول برسائے گئے مجھ پر فراوانی کے ساتھ

اشکباری بھی ہے اے چونچالؔ کیا دلچسپ گیم
کھیلتی ہیں رات دن آنکھیں مری پانی کے ساتھ

o

مرے گھر تک وہ آ کر پھر گئے الٹے قدم شاید
کہ ہر دو رنگ میں دیکھے ہیں پاؤں کے نشاں میں نے

تری تلقین حق گوئی بجا ہے لیکن اے واعظ
بڑی مشکل سے سیکھی ہے حکومت کی زباں میں نے

میں پیراشوٹ کے صدقے کہ اب اس کے بھروسے پر
''ہوا کے دوش پر رکھ دی بنائے آشیاں میں نے''

عبیرابوذری

غزل

’’ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں‘‘
پرے سے پرے سے ’’پراں‘‘ اور بھی ہیں

ابھی تو تجھے ایک چھینٹی لگی ہے
ابھی تو ترے امتحاں اور بھی ہیں

وہ اک نار ہی تو جلاتی نہیں ہے
محلے میں چنگاریاں اور بھی ہیں

وہ کھڑکی نہیں کھولتی تو نہ کھولے
نظر میں مری باریاں اور بھی ہیں

یہاں صرف تھانے ہی بکتے نہیں ہیں
یہاں پر کئی ایسے ’’تھاں‘‘ اور بھی ہیں

سمگلنگ کی شوگر، سٹا کنگ کا کینسر
وڈیروں کو بیماریاں اور بھی ہیں

o

رویا ہوں تری یاد میں دن رات مسلسل
ایسے کبھی ہوتی نہیں برسات مسلسل

آتا جو، لگا دیتا ہے دو چار طمانچے
سنتا ہی نہیں کوئی مری بات مسلسل

کانٹے کی طرح ہوں میں رقیبوں کی نظر میں
رہتے ہیں مری گھات میں چھ سات مسلسل

چہرے کو نئے ڈھب سے سجاتے ہیں وہ ہر روز
بنتے ہیں مری موت کے آلات مسلسل

اجلاس کا عنوان ہے اخلاص و مروت
بدخوئی میں مصروف ہیں حضرات مسلسل

کرتے ہیں مساوات کی تبلیغ وہ جوں جوں
بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں طبقات مسلسل

ہر روز کسی شہر میں ہوتے ہیں دھماکے
رہتی ہے مرے دیس میں شب رات مسلسل

ہر روز وہ ملتے ہیں نئے روپ میں مجھ کو
صحت پہ مری پڑتے ہیں اثرات مسلسل

پیتے نہیں، بنتی ہے تو پھر جاتی کہاں ہے؟
یہ ذہن میں اٹھتے ہیں سوالات مسلسل

عادل لکھنوی

عورتوں کی برتری

"کبھی کبھی مرے دل میں خیال آتا ہے"
جواب جس کا نہیں وہ سوال آتا ہے

کہ عورتوں کو جو مردوں پہ برتری ہوتی
مشاعرہ نہیں ہوتا مشاعری ہوتی

ہمارے حسن کے چرچے نگر نگر ہوتے
تو ان کے عشق کے قصے عروج پر ہوتے

ہماری مونچھوں میں تقدیر ان کی چکراتی
ہماری ڈاڑھی میں کالی گھٹا نظر آتی

ہمارے بالوں میں ابرق کی کہکشاں ہوتی
زمیں پہ چاند ستاروں کی داستاں ہوتی

یہ ہوتیں گھٹیا دوا بیچنے کی تدبیریں
کہ اشتہاروں میں چھپتیں ہماری تصویریں

ہماری مونچھیں نقابوں سے جب نہیں رکتیں
ہماری مونچھوں کی نوکوں پہ انگلیاں اٹھتیں

مقدروں میں لکھی ان کے نوکری ہوتی
تمام مردوں کی گودی ہری بھری ہوتی

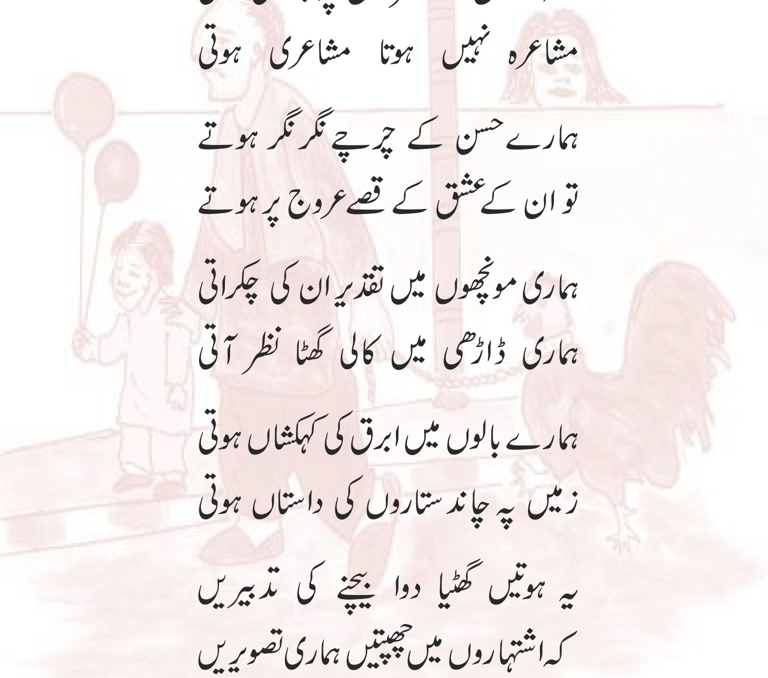

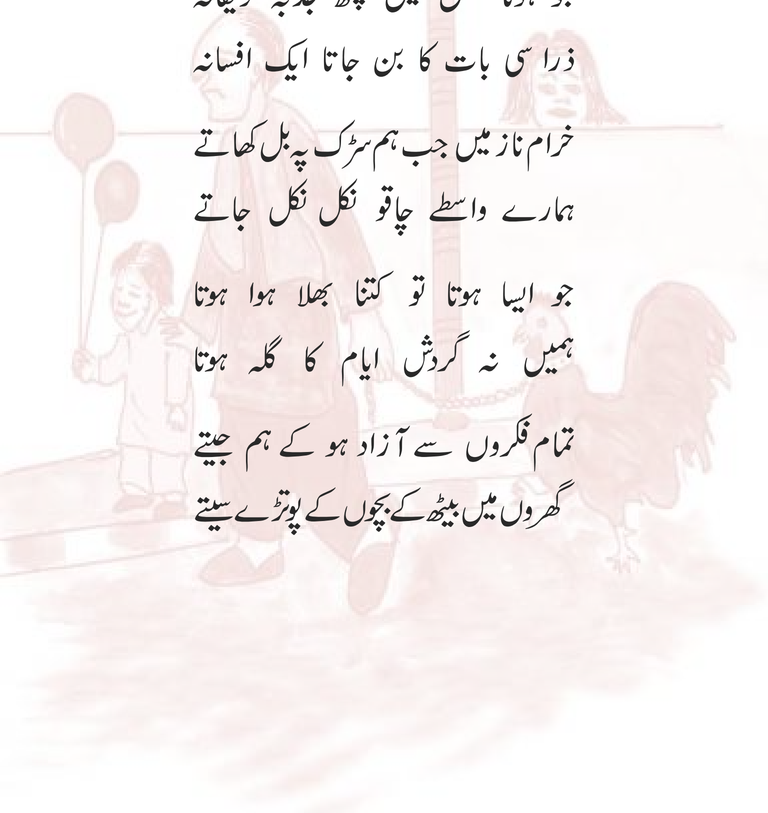

خیال یہ ہے کہ جب ہم سے عشق فرماتیں
ہمیں تو لاج ستاتی یہ ہم کو پھسلاتیں

جو ہوتا عشق میں کچھ جذبہ حریفانہ
ذرا سی بات کا بن جاتا ایک افسانہ

خرام ناز میں جب ہم سڑک پہ بل کھاتے
ہمارے واسطے چاقو نکل نکل جاتے

جو ایسا ہوتا تو کتنا بھلا ہوا ہوتا
ہمیں نہ گردش ایام کا گلہ ہوتا

تمام فکروں سے آزاد ہو کے ہم جیتے
گھروں میں بیٹھ کے بچوں کے پوتڑے سیتے

مسٹر خوامخواہ

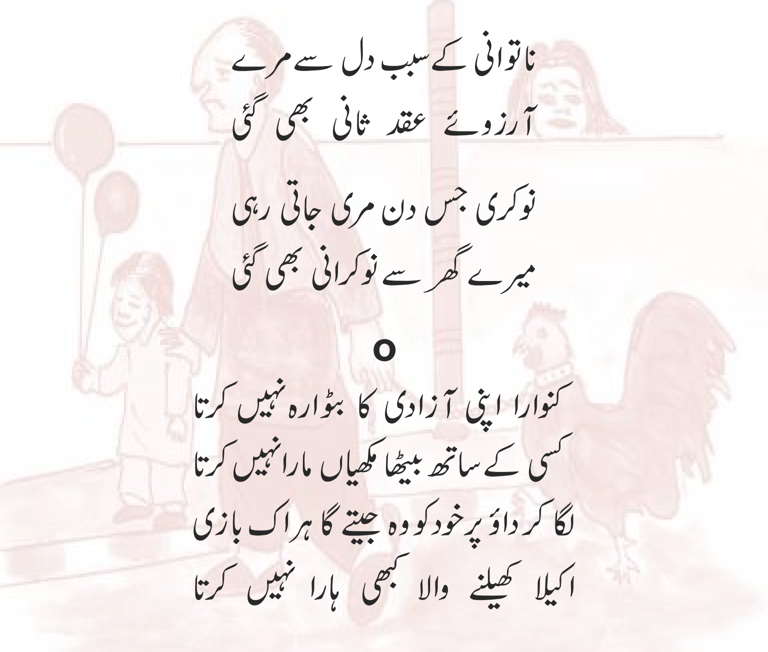

o

ساتھ بچپن کے جوانی بھی گئی
دور ماضی کی نشانی بھی گئی

ناتوانی کے سبب دل سے مرے
آرزوئے عقد ثانی بھی گئی

نوکری جس دن مری جاتی رہی
میرے گھر سے نوکرانی بھی گئی

o

کنوارا اپنی آزادی کا بٹوارہ نہیں کرتا
کسی کے ساتھ بیٹھا مکھیاں مارا نہیں کرتا
لگا کر داؤ پر خود کو وہ جیتے گا ہر اک بازی
اکیلا کھیلنے والا کبھی ہارا نہیں کرتا

o

کون سا غم ہے جو یہ حال بنا رکھا ہے
نہ تو میک اپ ہے نہ بالوں کو سجا رکھا ہے
خوامخواہ چھیڑتی رہتی ہیں یہ رخساروں کو
تم نے زلفوں کو بہت سر پہ چڑھا رکھا ہے

قاضی غلام محمد

پیروڈی

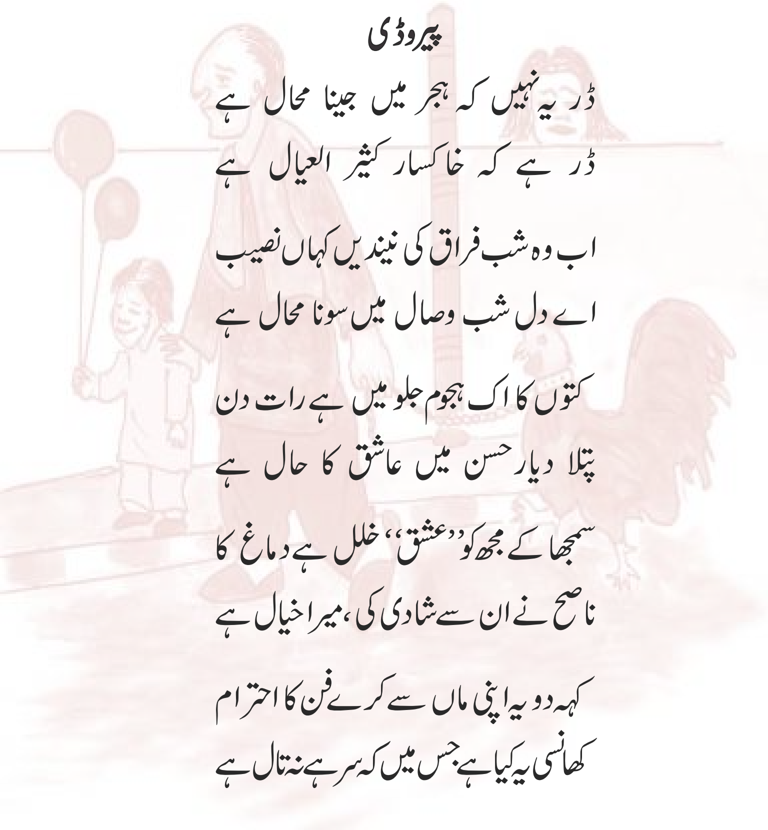

ڈر یہ نہیں کہ ہجر میں جینا محال ہے
ڈر ہے کہ خاکسار کثیر العیال ہے

اب وہ شب فراق کی نیندیں کہاں نصیب
اے دل شب وصال میں سونا محال ہے

کتوں کا اک ہجوم جلو میں ہے رات دن
پتلا دیار حسن میں عاشق کا حال ہے

سمجھا کے مجھ کو ''عشق'' خلل ہے دماغ کا
ناصح نے ان سے شادی کی، میرا خیال ہے

کہہ دو یہ اپنی ماں سے کرے فن کا احترام
کھانسی یہ کیا ہے جس میں کہ سر ہے نہ تال ہے

شہباز امروہوی

حکیم جی

حلیہ حکیم جی کا کروں کس طرح رقم
ہیبت سے اس بیاں کی جگر چاک ہے قلم

سقراط کی ہے شکل، ارسطو کا ہے حشم
بار گران طب سے ہے، قدرے کمر میں خم

تنگی جبیں میں ہے تو فراخی دہاں میں ہے
گردن میں تھوڑا رعشہ ہے لکنت زباں میں ہے

چہرے کا رنگ زرد ہے، آنکھوں کا رنگ لال
بیٹھی ہوئی ہے ناک تو اٹھے ہوئے ہیں گال

داڑھی میں آدھے کالے ہیں آدھے سفید بال
چاول یہ ہنس راج کے ہیں ماش کی وہ دال

ہے توند اگر عریض تو قامت طویل ہے
کلک قضا کا کھینچا ہوا مستطیل ہے

بیمار کوئی نبض دکھانے اگر گیا!
مسند پہ اپنے پہلو میں اس کو بٹھا لیا

حقے کا دم لگا کے کہا ہاتھ آگے لا
جیسے ہی اس نے ہاتھ کو سیدھا کیا ذرا

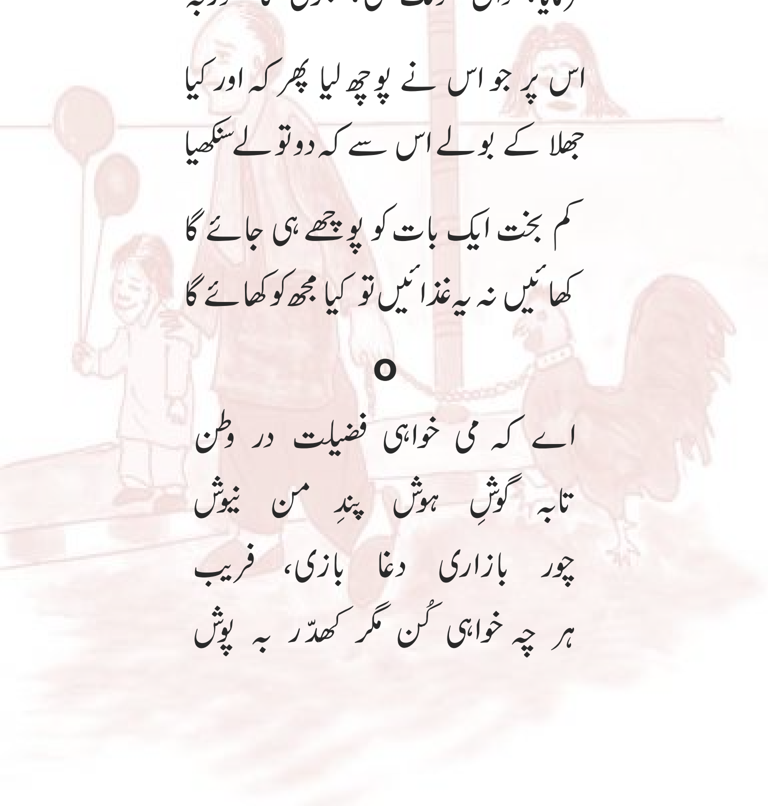

چار انگلیوں سے نبض کو اس کی پکڑ لیا
موقعہ ہوا تو پورا ہی پنجا جکڑ لیا

پوچھا اگر کسی نے کہ کھاؤں میں کیا غذا
فرمایا، دال مونگ کی، بکری کا شوربہ

اس پر جو اس نے پوچھ لیا پھر کہ اور کیا
جھلا کے بولے اس سے کہ دو تولے سنکھیا

کم بخت ایک بات کو پوچھے ہی جائے گا
کھائیں نہ یہ غذائیں تو کیا مجھ کو کھائے گا

o

اے کہ می خواہی فضیلت در وطن
تا بہ گوشِ ہوش پندِ من نیوش
چور بازاری دغا بازی، فریب
ہر چہ خواہی کُن مگر کھدّر بہ پوش

ضیاء الحق قاسمی

O

کوچۂ یار میں، میں نے جو جبیں سائی کی
اس کے ابا نے مری خوب پذیرائی کی
میں تو سمجھا تھا کہ وہ شخص مسیحا ہو گا
اس نے پر صرف مری تارا مسیحائی کی

O

حج ادا کرنے گیا تھا قوم کا لیڈر کوئی
سنگ باری کے لئے شیطان پر جانا پڑا
ایک کنکر پھینکنے پہ یہ صدا آئی اسے
تم تو اپنے آدمی تھے تم کو آخر کیا ہوا

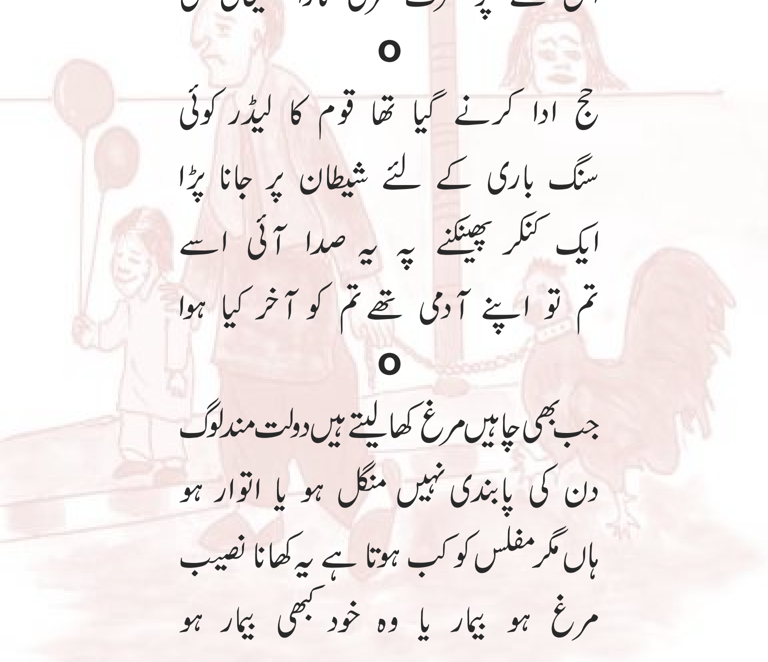

O

جب بھی چاہیں مرغ کھا لیتے ہیں دولت مند لوگ
دن کی پابندی نہیں منگل ہو یا اتوار ہو
ہاں مگر مفلس کو کب ہوتا ہے یہ کھانا نصیب
مرغ ہو بیمار یا وہ خود کبھی بیمار ہو

ٹکٹ

کراچی سے پشاور تک، پشاور سے کراچی تک
ٹکٹ میں نے خریدا ہے مگر واپس نہ آؤں گا
اجی کیا یاد رکھیں گے ہوائی کمپنی والے
ٹکٹ تو واپسی کا ہے مگر واپس نہ آؤں گا

شاعرِاعظم

رات ہم اک شاعرِاعظم کے گھر ملنے گئے
با دل ناخواستہ کھانا اسے چننا پڑا
جو بھی دسترخوان پر تھا کھا کے فارغ ہو گئے
پھر ہمیں دیوان اس کا صبح تک سننا پڑا

قلم

قلم دو چار ایسے ہی لگا لیتا ہوں جیبوں میں
مرے احباب میں اس سے مری توقیر بڑھتی ہے
کبھی لکھنے لکھانے کی تو نوبت ہی نہیں آئی
میں ناڑا ڈال لیتا ہوں ضرورت جب بھی پڑتی ہے

o

بھر کے پانی کی بالٹی اکثر
ہم ترا عکس دیکھ لیتے ہیں
گاہے گاہے ہلا کے مگّے سے
پھر ترا رقص دیکھ لیتے ہیں

اسرار جامعی (ابوالمزاح)

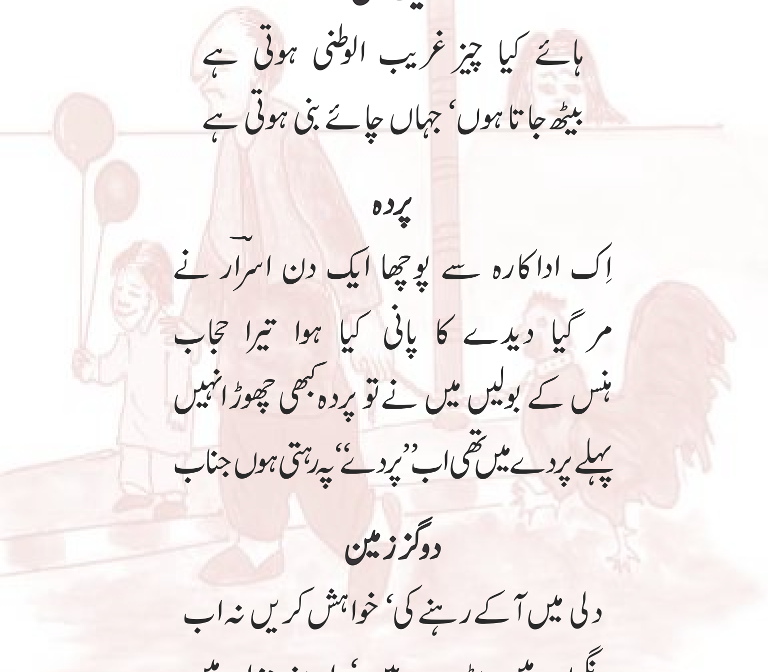

ایک مطلع

ہائے کیا چیز غریب الوطنی ہوتی ہے
بیٹھ جاتا ہوں' جہاں چائے بنی ہوتی ہے

پردہ

اِک اداکارہ سے پوچھا ایک دن اسرؔار نے
مر گیا دیدے کا پانی کیا ہوا تیرا حجاب
ہنس کے بولیں میں نے تو پردہ کبھی چھوڑا نہیں
پہلے پردے میں تھی اب "پردے" پہ رہتی ہوں جناب

دوگز زمین

دلی میں آکے رہنے کی' خواہش کریں نہ اب
رنگون میں پڑے رہیں' اپنے مزار میں
کہہ دو ظفر سے دلی کے اس کوئے یار میں
دو گز زمین ملتی ہے ستر ہزار میں

غلام مجتبیٰ نغمی

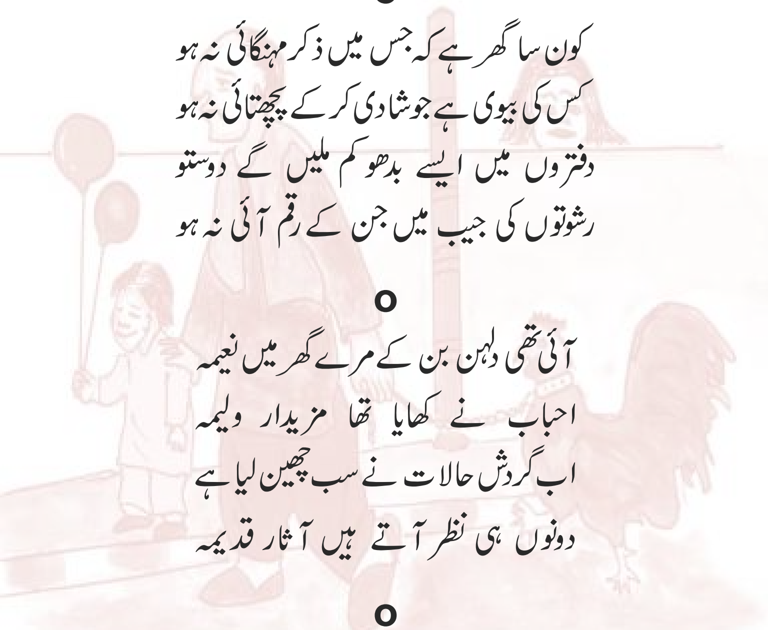

o

کون سا گھر ہے کہ جس میں ذکر مہنگائی نہ ہو
کس کی بیوی ہے جو شادی کر کے پچھتائی نہ ہو
دفتروں میں ایسے بدھو کم ملیں گے دوستو
رشوتوں کی جیب میں جن کے رقم آئی نہ ہو

o

آئی تھی دلہن بن کے مرے گھر میں نعیمہ
احباب نے کھایا تھا مزیدار ولیمہ
اب گردش حالات نے سب چھین لیا ہے
دونوں ہی نظر آتے ہیں آثار قدیمہ

o

حسینوں پر نگاہ کارگر کچھ اور ہوتی ہے
جو گھر والی پہ پڑتی ہے نظر کچھ اور ہوتی ہے
نبھاتا ہے سبھی سے حکمراں ٹولا مگر نغمی
خوشامد کرنے والوں پر نظر کچھ اور ہوتی ہے

سرفراز شاہد

باڈی لینگویج

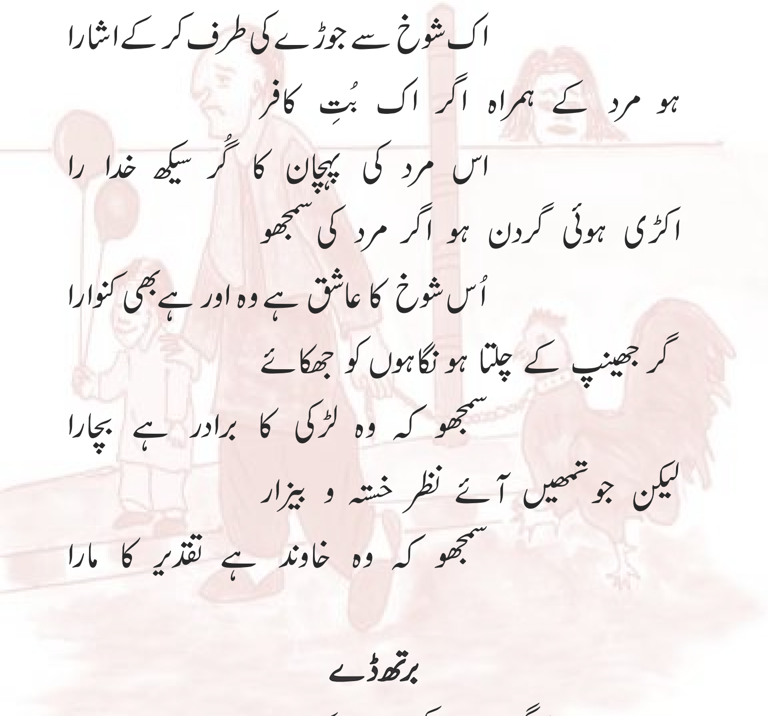

کل شام کلفٹن پہ کہا مجھ سے خضر نے
اک شوخ سے جوڑے کی طرف کر کے اشارا
ہو مرد کے ہمراہ اگر اک بُتِ کافر
اس مرد کی پہچان کا گُر سیکھ خدا را
اکڑی ہوئی گردن ہو اگر مرد کی سمجھو
اُس شوخ کا عاشق ہے وہ اور ہے بھی کنوارا
گر جھینپ کے چلتا ہو نگاہوں کو جھکائے
سمجھو کہ وہ لڑکی کا برادر ہے بچارا
لیکن جو تمھیں آئے نظر خستہ و بیزار
سمجھو کہ وہ خاوند ہے تقدیر کا مارا

برتھ ڈے

بولے گی جھوٹ کیسے اب کے وہ برتھ ڈے پر
مشکل یہ آ پڑی ہے عورت کی زندگی میں
جو بیسویں صدی میں تھی بیس کی مسلسل
اکیس کی تو ہو گی اکیسویں صدی میں

بجلی آٹے کا بحران

اندھیرے میں پسِ دیوار ہم کو
کوئی شے گوری گوری لگ رہی تھی
کھڑی تھی لوڈ شیڈنگ میں پڑوسن
ہمیں آٹے کی بوری لگ رہی تھی

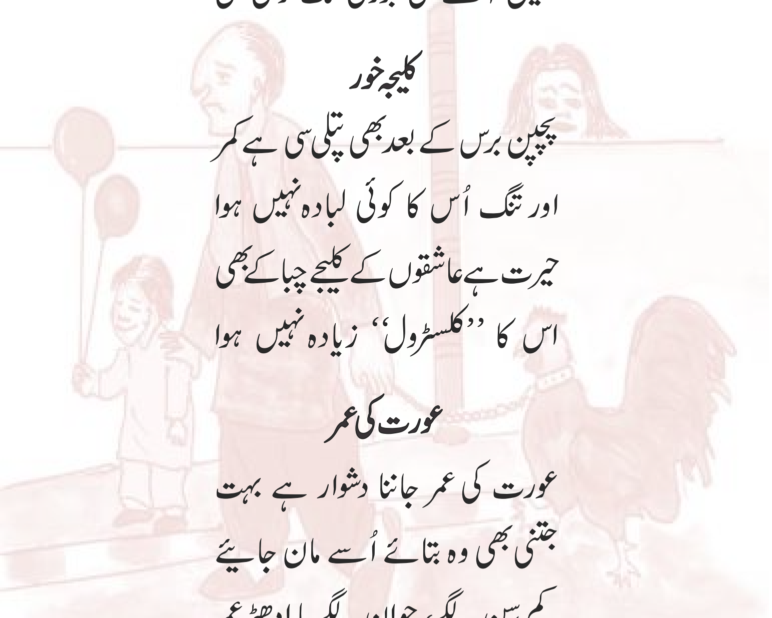

کلیجہ خور

پچپن برس کے بعد بھی پتلی سی ہے کمر
اور تنگ اُس کا کوئی لبادہ نہیں ہوا
حیرت ہے عاشقوں کے کلیجے چبا کے بھی
اس کا ''کلسٹرول'' زیادہ نہیں ہوا

عورت کی عمر

عورت کی عمر جاننا دشوار ہے بہت
جتنی بھی وہ بتائے اُسے مان جایئے
کم سِن لگے، جوان لگے یا ادھیڑ عمر
بس عمر پر نہ جایئے، قربان جایئے

میزبانی

ہے میزبانی کا یہ تقاضا
کہ آئے مہماں تو مسکرا دو
مگر طبیعت یہ چاہتی ہے
گلے مِلو اور گلا دبا دو

o

آہ بھرتی ہوئی آئی ہو سلمنگ سنٹر
آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک
''ڈائٹنگ'' کھیل نہیں چند دنوں کا بیگم
اک صدی چاہیے کمرے کو کمر ہونے تک

ڈش انٹینا

جناب شیخ اپنے وعظ میں روزانہ برسوں سے
سنائے جا رہے ہیں ایک ہی افسانہ برسوں سے
ڈش انٹینا کے رستے روز آتی ہیں مرے گھر میں
وہ حوریں جن کے چکر میں ہیں یہ مولانا برسوں سے

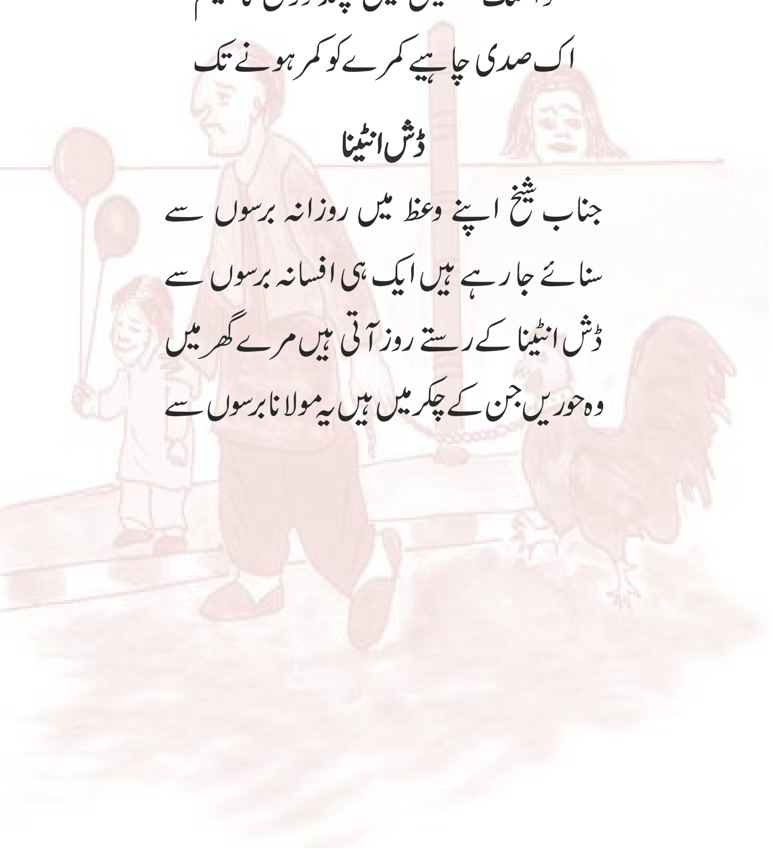

عنایت علی خان

غزل

ورغلانے کی اجازت نہیں دی جائے گی
شامیانے کی اجازت نہیں دی جائے گی

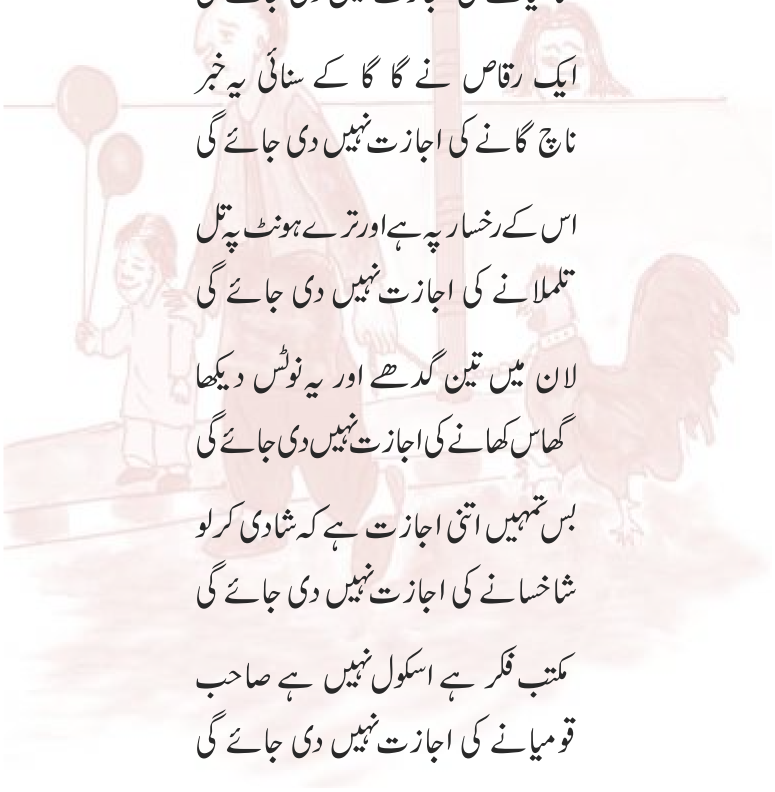

ایک رقاص نے گا گا کے سنائی یہ خبر
ناچ گانے کی اجازت نہیں دی جائے گی

اس کے رخسار پہ ہے اور ترے ہونٹ پہ تل
تلملانے کی اجازت نہیں دی جائے گی

لان میں تین گدھے اور یہ نوٹس دیکھا
گھاس کھانے کی اجازت نہیں دی جائے گی

بس تمہیں اتنی اجازت ہے کہ شادی کرلو
شاخسانے کی اجازت نہیں دی جائے گی

مکتب فکر ہے اسکول نہیں ہے صاحب
قومیانے کی اجازت نہیں دی جائے گی

پھر تو تم سر پہ اٹھا لو گے زمانے بھر کو
سر اٹھانے کی اجازت نہیں دی جائے گی

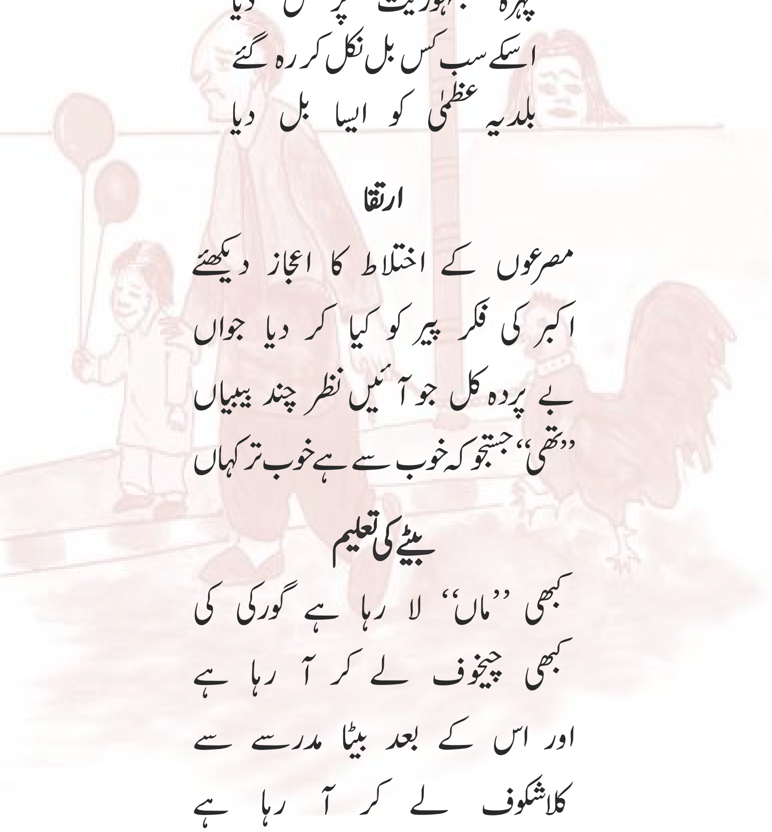

بلدیہ

اپنے ماتھے کا پسینہ پونچھ کر
چہرۂ جمہوریت پر مل دیا
اسکے سب کس بل نکل کر رہ گئے
بلدیہ عظمیٰ کو ایسا بل دیا

ارتقا

مصرعوں کے اختلاط کا اعجاز دیکھئے
اکبر کی فکر پیر کو کیا کر دیا جواں
بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
''تھی'' جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں

بیٹے کی تعلیم

کبھی ''ماں'' لا رہا ہے گورکی کی
کبھی چیخوف لے کر آ رہا ہے
اور اس کے بعد بیٹا مدرسے سے
کلاشکوف لے کر آ رہا ہے

امیر الاسلام ہاشمی

غزل

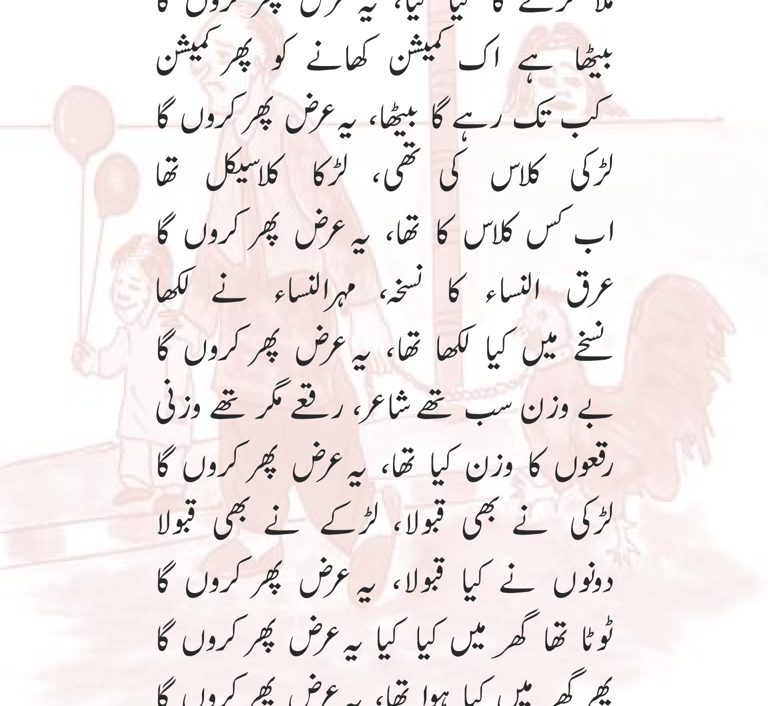

کچھ عرض کر دیا ہے، کچھ عرض پھر کروں گا
کیا عرض پھر کروں گا؟ یہ عرض پھر کروں گا

ملا نے کیا کہا تھا، ملا نے کیا کیا تھا
ملا کرے گا کیا کیا، یہ عرض پھر کروں گا

بیٹھا ہے اک کمیشن کھانے کو پھر کمیشن
کب تک رہے گا بیٹھا، یہ عرض پھر کروں گا

لڑکی کلاس کی تھی، لڑکا کلاسیکل تھا
اب کس کلاس کا تھا، یہ عرض پھر کروں گا

عرق النساء کا نسخہ، مہرالنساء نے لکھا
نسخے میں کیا لکھا تھا، یہ عرض پھر کروں گا

بے وزن سب تھے شاعر، رقعے مگر تھے وزنی
رقعوں کا وزن کیا تھا، یہ عرض پھر کروں گا

لڑکی نے بھی قبولا، لڑکے نے بھی قبولا
دونوں نے کیا قبولا، یہ عرض پھر کروں گا

ٹوٹا تھا گھر میں کیا کیا یہ عرض پھر کروں گا
پھر گھر میں کیا ہوا تھا، یہ عرض پھر کروں گا

عورت کی بیوی

کہا اک فلسفی سے اک تروتازہ سی عورت نے
ہماری طرح لمبی عمر مردوں کی نہیں ہوتی

یہ سن کر فلسفی کچھ مسکرایا اور پھر بولا
سبب یہ ہے کہ عورت کی کوئی بیوی نہیں ہوتی

پیغام عمل

رات کا وقت بھی ہے اور ہے مسجد بھی قریب
اٹھئے جلدی سے کہ پیغام عمل لایا ہوں
گھر میں فی الحال ہیں جتنے بھی پرانے جوتے
آپ بھی جا کے بدل لیں میں بدل آیا ہوں

o

کیا بتاؤں تمہیں خدام وطن کا مینو
پی کے کیا کھاتے ہیں کیا کھا کے پیا کرتے ہیں
کچھ بھی پیتے نہیں یہ قوم کی یخنی کے سوا
ناشتہ ملت بیضا کا کیا کرتے ہیں

تبرک

بہت نوچا کھسوٹا ان کو کسٹم کے جوانوں نے
بچا کر کچھ تبرک شیخ پھر بھی لے کے آئے ہیں
خبر یہ ہے کہ زم زم اور کھجوروں کے علاوہ بھی
مدینے کا فرج مکے کا ٹی وی لے کے آئے ہیں

اطہر شاہ خان جیدی

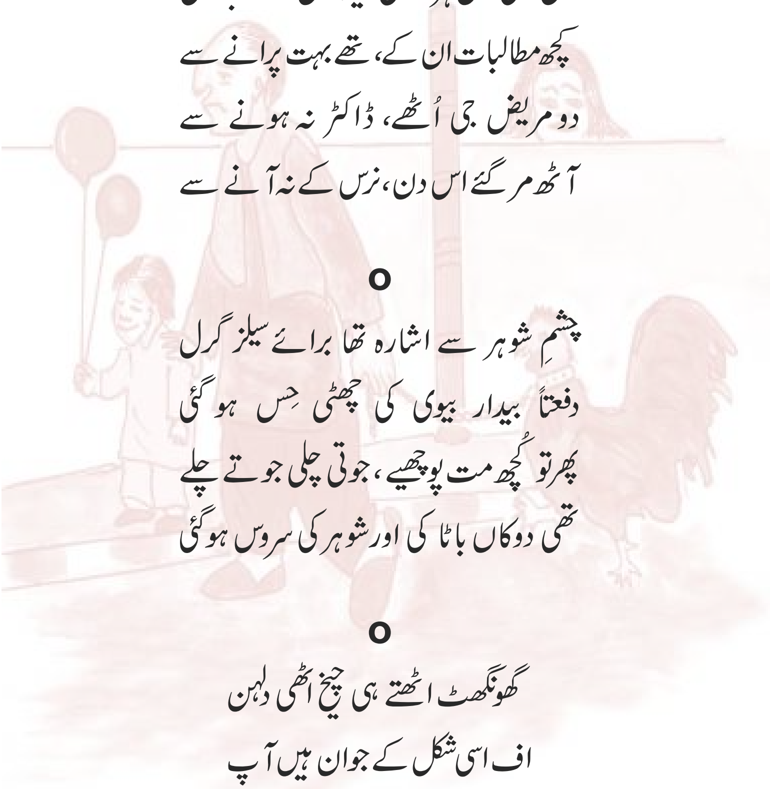

O

چل رہی تھیں ہڑتالیں میڈیکل کے شعبے میں
کچھ مطالبات ان کے، تھے بہت پرانے سے
دو مریض جی اُٹھے، ڈاکٹر نہ ہونے سے
آٹھ مر گئے اس دن، نرس کے نہ آنے سے

O

چشمِ شوہر سے اشارہ تھا برائے سیلز گرل
دفعتاً بیدار بیوی کی چھٹی حِس ہو گئی
پھر تو کُچھ مت پوچھیے، جوتی چلی جوتے چلے
تھی دوکاں باٹا کی اور شوہر کی سروس ہو گئی

O

گھونگھٹ اٹھتے ہی چیخ اُٹھی دلہن
اف اسی شکل کے جوان ہیں آپ
مجھ کو مرحوم کتنے پیارے تھے
ہو بہو میرے بھائی جان ہیں آپ

o

رنگ، خوشبو، گلاب دے مجھ کو
اس دعا میں عجب اثر آیا
میں نے پھولوں کی آرزو کی تھی
آنکھ میں موتیا اتر آیا

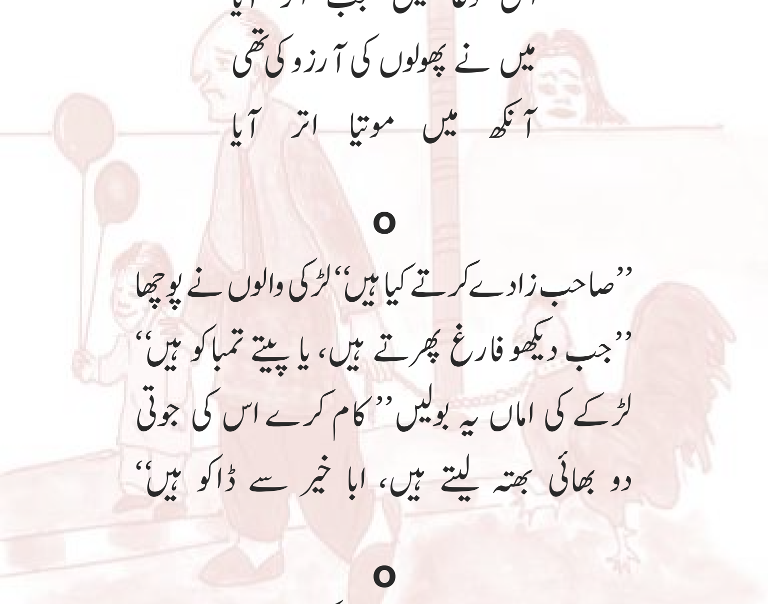

o

''صاحب زادے کرتے کیا ہیں'' لڑکی والوں نے پوچھا
''جب دیکھو فارغ پھرتے ہیں، یا پیتے تمباکو ہیں''
لڑکے کی اماں یہ بولیں ''کام کرے اس کی جوتی
دو بھائی بھتہ لیتے ہیں، ابا خیر سے ڈاکو ہیں''

o

چاند رات آئے تو سب دیکھیں ہلال عید کو
اک ہمارا ہی نصیبہ ہڈیاں تڑوا گیا
چھت پہ ہم تھے چاند کے نظارے میں کھوئے ہوئے
بس اچانک...... چاند کا ابا وہاں پر آ گیا

ڈاکٹر انعام الحق جاوید

بے جا خوف

آنکھیں سیاہ زلف سیہ تِل بھی ہے سیاہ
کپڑے سیاہ ہاتھ میں پنسل بھی ہے سیاہ
ساری سیاہ پوشیاں دیتی ہیں یہ خبر
چہرے کے ساتھ ساتھ ترا دل بھی ہے سیاہ

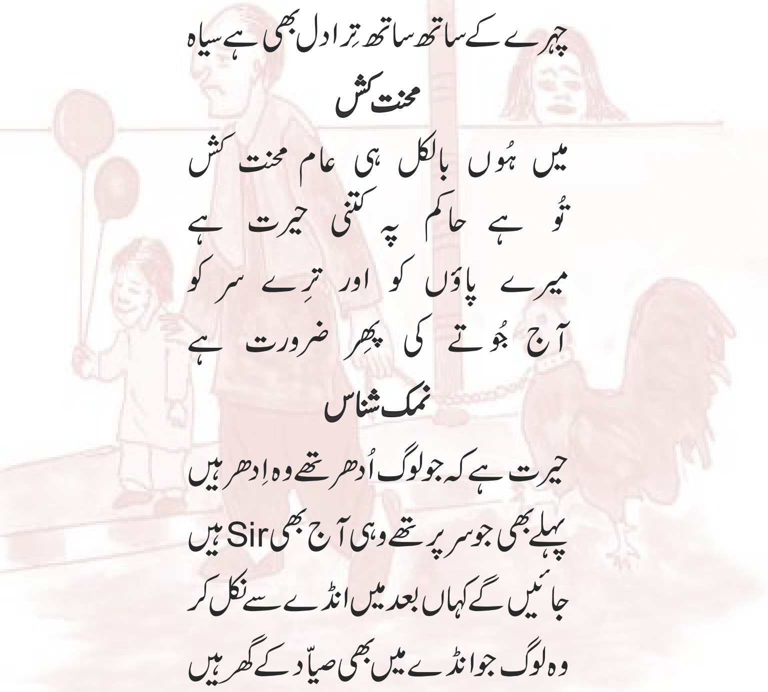

محنت کش

میں ہُوں بالکل ہی عام محنت کش
تُو ہے حاکم پہ کتنی حیرت ہے
میرے پاؤں کو اور ترِے سر کو
آج جُوتے کی پھر ضرورت ہے

نمک شناس

حیرت ہے کہ جو لوگ اُدھر تھے وہ اِدھر ہیں
پہلے بھی جو سر پر تھے وہی آج بھی Sir ہیں
جائیں گے کہاں بعد میں انڈے سے نکل کر
وہ لوگ جو انڈے میں بھی صیّاد کے گھر ہیں

ختم شُد

ساٹھ پر آ کر جوانی ختم شُد
اور ستّر پر کہانی ختم شُد
عقدِ ثالث کر کے بابا چل بسا
قِصّۂ چوتھی زنانی ختم شُد

باس کی چائے

وہ پلاتا ہے ہر اک مہمان کو
چائے اب چینی کی رَتی کے بغیر
جو بنی ہوتی ہے آبِ خشک سے
دُودھ اور چائے کی پتّی کے بغیر

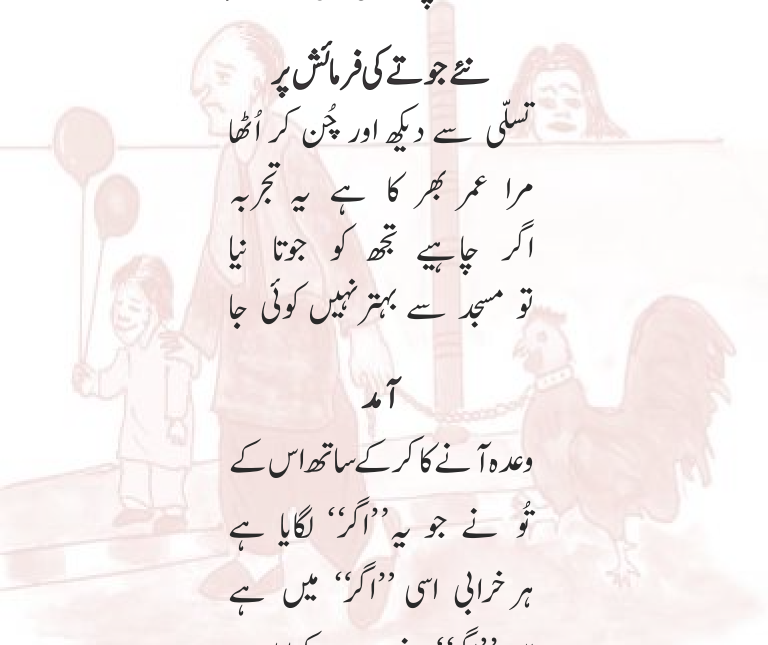

نئے جوتے کی فرمائش پر

تسلّی سے دیکھ اور چُن کر اُٹھا
مرا عمر بھر کا ہے یہ تجربہ
اگر چاہیے تجھ کو جوتا نیا
تو مسجد سے بہتر نہیں کوئی جا

آمد

وعدہ آنے کا کر کے ساتھ اس کے
تُو نے جو یہ ''اگر'' لگایا ہے
ہر خرابی اسی ''اگر'' میں ہے
اس ''اگر'' نے یہ دن دکھایا ہے

روحانیت اور مادیّت

کرتا رہوں گا ایسے ہی مرضی کی شادیاں
مَیں جنوری نہیں ہوں مزاجاً اگست ہُوں
روحانیت کا درس نہ یوں دیجیے مجھے
مَیں نر ہوں اور خیر سے مادہ پرست ہوں

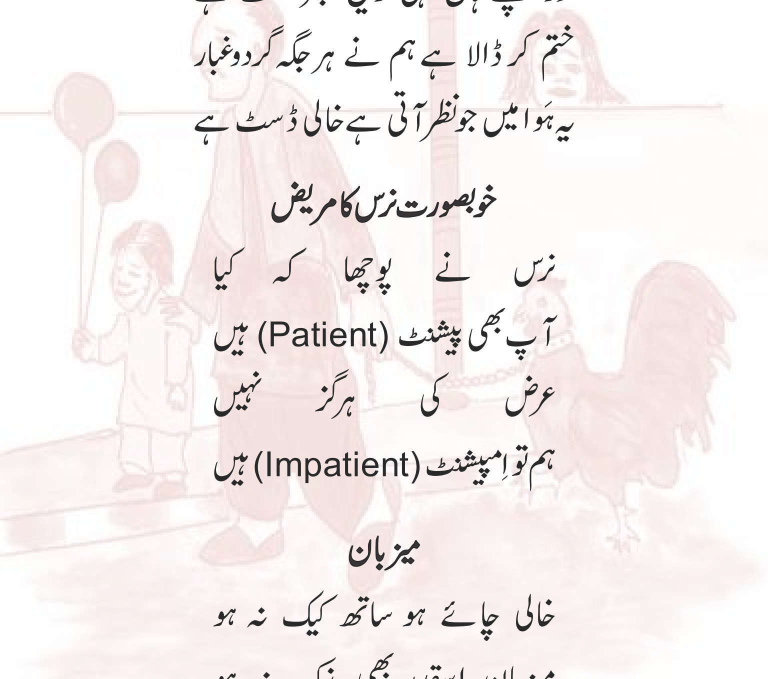

صفائی مُہم

تندرستی کے لیے گھر کی صفائی مَسٹ ہے
اور اپنے ہاں یہی ترجیح نمبر فسٹ ہے
ختم کر ڈالا ہے ہم نے ہر جگہ گردوغبار
یہ ہَوا میں جو نظر آتی ہے خالی ڈسٹ ہے

خوبصورت نرس کا مریض

نرس نے پوچھا کہ کیا
آپ بھی پیشنٹ (Patient) ہیں
عرض کی ہرگز نہیں
ہم تو اِمپیشنٹ (Impatient) ہیں

میزبان

خالی چائے ہو ساتھ کیک نہ ہو
میزبان اسقدر بھی نیک نہ ہو
ایسی گاڑی کا فائدہ جِس میں؟
ایکسی لیٹر تو ہو بریک نہ ہو

چھتر بھوپالی

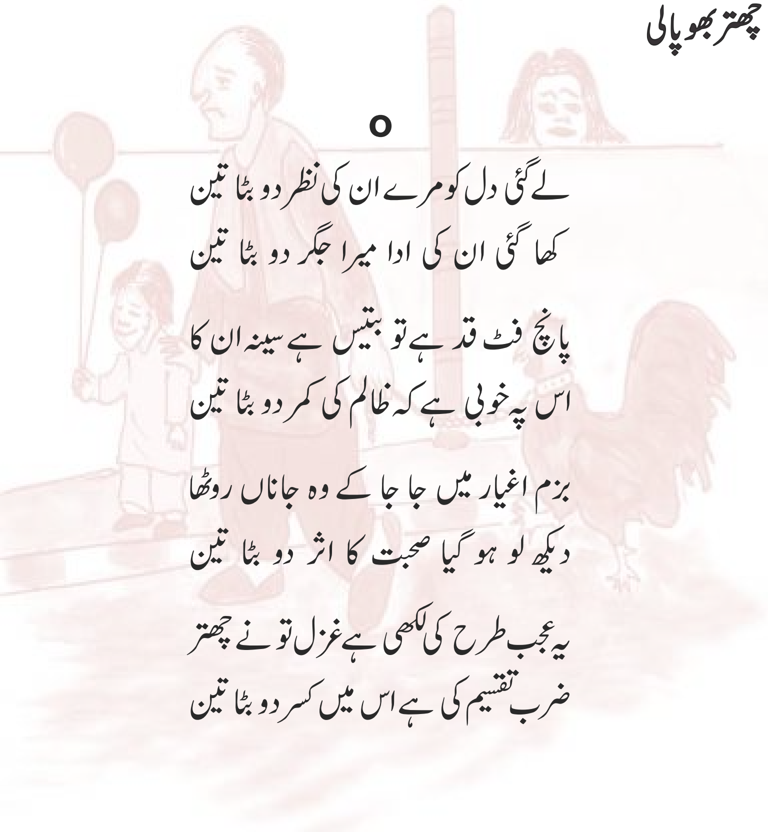

o

لے گئی دل کو مرے ان کی نظر دو بٹا تین
کھا گئی ان کی ادا میرا جگر دو بٹا تین

پانچ فٹ قد ہے تو بتیس ہے سینہ ان کا
اس پہ خوبی ہے کہ ظالم کی کمر دو بٹا تین

بزم اغیار میں جا جا کے وہ جاناں روٹھا
دیکھ لو ہو گیا صحبت کا اثر دو بٹا تین

یہ عجب طرح کی لکھی ہے غزل تو نے چھتر
ضرب تقسیم کی ہے اس میں کسر دو بٹا تین

پاپولر میرٹھی

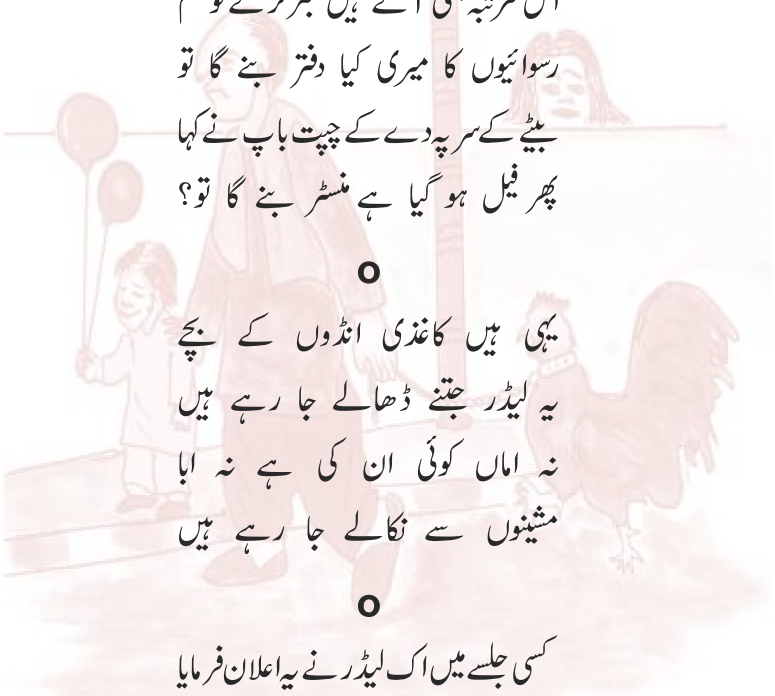

o

اس مرتبہ بھی آئے ہیں نمبر ترے تو کم
رسوائیوں کا میری کیا دفتر بنے گا تو
بیٹے کے سر پہ دے کے چپت باپ نے کہا
پھر فیل ہو گیا ہے منسٹر بنے گا تو؟

o

یہی ہیں کاغذی انڈوں کے بچے
یہ لیڈر جتنے ڈھالے جا رہے ہیں
نہ اماں کوئی ان کی ہے نہ ابا
مشینوں سے نکالے جا رہے ہیں

o

کسی جلسے میں اک لیڈر نے یہ اعلان فرمایا
ہمارے منتری آنے کو ہیں تیار ہو جاؤ
یکا یک لاؤڈ اسپیکر سے گونجا فلم کا نغمہ
"وطن کی آبرو خطرے میں ہے بیدار ہو جاؤ"

رشید عبدالسمیع جلیل

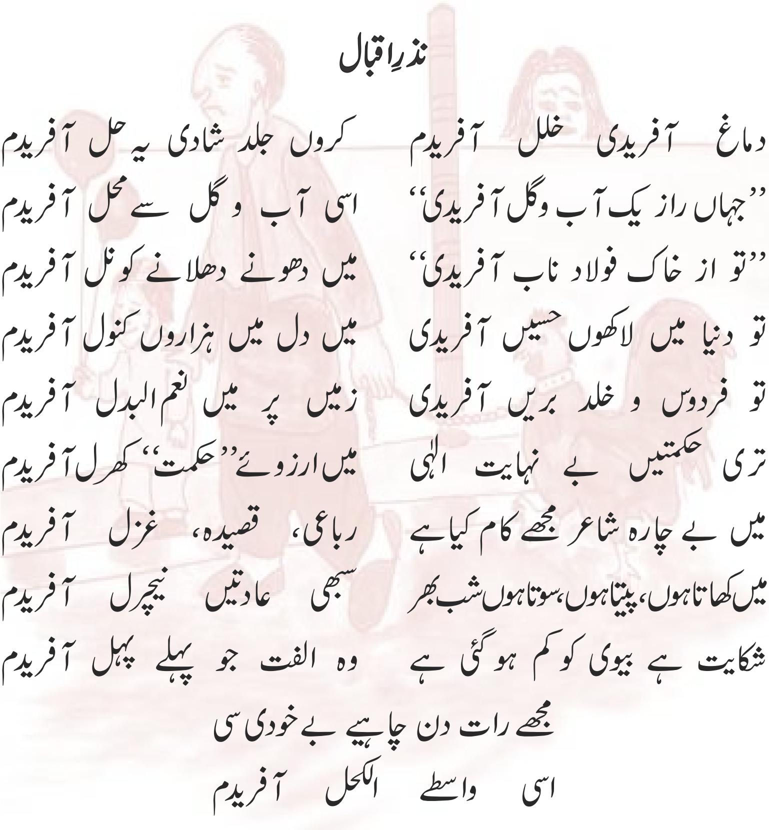

نذرِ اقبال

دماغ آفریدی خلل آفریدم ۔۔۔ کروں جلد شادی یہ حل آفریدم

''جہاں راز یک آب وگل آفریدی'' ۔۔۔ اسی آب و گل سے محل آفریدم

''تو از خاک فولاد ناب آفریدی'' ۔۔۔ میں دھونے دھلانے کو نل آفریدم

تو دنیا میں لاکھوں حسیں آفریدی ۔۔۔ میں دل میں ہزاروں کنول آفریدم

تو فردوس و خلد بریں آفریدی ۔۔۔ زمیں پر میں نعم البدل آفریدم

تری حکمتیں بے نہایت الٰہی ۔۔۔ میں ارزوئے ''حکمت'' کھرل آفریدم

میں بے چارہ شاعر مجھے کام کیا ہے ۔۔۔ رباعی، قصیدہ، غزل آفریدم

میں کھاتا ہوں، پیتا ہوں، سوتا ہوں شب بھر ۔۔۔ سبھی عادتیں نیچرل آفریدم

شکایت ہے بیوی کو کم ہو گئی ہے ۔۔۔ وہ الفت جو پہلے پہل آفریدم

مجھے رات دن چاہیے بے خودی سی
اسی واسطے الکحل آفریدم

پروفیسر اظہر علیگ

مشرق و مغرب

مغربیت اس پہ کچھ اس طرح طاری ہو گئی
مشرقی خاتون بھی پھٹکار ماری ہو گئی
تنگ کپڑے تنگ جوتے جسم تنگ اور جاں بھی تنگ
خود بھی تنگ حلیہ بھی تنگ ابا بھی تنگ اماں بھی تنگ
ڈائٹنگ کر کر کے لڑکی بھیگی بلّی ہو گئی
جسم پر پوشاک اک پتلی سی جِھلّی ہو گئی
یہ ڈوپٹے سر پہ اب دھو کر یا کورے ڈالیے
ان ڈوپٹوں کے سہارے خوب ڈورے ڈالیے
انہی ڈوروں میں نہ الجھے قلب ناہنجار بھی
کچے دھاگے میں نہ بندھ جائیں کہیں سرکار بھی
دعوت نظارہ پاکر وہ بھی اترانے لگے
اب زنانی محفلوں میں مردوئے آنے لگے
استری مکسنگ کا کیا انجام ہوتا درد ناک
”آ مِلے تھے سینہ چاکانِ چمن سے سینہ چاک“
درسگاہوں میں یہ آیا سرکلر سرکار کا
ہے ڈوپٹہ لڑکیوں کا آج کل بیکار کا
اس لیے اب ہر جواں لڑکی جو باہر جائے گی
اپنے اوپر لے کے اک لمبی سی چادر جائے گی

حکم یہ چادر کا ہے بس اک بظاہر سرکلر
بوالہوس کے واسطے دراصل ہے جلوہ ِکلّر
وہ پری پیکر وہ تیکھے نقش کی رعنائیاں
دیکھتے ہی دیکھتے بن جائیں گی پرچھائیاں
گوری اب چادر منڈھے گھونگھٹ نکالے جائے گی
حسرتیں سب کی نگاہوں کی بہالے جائے گی
یہ تو محرومی برائے طالب دیدار ہے
اس کو چادر مت کہو یہ چین کی دیوار ہے
دید بھی ان کی نہ ہو یہ کیسی اپنی چاہ ہے
سارے رستے بند ہیں بس دل سے دل کو راہ ہے
منچلوں کا مہ رخوں سے وہ ''ہیلو'' کہنا گیا
کالجوں کے گیٹ پر گھنٹوں کھڑے رہنا گیا
دعوتِ نظارہ کو اب صبر ہی درکار ہے
دل جلانا سہل آنکھیں سینکنا دشوار ہے
آتی جاتی مہ رخوں کی رونقیں بستی میں تھیں
لدگئے وہ وقت جب پانچوں کی پانچوں گھی میں تھیں
دل کے بُت خانے کی اب یکسر صفائی کیجئے
اپنے اپنے بت کو ٹاٹا بائی بائی کیجئے
شربت دیدار کے رنگیں فسانے الوداع
نظروں سے پینے پلانے کے زمانے الوداع

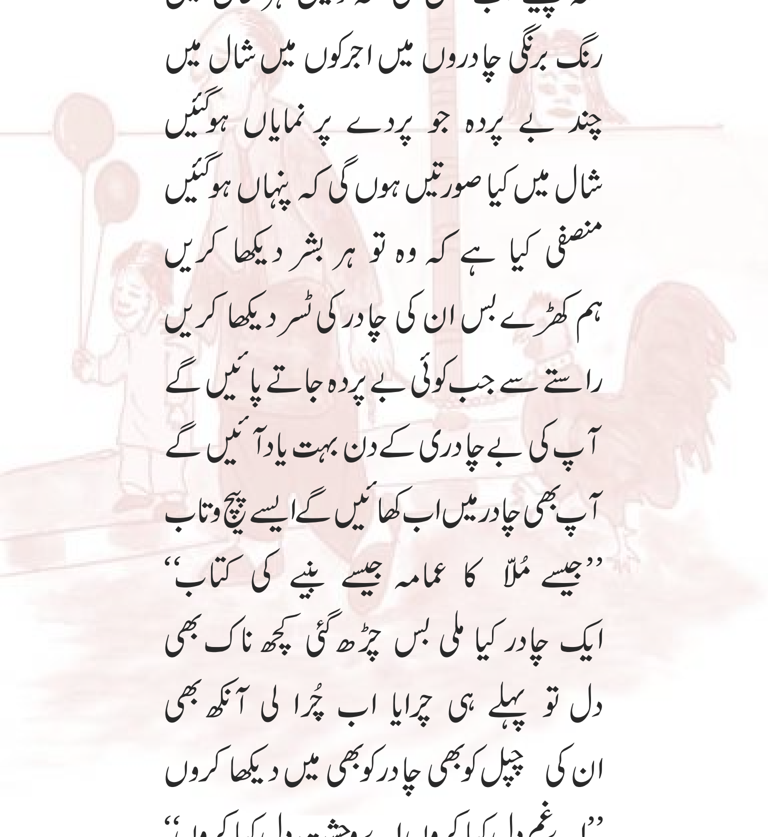

زخمِ دل کو کیسے اب دیدار کا مرہم ملے
اب سڑک پر کیسے نامحرم سے نامحرم ملے
تھا سدا ظالم سماج اب تو قصائی بن گیا
ڈر کے مارے قیس بھی لیلیٰ کا بھائی بن گیا
منہ لپیٹے اب ملیں گی مہ وشیں ہر حال میں
رنگ برنگی چادروں میں اجرکوں میں شال میں
چند بے پردہ جو پردے پر نمایاں ہوگئیں
شال میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں
منصفی کیا ہے کہ وہ تو ہر بشر دیکھا کریں
ہم کھڑے بس ان کی چادر کی ٹسر دیکھا کریں
راستے سے جب کوئی بے پردہ جاتے پائیں گے
آپ کی بے چادری کے دن بہت یاد آئیں گے
آپ بھی چادر میں اب کھائیں گے ایسے پیچ وتاب
''جیسے مُلّا کا عمامہ جیسے بنیے کی کتاب''
ایک چادر کیا ملی بس چڑھ گئی کچھ ناک بھی
دل تو پہلے ہی چرایا اب چُرا لی آنکھ بھی
ان کی چپل کو بھی چادر کو بھی میں دیکھا کروں
''اے غمِ دل کیا کروں اے وحشتِ دل کیا کروں''
ہر طرف اک آگ ہے چادر میں وہ بارود ہے
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے

نوجواں کچھ عشق کو جل کر برا کہنے لگے
حسنِ کافر کو وہ سب میٹھا چھرا کہنے لگے

بت سے توبہ کر کے مسجد میں اکٹھے ہو گئے
لومڑی کے واسطے انگور کھٹّے ہو گئے

دل کے ارماں کب نگوڑے کلموہے پورے ہوئے
بی میاؤں کے کہاں نو سو چوہے پورے ہوئے

دوست کہتے ہیں کہ ہم سب دل کو سمجھایا کریں
اپنی چادر دیکھ کر ہی پاؤں پھیلایا کریں

دل کے بہلانے کو چھوٹا آسرا ہی رہ گیا
ایک بے پردہ فقط خواجہ سرا ہی رہ گیا

مہ وشیں تو بس یونہی گھونگھٹ بڑھائے جائیں گی
اور مزارِ عشق پر چادر چڑھائے جائیں گی

آفتاب لکھنوی

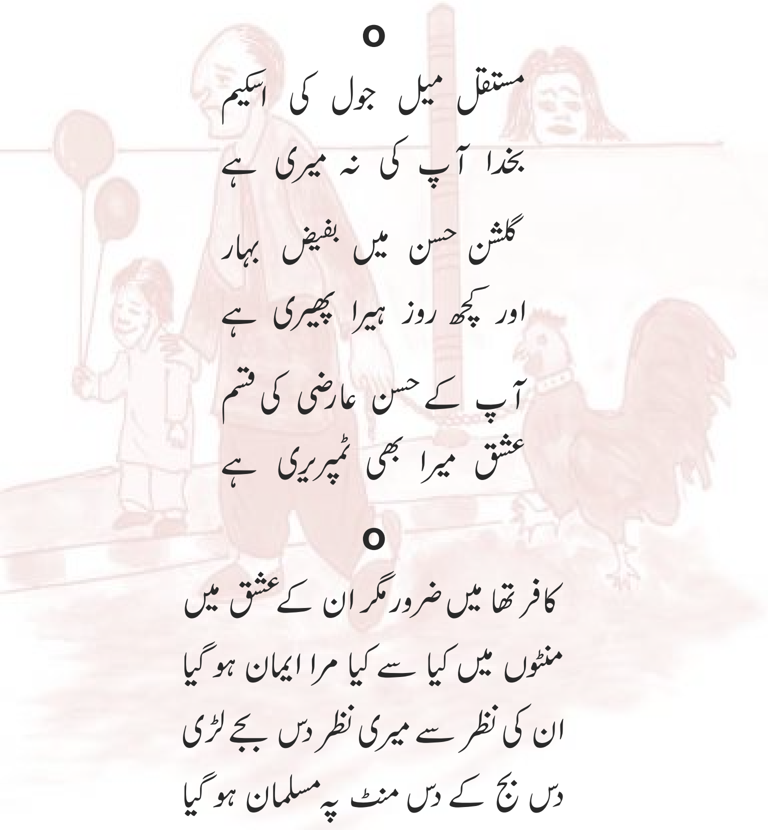

o

مستقل میل جول کی اسکیم
بخدا آپ کی نہ میری ہے
گلشن حسن میں بفیض بہار
اور کچھ روز ہیرا پھیری ہے
آپ کے حسن عارضی کی قسم
عشق میرا بھی ٹمپریری ہے

o

کافر تھا میں ضرور مگر ان کے عشق میں
منٹوں میں کیا سے کیا مرا ایمان ہو گیا
ان کی نظر سے میری نظر دس بجے لڑی
دس بج کے دس منٹ پہ مسلمان ہو گیا

اقبال بخت

ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن کے نام

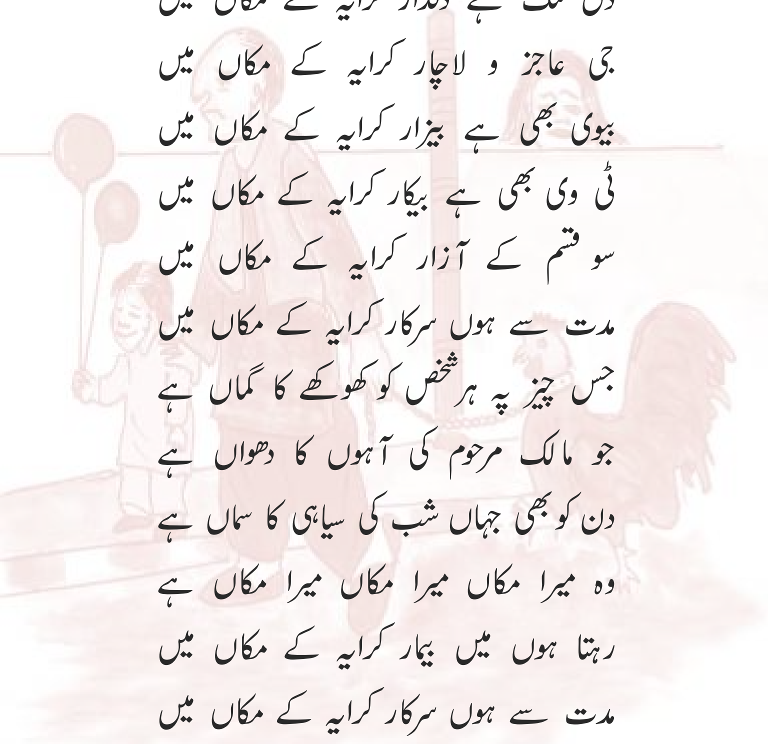

دل تنگ ہے دلدار کرایہ کے مکاں میں
جی عاجز و لاچار کرایہ کے مکاں میں
بیوی بھی ہے بیزار کرایہ کے مکاں میں
ٹی وی بھی ہے بیکار کرایہ کے مکاں میں
سو قسم کے آزار کرایہ کے مکاں میں
مدت سے ہوں سرکار کرایہ کے مکاں میں

جس چیز پہ ہر شخص کو کھوکھے کا گماں ہے
جو مالک مرحوم کی آہوں کا دھواں ہے
دن کو بھی جہاں شب کی سیاہی کا سماں ہے
وہ میرا مکاں میرا مکاں میرا مکاں ہے
رہتا ہوں میں بیمار کرایہ کے مکاں میں
مدت سے ہوں سرکار کرایہ کے مکاں میں

فرشتوں پہ مرے گردِ مہ و سال جمی ہے
دیواروں پہ پھیلی ہوئی اشکوں کی نمی ہے
دستک کسی آندھی کی دریچوں میں تھمی ہے
اس جھگی کی قسمت میں اُجالوں کی کمی ہے

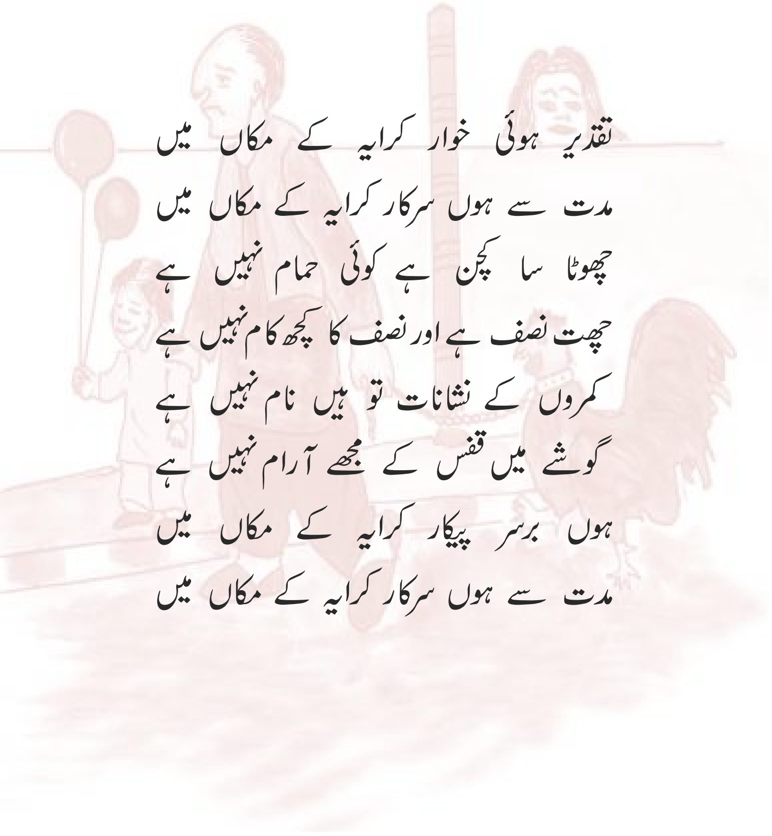

تقدیر ہوئی خوار کرایہ کے مکاں میں
مدت سے ہوں سرکار کرایہ کے مکاں میں
چھوٹا سا کچن ہے کوئی حمام نہیں ہے
چھت نصف ہے اور نصف کا کچھ کام نہیں ہے
کمروں کے نشانات تو ہیں نام نہیں ہے
گوشے میں قفس کے مجھے آرام نہیں ہے
ہوں برسر پیکار کرایہ کے مکاں میں
مدت سے ہوں سرکار کرایہ کے مکاں میں

اسد جعفری

مغل کی کار

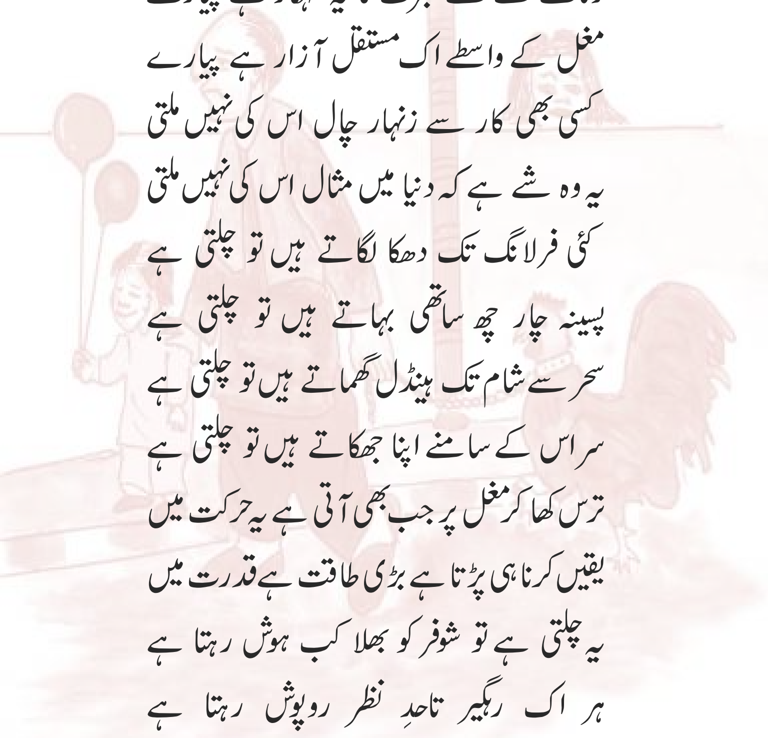

الگ دنیا کی کاروں سے مغل کی کار ہے پیارے
سنا ہے پچھلے دس سالوں سے یہ بیکار ہے پیارے
زمانے کے لئے عبرت کا یہ شہکار ہے پیارے
مغل کے واسطے اک مستقل آزار ہے پیارے
کسی بھی کار سے زنہار چال اس کی نہیں ملتی
یہ وہ شے ہے کہ دنیا میں مثال اس کی نہیں ملتی
کئی فرلانگ تک دھکا لگاتے ہیں تو چلتی ہے
پسینہ چار چھ ساتھی بہاتے ہیں تو چلتی ہے
سحر سے شام تک ہینڈل گھماتے ہیں تو چلتی ہے
سر اس کے سامنے اپنا جھکاتے ہیں تو چلتی ہے
ترس کھا کر مغل پر جب بھی آتی ہے یہ حرکت میں
یقیں کرنا ہی پڑتا ہے بڑی طاقت ہے قدرت میں
یہ چلتی ہے تو شوفر کو بھلا کب ہوش رہتا ہے
ہر اک رہگیر تا حدِ نظر روپوش رہتا ہے
جہاں بھی اس کا جو پرزہ ہے وہ پرجوش رہتا ہے
مگر اک ہارن ہے کمبخت جو خاموش رہتا ہے
لگائے اس کی فطرت کا کوئی اب خاک اندازہ
گیئر اس کا بدلتے ہیں تو کھل جاتا ہے دروازہ

کریں ریورس تو افسوس یہ آگے کو چلتی ہے
دباتے ہیں کلچ اس کا تو بتی اس کی جلتی ہے
اگر ملتان جانا ہو تو بھکر جا نکلتی ہے
جو پہیوں کے تلے اینٹیں رکھیں تو تب سنبھلتی ہے
مغل گاڑی کے ہر اک وصف کا ادراک رکھتے ہیں
جبھی تو کار میں اینٹوں کا وہ اسٹاک رکھتے ہیں
ہیں اس میں جس قدر سیٹیں وہ سپرنگوں سے خالی ہیں
گماں ہوتا ہے آثارِ قدیمہ سے نکالی ہیں
ہجوم دوستاں نے دھجیاں اس کی اڑا لی ہیں
وہ ہر اک بیٹھنے والے سے کپڑے کی سوالی ہیں
پریشاں اس کا شیرازہ ہر اک کل اس کی بے کل ہے
یہ وہ گاڑی ہے جو فن کار کی تخلیق اوّل ہے
اسے رستے میں بس تقدیر ہی روکے تو رکتی ہے
مغل کی آہِ پُر تاثیر ہی روکے تو رکتی ہے
ہمارا نالۂ دلگیر ہی روکے تو رکتی ہے
وگرنہ پھر کوئی خنزیر ہی روکے تو رکتی ہے
میرے یارو! جہاں یہ جانور کم پایا جاتا ہے
خدا جانے وہاں کیسے اسے ٹھہرایا جاتا ہے

جمیل صدیقی بدایونی

غزل

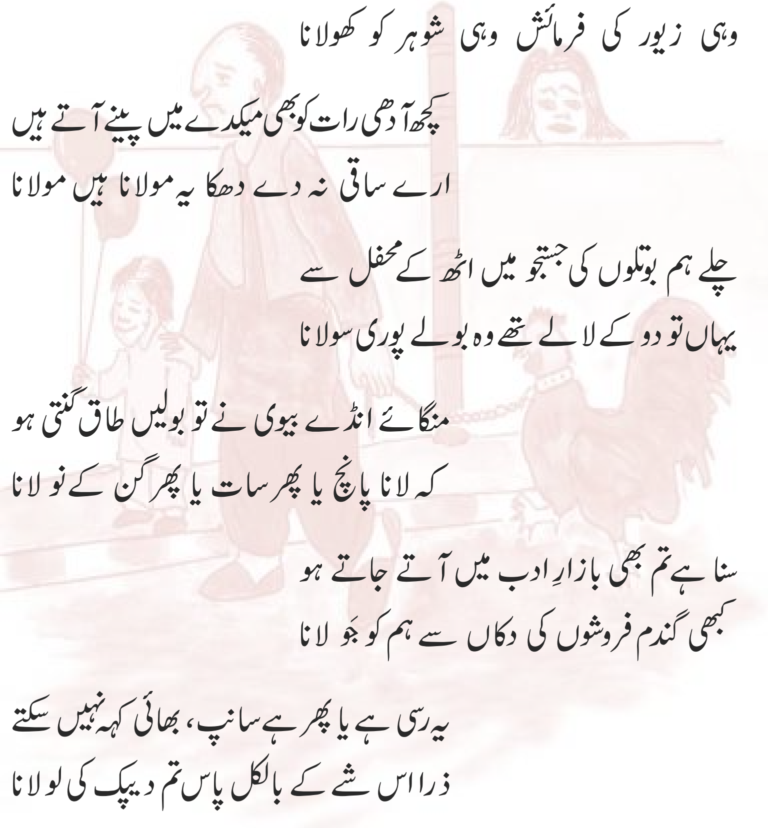

بڑھاپا آ گیا بیگم نہ چھوڑا تم نے بولانا
وہی زیور کی فرمائش وہی شوہر کو کھولانا

کچھ آدھی رات کو بھی میکدے میں پینے آتے ہیں
ارے ساقی نہ دے دھکا یہ مولانا ہیں مولانا

چلے ہم بوتلوں کی جستجو میں اٹھ کے محفل سے
یہاں تو دو کے لالے تھے وہ بولے پوری سولانا

منگائے انڈے بیوی نے تو بولیں طاق گنتی ہو
کہ لانا پانچ یا پھر سات یا پھر گن کے نو لانا

سنا ہے تم بھی بازارِ ادب میں آتے جاتے ہو
کبھی گندم فروشوں کی دکاں سے ہم کو جَو لانا

یہ رسی ہے یا پھر ہے سانپ، بھائی کہہ نہیں سکتے
ذرا اس شے کے بالکل پاس تم دیپک کی لو لانا

جمیلؔ اب کیا بتائیں کفر و ایماں کا ہے کیا جھگڑا
کہ ہم میخوار ہیں پیارے، نہ پنڈت ہیں نہ مولانا

ڈاکٹر عبدالرحمٰن عبد

O

پہلے آتے تھے یہاں کُچھ پا پیادہ دیر سے
آج کل آنے لگے ہیں باارادہ دیر سے
وقتِ آمد سے عیاں ہونے لگا ہے مرتبہ
جو کوئی جتنا بڑا اتنا زیادہ دیر سے

نذرِ سیّد ضمیر جعفری

شعر میں کہہ دوں اگر کوئی بگڑ جاتی تھی وہ
جب سجے بزم سخن بیمار پڑ جاتی تھی وہ
وہ کسی صورت نہ جاتی تھی کسی شاعر کے گھر
میں کسی کو گھر بلا لیتا تو لڑ جاتی تھی وہ
اس قدر بدذوق تھی چڑتی تھی میرے کام سے
"وہ بھی ہے آرام سے اور میں بھی ہوں آرام سے"
وہ کسی باعث سمجھ بیٹھی تھی ناکارہ مجھے
اس نے سب کے سامنے سو بار دھتکارا مجھے
بات کا موقعہ دیا اس نے نہ دوبارہ مجھے
ایسا لگتا تھا اسے نفرت تھی میرے نام سے
وہ بھی ہے آرام سے اور میں بھی ہوں آرام سے

محمد طٰہٰ خان

لختِ جگر

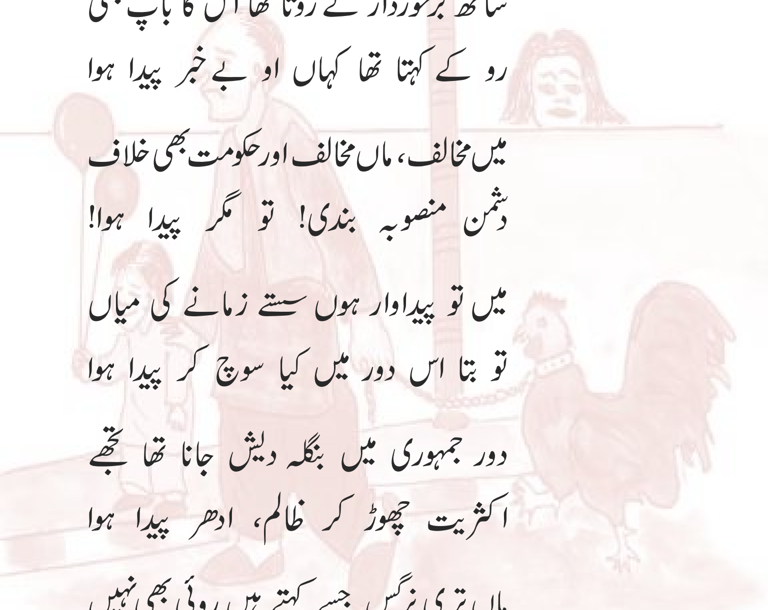

رات اک ٹیچر کے گھر لختِ جگر پیدا ہوا
واں بجائے شادکامی شور و شر پیدا ہوا

ساتھ برخوردار کے روتا تھا اس کا باپ بھی
رو کے کہتا تھا کہاں او بے خبر پیدا ہوا

میں مخالف، ماں مخالف اور حکومت بھی خلاف
دشمنِ منصوبہ بندی! تو مگر پیدا ہوا!

میں تو پیداوار ہوں سستے زمانے کی میاں
تو بتا اس دور میں کیا سوچ کر پیدا ہوا

دورِ جمہوری میں بنگلہ دیش جانا تھا تجھے
اکثریت چھوڑ کر ظالم، ادھر پیدا ہوا

ماں تری نرگس جسے کہتے ہیں روئی بھی نہیں
تو چمن میں کس طرح اے دیدہ ور پیدا ہوا

تو مرے حق میں ہے خواجہ دل محمد کا سوال
حل نہ ہو گا عمر بھر، گو مختصر پیدا ہوا

اس دفعہ بچہ سمجھ کر چھوڑے دیتا ہوں تجھے
مار ڈالوں گا، اگر بار دگر پیدا ہوا

مسٹر لکھنوی

o

پنجاب ندارد ہے نہ بنگال ندارد
ہے کھوپڑی موجود مگر بال ندارد

بنتی تھیں لتا سے بھی سوا گانے میں مشاق
جب ٹسٹ لیا میں نے تو سرتال ندارد

دنیا کے حسینوں پہ زوال آیا کچھ ایسا
اُس سال جو رونق تھی وہ اِس سال ندارد

کرتا رہا شاعر جو ترنم کی پریکٹس
کچھ روز میں ہو جائیں گے قوال ندارد

اب کوئی زمانے میں ہمارا ہے نہ ان کا
ہم دونوں میاں بیوی کی سسرال ندارد

o

سینکڑوں شاعر عیاں ہوتے ہیں ہر برسات میں
یہ حقیقت ہے مگر اس کو مثل کہتے ہیں لوگ
اس سے سستا اور کیا ہوگا جہاں میں کاروبار
اک پیالی چائے پر پوری غزل کہتے ہیں لوگ

کشن لال خنداں دہلوی

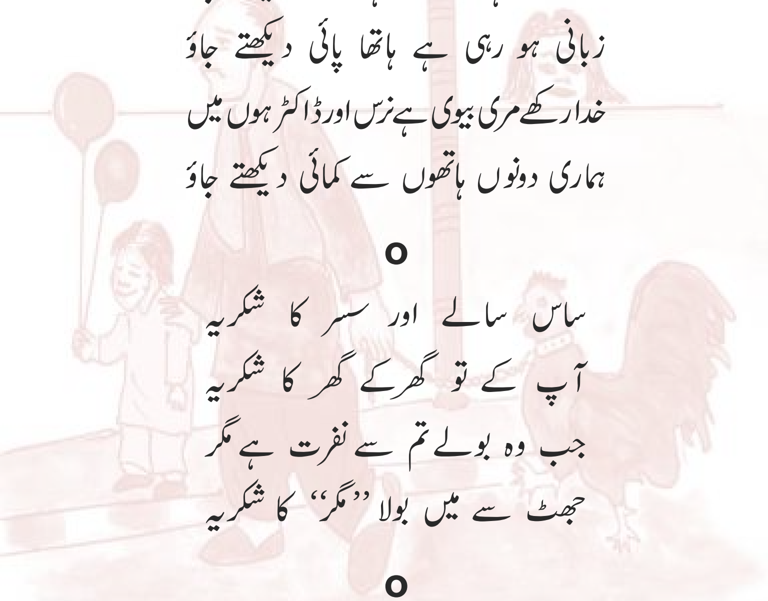

o

نہ دھکا ہے نہ مکا ہے لڑائی دیکھتے جاؤ
زبانی ہو رہی ہے ہاتھا پائی دیکھتے جاؤ
خدا رکھے مری بیوی ہے نرس اور ڈاکٹر ہوں میں
ہماری دونوں ہاتھوں سے کمائی دیکھتے جاؤ

o

ساس سالے اور سسر کا شکریہ
آپ کے تو گھر کے گھر کا شکریہ
جب وہ بولے تم سے نفرت ہے مگر
جھٹ سے میں بولا ''مگر'' کا شکریہ

o

دو سے زیادہ بچے ہونے پہ جیل ہو گی
کچھ فائدہ نہ اس سے میرے حضور ہو گا
بیوی میاں کی جیلیں بھی تو الگ الگ ہوں
ورنہ تو جیل میں بھی بچہ ضرور ہو گا

گستاخ گیاوی

کلرک پر سلام

سلام اس پر جو بے چارہ کلرکی میں بھی صابر ہے
سلام اس پر کہ جو دفتر میں سنڈے کو بھی حاضر ہے

سلام اس پر جو کم تنخواہ پائے بدنصیبی سے
سلام اس پر کہ جو جھڑکی سُنے ہر روز بیوی سے

سلام اس پر کہ ہو اولاد جس کے پاس اک درجن
سلام اس پر کہ جس کے پاس ٹوپی ہو نہ پیراہن

سلام اس پر جو بیڑی مانگ کے اوروں سے پیتا ہو
سلام اس پر کہ جو ہر حال میں کم بخت جیتا ہو

سلام اس پر کہ جس کی عقل گو ہوتی نہیں موٹی
مگر اس پر بھی وہ کھاتا ہے اکثر دال اور روٹی

O

اگر وہ آپ کے ہمراہ ہر گھڑی ہو گی
تو پھر یقین ہے مجھ کو کہ وہ ''چھڑی'' ہو گی

محلے والے ہیں ناحق کرید میں یارو
ہے اس کو لڑنے کی عادت کہیں لڑی ہو گی

جو اس ضعیفی میں لیتی ہے چٹکیاں سب سے
تو اپنے وقت کی سچ جانو پھلجھڑی ہو گی

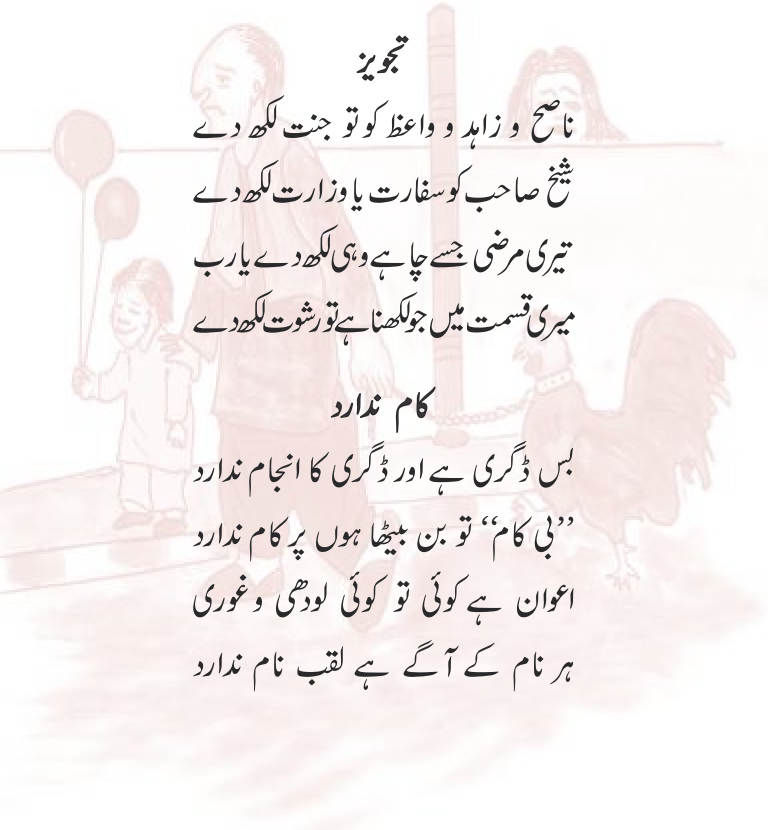

تجویز

ناصح و زاہد و واعظ کو تو جنت لکھ دے
شیخ صاحب کو سفارت یا وزارت لکھ دے
تیری مرضی جسے چاہے وہی لکھ دے یا رب
میری قسمت میں جو لکھنا ہے تو رشوت لکھ دے

کام ندارد

بس ڈگری ہے اور ڈگری کا انجام ندارد
''بی کام'' تو بن بیٹھا ہوں پر کام ندارد
اعوان ہے کوئی تو کوئی لودھی و غوری
ہر نام کے آگے ہے لقب نام ندارد

قیسی قمر نگری

ہزل

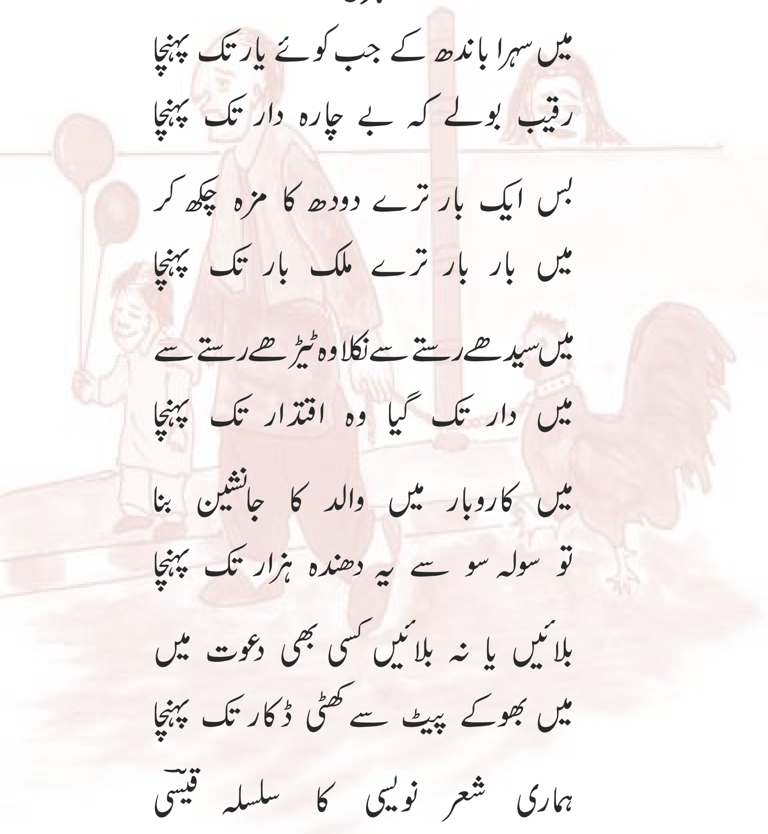

میں سہرا باندھ کے جب کوئے یار تک پہنچا
رقیب بولے کہ بے چارہ دار تک پہنچا

بس ایک بار ترے دودھ کا مزہ چکھ کر
میں بار بار ترے ملک بار تک پہنچا

میں سیدھے رستے سے نکلا وہ ٹیڑھے رستے سے
میں دار تک گیا وہ اقتدار تک پہنچا

میں کاروبار میں والد کا جانشین بنا
تو سولہ سو سے یہ دھندہ ہزار تک پہنچا

بلائیں یا نہ بلائیں کسی بھی دعوت میں
میں بھوکے پیٹ سے کھٹی ڈکار تک پہنچا

ہماری شعر نویسی کا سلسلہ قیسیؔ
ہماری بیوی کے جوتوں کی مار تک پہنچا

ماچس لکھنوی

"شکوہ" کی پیروڈی

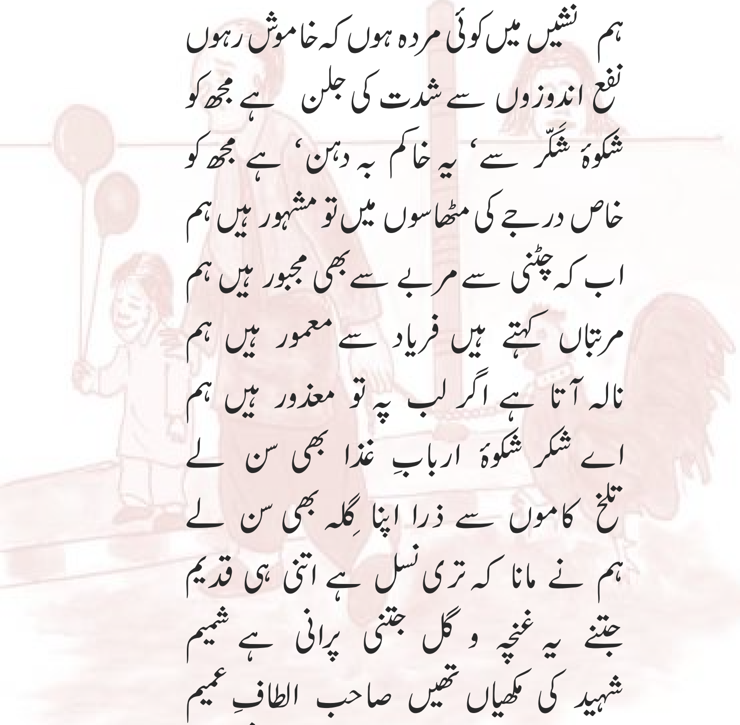

کیوں نمک خوار بنوں زود فراموش رہوں
فکر زردہ نہ کروں محوِ غمِ دوش رہوں
گڑ کے طعنے بھی سنوں اور ہمہ تن گوش رہوں
ہم نشیں میں کوئی مردہ ہوں کہ خاموش رہوں
نفع اندوزوں سے شدت کی جلن ہے مجھ کو
شکوۂ شکّر سے' یہ خاکم بہ دہن' ہے مجھ کو
خاص درجے کی مٹھاسوں میں تو مشہور ہیں ہم
اب کہ چٹنی سے مربے سے بھی مجبور ہیں ہم
مرتباں کہتے ہیں فریاد سے معمور ہیں ہم
نالہ آتا ہے اگر لب پہ تو معذور ہیں ہم
اے شکر شکوۂ اربابِ غذا بھی سن لے
تلخ کاموں سے ذرا اپنا گِلہ بھی سن لے
ہم نے مانا کہ تری نسل ہے اتنی ہی قدیم
جتنے یہ غنچہ و گل جتنی پرانی ہے شمیم
شہد کی مکھیاں تھیں صاحب الطافِ عمیم
تجھ کو لے کر جو پھریں چار طرف مثلِ نسیم
کس کو جمعیت خاطر یہ پریشانی ہے
بس کہ مکھی ہی ترے نام کی دیوانی ہے
یاد تو ہو گا تجھے اپنا وہ پہلا منظر
گہہ لٹکتی تھی پہاڑوں میں کبھی پیڑوں پر

خوگرِ پیکرِ محسوس جو تھی اپنی نظر
دوسری شکل میں لائے ہیں تجھے ہم کیونکر
تجھ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام ترا
کس کی قوت سے ہوا بول سر انجام ترا
تجھ سے بیگانہ تھے سلجوقی بھی تورانی بھی
اہلِ چین چین میں، ایران میں ایرانی بھی
تھے بڑے شہرہَ آفاق تو ایرانی بھی
ایک سے ایک یہودی بھی تھے نصرانی بھی
کی ہے ہل بیلوں سے کھیتوں پہ چڑھائی کس نے
بَولے گنّے کو تری بات بنائی کس نے
تھے ہمیں صرف ترے معرکہ آراؤں میں
ناؤ پر لاد کے بھیجا تجھے دریاؤں میں
کیک میں ڈال کے پہنچایا کلیساؤں میں
گاڑے جھنڈے ترے ہر شہر میں ہر گاؤں میں
کہیں فہرست میں ہوتے جو جہانداروں کی
ترا دم بھرتے یونہی چھاؤں میں تلواروں کی
ہم جو جیتے تھے تو کیا صرف اسی درگت کیلئے
کیا نہ مرتے تھے ترے نام کی عظمت کیلئے
کھیت گوڑے تھے کوئی اپنی حکومت کیلئے
صرف مل والے تجھے لیتے ہیں دولت کیلئے
یہ سمجھتے تو نہ یوں ان کو غنی کر دیتے
مل بنانے کے عوض مل شکنی کر دیتے

ٹل نہ سکتے تھے جو ہم کھیت میں اڑ جاتے ہیں
پاؤں سب چوروں کے مینڈھوں سے اکھڑ جاتے ہیں
پاس آئے جو ترے کوئی ' بگڑ جاتے تھے
لاٹھیاں تان لیا کرتے تھے ' لڑ جاتے تھے
نقش اس طرح ہر اک دل پہ بٹھائے ہم نے
جان دے دے کے ترے کھیت بچائے ہم نے
قوم سیٹھوں کی نہ یوں تیری طلبگار ہوئی
نہ ترے واسطے زحمت کشِ پیکار ہوئی
کس کی محنت سے یہ کھیتی تری تیار ہوئی
کون سی آنکھ تھی جو رات کو بیدار ہوئی
امتحاں گاہ میں دل والے کہاں رہتے تھے
آ کے کھیتوں میں یہ مل والے کہاں رہتے تھے
اب بھی ہے دل میں ہمارے وہی سوز اور وہی ساز
جھولے ہاتھوں میں لیے صبح ' پھر بعدِ نماز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
آ کے دُکّان پہ راشن کی سبھی ایک ہوئے
اور دُکّان سے راشن کی جو ناکام پھرے
حسرتِ وصل میں تگنے بھی لیے دام پھرے
بڑی دکانوں پہ لے لے کے ترا نام پھرے
مضطرب ہجر میں تیرے سحر و شام پھرے

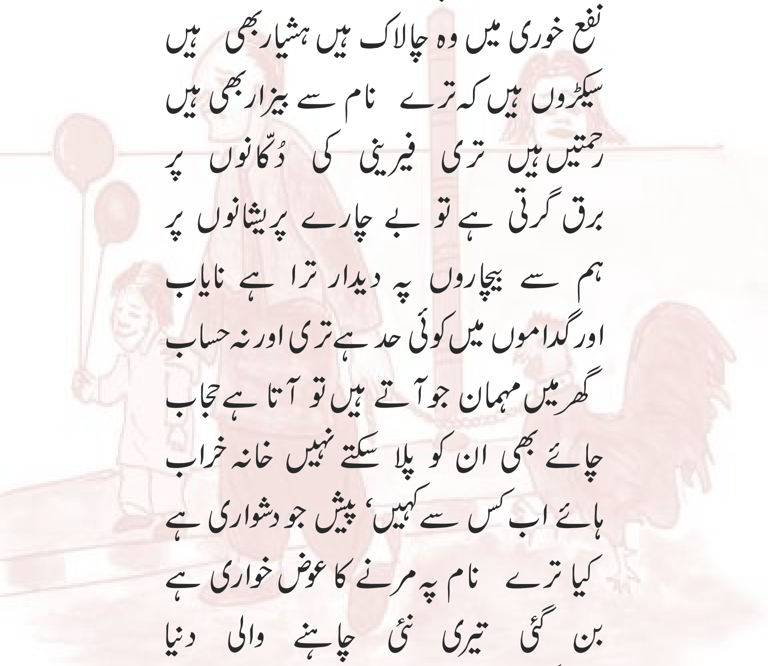

چھوٹے چھوٹے بھی دکاندار نہ چھوڑے ہم نے
چور بازار میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے
یوں تو دنیا میں بہت تیرے خریدار بھی ہیں
دانہ دانہ ترا چگ لینے کو تیار بھی ہیں
نفع خوری میں وہ چالاک ہیں ہشیار بھی ہیں
سیکڑوں ہیں کہ ترے نام سے بیزار بھی ہیں
رحمتیں ہیں تری فیرینی کی دُکّانوں پر
برق گرتی ہے تو بے چارے پریشانوں پر
ہم سے بیچاروں پہ دیدار ترا ہے نایاب
اور گداموں میں کوئی حد ہے تری اور نہ حساب
گھر میں مہمان جو آتے ہیں تو آتا ہے حجاب
چائے بھی ان کو پلا سکتے نہیں خانہ خراب
ہائے اب کس سے کہیں، پیش جو دشواری ہے
کیا ترے نام پہ مرنے کا عوض خواری ہے
بن گئی تیری نئی چاہنے والی دنیا
رہ گئی اپنے لیے ایک خیالی دنیا
نفع خوروں نے بنا دی تری کالی دنیا
پا کے یہ حال حکومت نے سنبھالی دنیا
نہ سہی تو نہ ملے ہم کو ترا نام رہے
چائے نمکین ہی پی لیں گے جو ناکام رہے

مجذوب چشتی

ہمسایہ

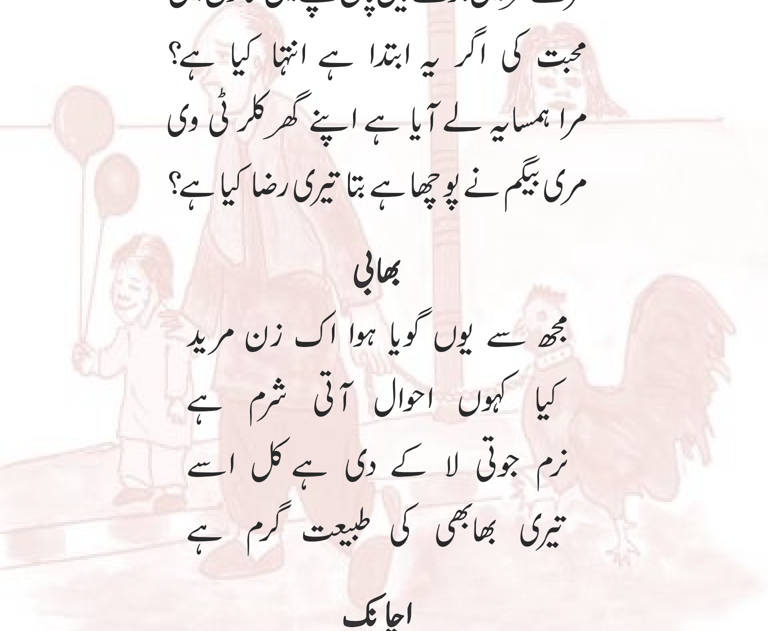

مرے گھر میں ہوئے ہیں پانچ بچے تین سالوں میں
محبت کی اگر یہ ابتدا ہے انتہا کیا ہے؟
مرا ہمسایہ لے آیا ہے اپنے گھر کلر ٹی وی
مری بیگم نے پوچھا ہے بتا تیری رضا کیا ہے؟

بھابی

مجھ سے یوں گویا ہوا اک زن مرید
کیا کہوں احوال آتی شرم ہے
نرم جوتی لا کے دی ہے کل اسے
تیری بھابھی کی طبیعت گرم ہے

اچانک

دو بجے تھے رات کے ہر سمت تھا گہرا سکوت
اور میں فرما رہا تھا شوق سے مشقِ سخن
جاگ اٹھی بیگم اچانک چیخ کر اس نے کہا
''تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن''

خالدعرفان

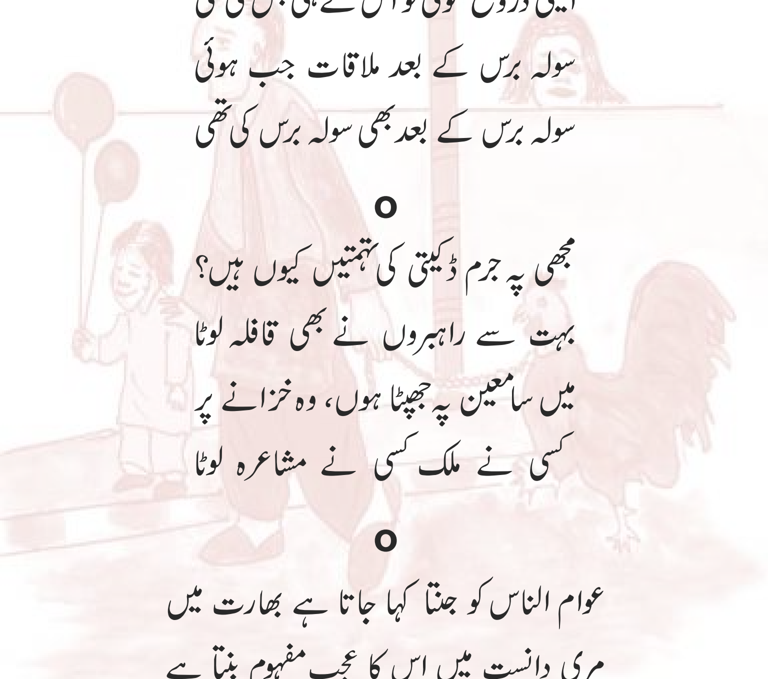

O

اب تک ہے یاد مجھ کو وہ خاتونِ دلنشیں
ایسی دروغ گوئی تو اس کے ہی بس کی تھی
سولہ برس کے بعد ملاقات جب ہوئی
سولہ برس کے بعد بھی سولہ برس کی تھی

O

مجھی پہ جرم ڈکیتی کی تہمتیں کیوں ہیں؟
بہت سے راہبروں نے بھی قافلہ لوٹا
میں سامعین پہ جھپٹا ہوں، وہ خزانے پر
کسی نے ملک کسی نے مشاعرہ لوٹا

O

عوام الناس کو جنتا کہا جاتا ہے بھارت میں
مری دانست میں اس کا عجب مفہوم بنتا ہے
ہمارے ملک میں تو بیویاں وجہ ولادت ہیں
مگر حیرت یہ ہے اس ملک میں شوہر بھی جنتا ہے

ڈاکٹر جعفر رضوی

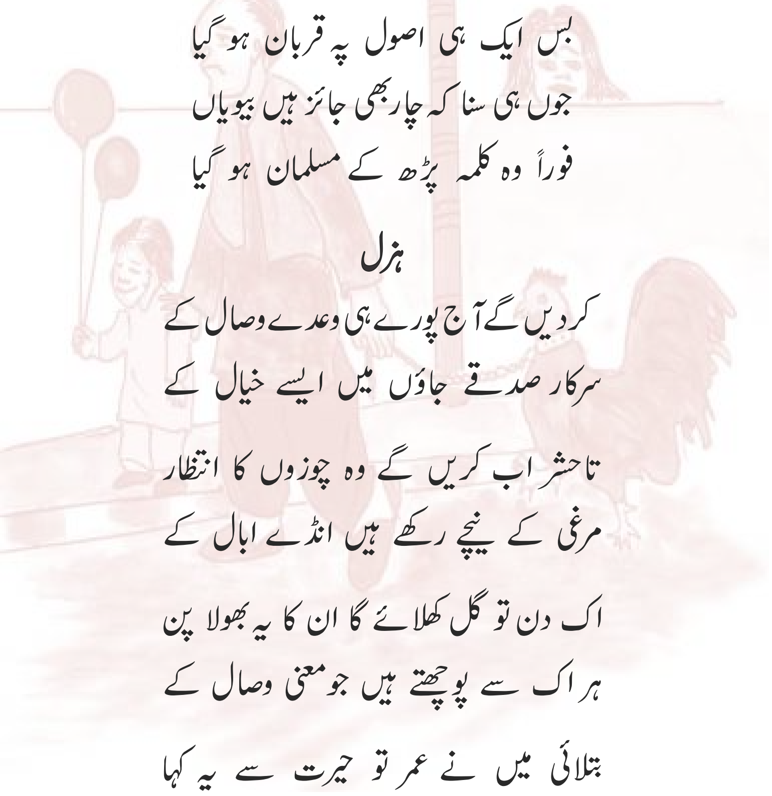

o

مذہب کی خوبیاں اسے قائل نہ کر سکیں
بس ایک ہی اصول پہ قربان ہو گیا
جوں ہی سنا کہ چار بھی جائز ہیں بیویاں
فوراً وہ کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو گیا

ہزل

کر دیں گے آج پورے ہی وعدے وصال کے
سرکار صدقے جاؤں میں ایسے خیال کے

تا حشر اب کریں گے وہ چوزوں کا انتظار
مرغی کے نیچے رکھے ہیں انڈے ابال کے

اک دن تو گل کھلائے گا ان کا یہ بھولا پن
ہر اک سے پوچھتے ہیں جو معنی وصال کے

بتلائی میں نے عمر تو حیرت سے یہ کہا
لگتے نہیں خدا کی قسم اتنے سال کے

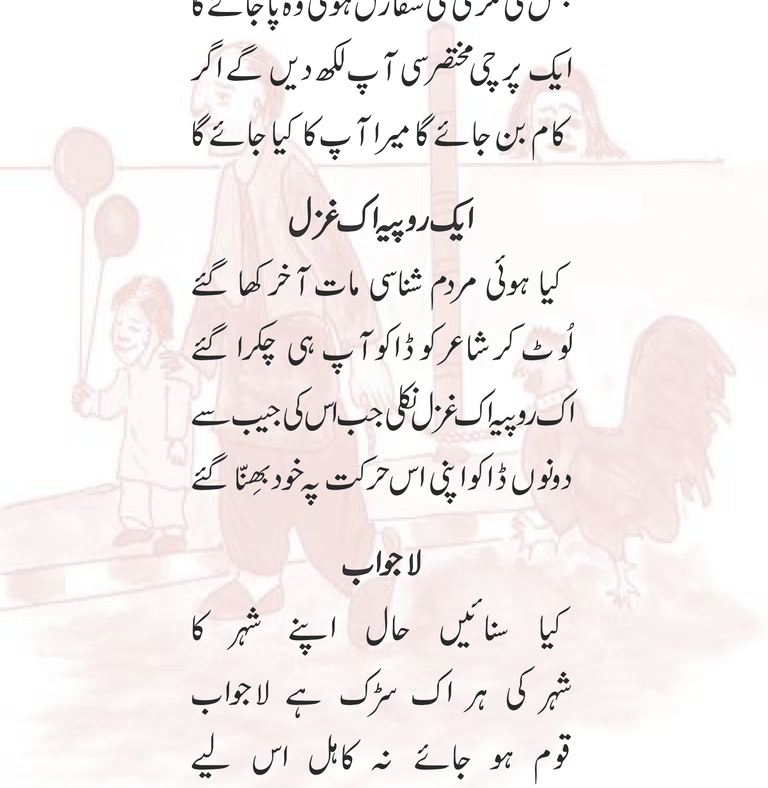

ڈگریوں کو پوچھتا ہے کون سروس کے لیے
جس کی تگڑی سی سفارش ہوگی وہ پا جائے گا
ایک پرچی مختصر سی آپ لکھ دیں گے اگر
کام بن جائے گا میرا آپ کا کیا جائے گا

ایک روپیہ اک غزل

کیا ہوئی مردم شناسی مات آخر کھا گئے
لُوٹ کر شاعر کو ڈاکو آپ ہی چکرا گئے
اک روپیہ اک غزل نکلی جب اس کی جیب سے
دونوں ڈاکو اپنی اس حرکت پہ خود بھِنّا گئے

لاجواب

کیا سنائیں حال اپنے شہر کا
شہر کی ہر اک سڑک ہے لاجواب
قوم ہو جائے نہ کاہل اس لیے
مستعد رکھتی ہے ہر لمحہ جناب

عزیز بیجوانی انصاری

پنجابی

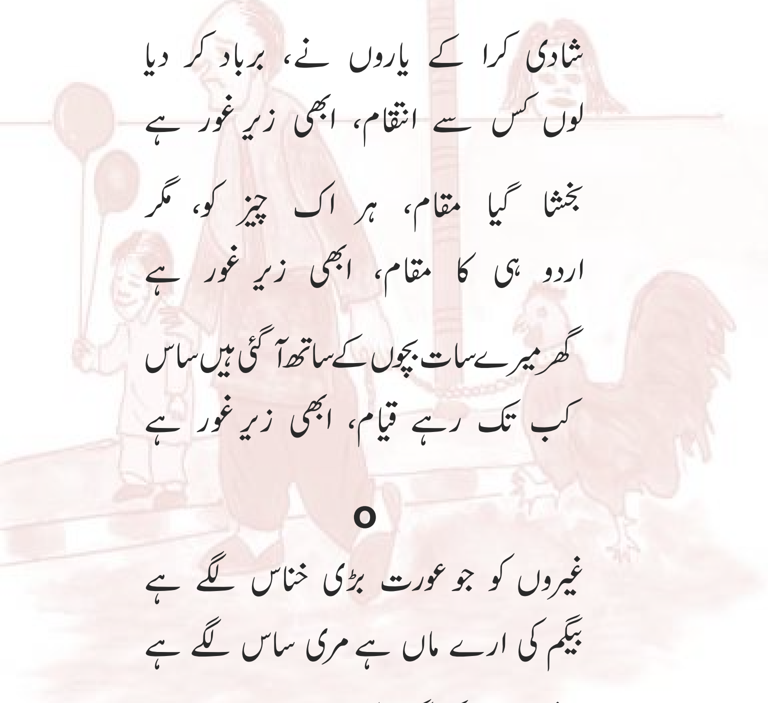

لوں کس سے اپنا کام، ابھی زیرِ غور ہے
کس کو کروں سلام، ابھی زیرِ غور ہے

شادی کرا کے یاروں نے، برباد کر دیا
لوں کس سے انتقام، ابھی زیرِ غور ہے

بخشا گیا مقام، ہر اک چیز کو، مگر
اردو ہی کا مقام، ابھی زیرِ غور ہے

گھر میرے سات بچوں کے ساتھ آ گئی ہیں ساس
کب تک رہے قیام، ابھی زیرِ غور ہے

O

غیروں کو جو عورت بڑی خناس لگے ہے
بیگم کی ارے ماں ہے مری ساس لگے ہے

مرغی ہے اگر گھر کی تو ہے دال برابر
ہاں دال بھی باہر کی اناس لگے ہے

بیگم ہیں کہ دوزخ کا لپکتا ہوا شعلہ
جب سامنا ہوتا ہے مجھے پیاس لگے ہے

حکیم یونانی

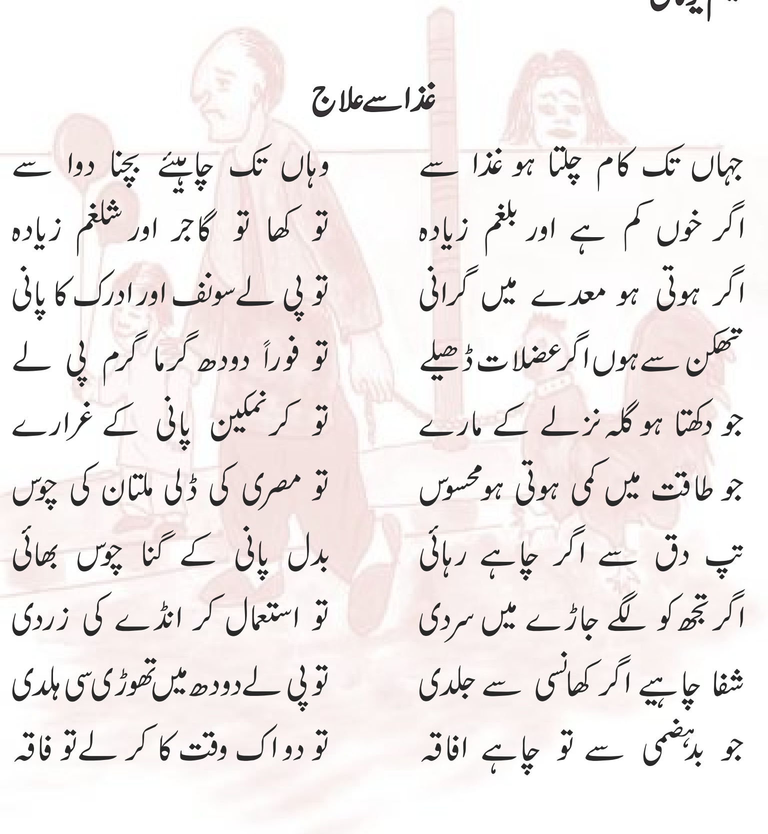

غذا سے علاج

جہاں تک کام چلتا ہو غذا سے　　وہاں تک چاہیئے بچنا دوا سے

اگر خوں کم ہے اور بلغم زیادہ　　تو کھا تو گاجر اور شلغم زیادہ

اگر ہوتی ہو معدے میں گرانی　　تو پی لے سونف اور ادرک کا پانی

تھکن سے ہوں اگر عضلات ڈھیلے　　تو فوراً دودھ گرما گرم پی لے

جو دکھتا ہو گلہ نزلے کے مارے　　تو کر نمکین پانی کے غرارے

جو طاقت میں کمی ہوتی ہو محسوس　　تو مصری کی ڈلی ملتان کی چوس

تپ دق سے اگر چاہے رہائی　　بدل پانی کے گنا چوس بھائی

اگر تجھ کو لگے جاڑے میں سردی　　تو استعمال کر انڈے کی زردی

شفا چاہیے اگر کھانسی سے جلدی　　تو پی لے دودھ میں تھوڑی سی ہلدی

جو بدہضمی سے تو چاہے افاقہ　　تو دو اک وقت کا کر لے تو فاقہ

وفا ابدالی

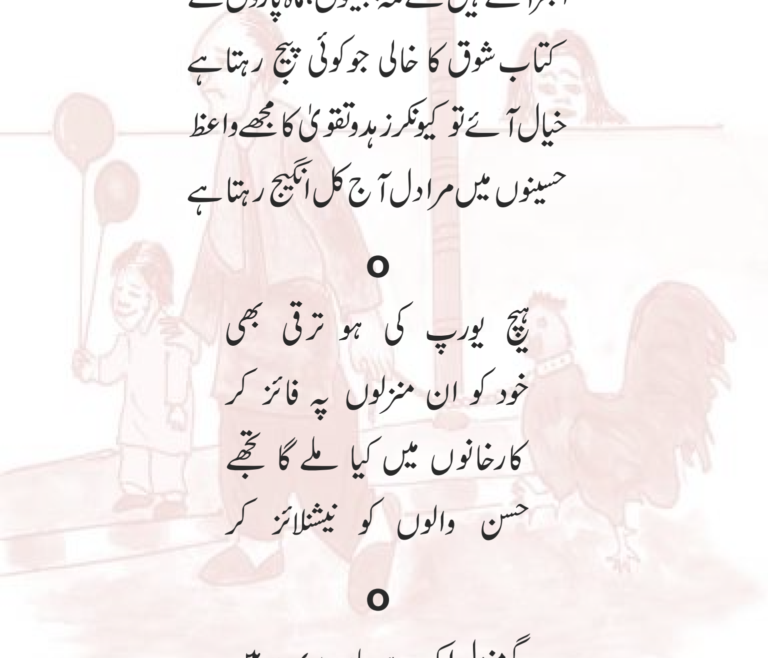

○

ابھر آتے ہیں نقشے مہ جبینوں، ماہ پاروں کے
کتابِ شوق کا خالی جو کوئی پیج رہتا ہے
خیال آئے تو کیونکر زہد و تقویٰ کا مجھے واعظ
حسینوں میں مرا دل آج کل انگیج رہتا ہے

○

ہیچ یورپ کی ہو ترقی بھی
خود کو ان منزلوں پہ فائز کر
کارخانوں میں کیا ملے گا تجھے
حسن والوں کو نیشنلائز کر

○

گو منزل ایک ہے جادے بہت ہیں
عوام الناس بھی سادے بہت ہیں
قدم جو بھی اٹھا، شاہانہ ہو گا
سول سروس میں شہزادے بہت ہیں

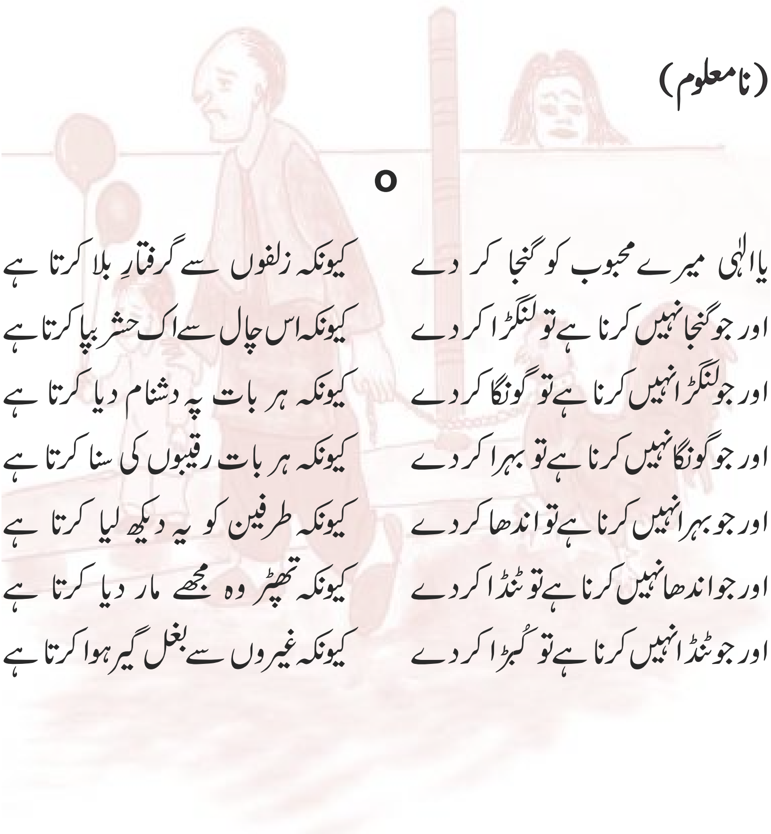

(نامعلوم)

o

یاالٰہی میرے محبوب کو گنجا کر دے
کیونکہ زلفوں سے گرفتارِ بلا کرتا ہے

اور جو گنجا نہیں کرنا ہے تو لنگڑا کر دے
کیونکہ اس چال سے اک حشر بپا کرتا ہے

اور جو لنگڑا نہیں کرنا ہے تو گونگا کر دے
کیونکہ ہر بات پہ دشنام دیا کرتا ہے

اور جو گونگا نہیں کرنا ہے تو بہرا کر دے
کیونکہ ہر بات رقیبوں کی سنا کرتا ہے

اور جو بہرا نہیں کرنا ہے تو اندھا کر دے
کیونکہ طرفین کو یہ دیکھ لیا کرتا ہے

اور جو اندھا نہیں کرنا ہے تو ٹنڈا کر دے
کیونکہ تھپڑ وہ مجھے مار دیا کرتا ہے

اور جو ٹنڈا نہیں کرنا ہے تو کُبڑا کر دے
کیونکہ غیروں سے بغل گیر ہوا کرتا ہے

یونس اعجاز

غزل

کیسے کیسے چلے کھنچوائے تمہارے عشق نے
ہیر کے روضے پہ برسوں، جھنگ مگھیانے رہے

چال اسکی ہے، چلن اسکا ہے، عزت اسکی ہے
دوستو جس کے پولیس والوں سے یارانے رہے

کیا کڑی تعزیر، اظہار محبت پر ملی!
سارا دن چوکی میں کاٹا، رات بھر تھانے رہے

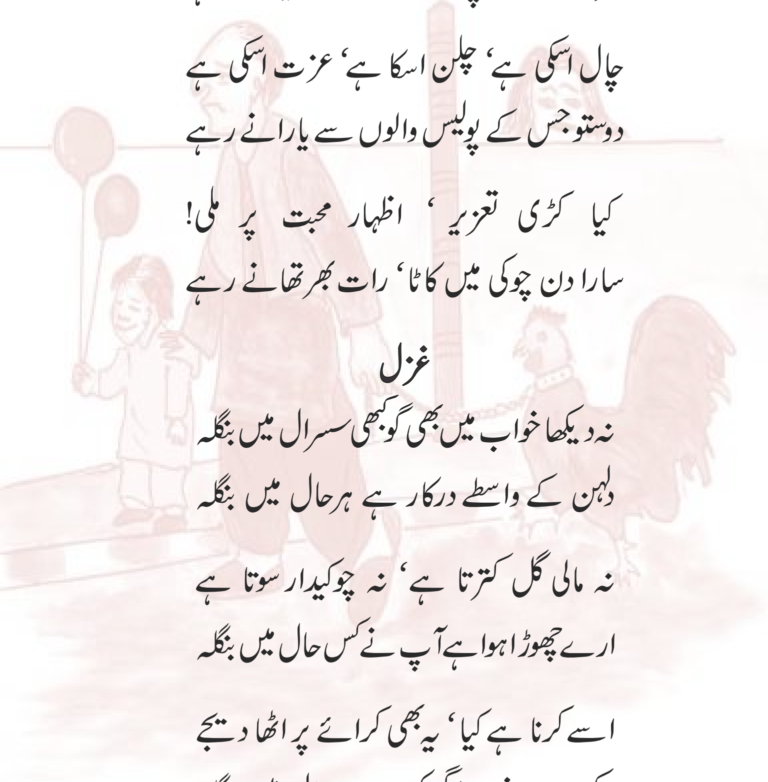

غزل

نہ دیکھا خواب میں بھی گو کبھی سسرال میں بنگلہ
دلہن کے واسطے درکار ہے ہر حال میں بنگلہ

نہ مالی گل کترتا ہے، نہ چوکیدار سوتا ہے
ارے چھوڑا ہوا ہے آپ نے کس حال میں بنگلہ

اسے کرنا ہے کیا، یہ بھی کرائے پر اٹھا دیجے
حکومت نے جو بیگم کو دیا ہے حال میں بنگلہ

میں تب سے قدر و قیمت شاعر مشرق کی سمجھا ہوں
بنا ہے جب سے میرا گلشن اقبال میں بنگلہ

نیاز سواتی

o

الیکشن میں یہ کینڈیڈیٹ نے ووٹر سے فرمایا
اگر تم ووٹ دو تو یار پھر کہلائیں ہم دونوں
مگر جب ووٹ اس کا لے لیا تو یوں کہا اس نے
''چلو اک بار پھر سے اجنبی بن جائیں ہم دونوں''

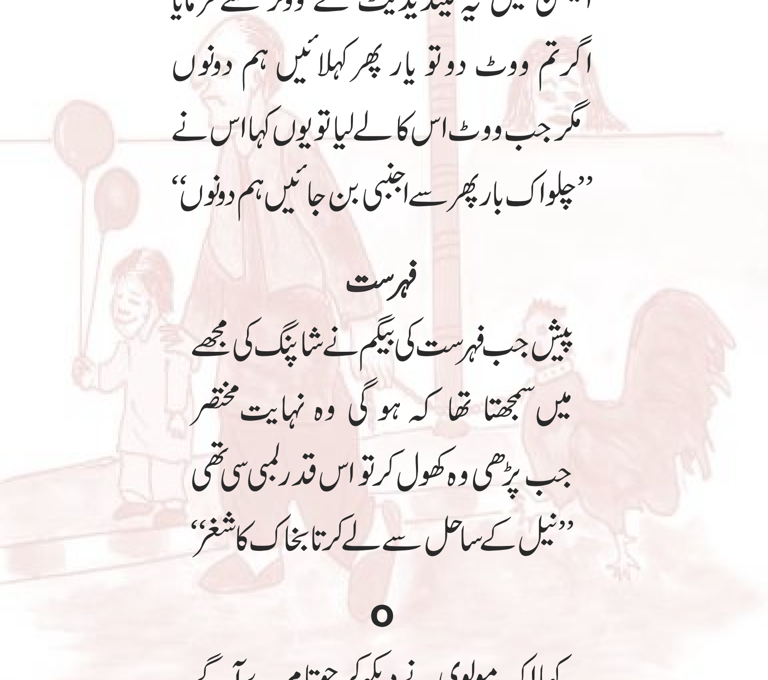

فہرست

پیش جب فہرست کی بیگم نے شاپنگ کی مجھے
میں سمجھتا تھا کہ ہو گی وہ نہایت مختصر
جب پڑھی وہ کھول کر تو اس قدر لمبی سی تھی
''نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر''

o

کہا اک مولوی نے دیکھ کر جوتا مرے آگے
اگر ہو سامنے جوتا تو پھر سجدہ نہیں ہوتا
کہا ہم نے بجا ہے آپ کا ارشاد یہ لیکن
اگر پیچھے رکھیں جوتا تو پھر جوتا نہیں ہوتا

واحد انصاری

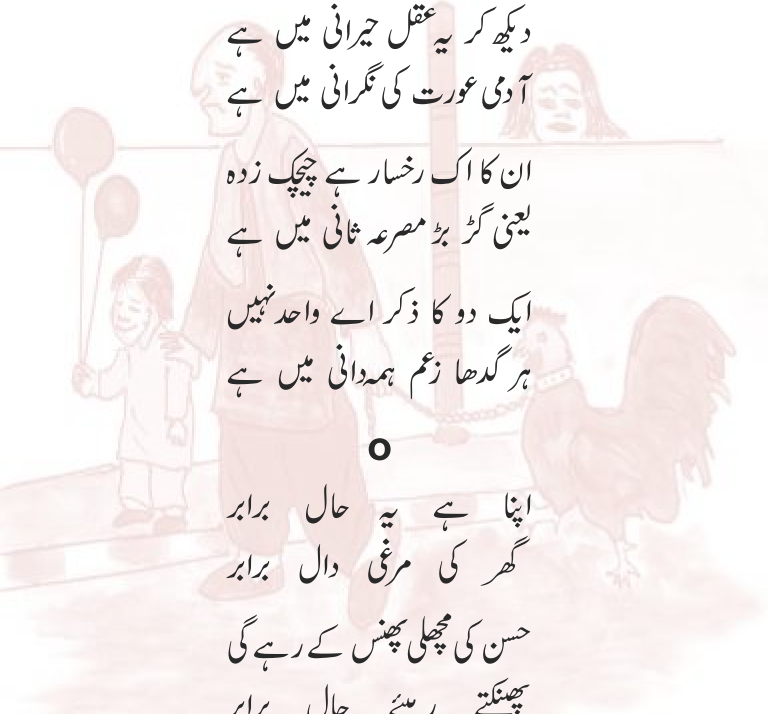

o

دیکھ کر یہ عقل حیرانی میں ہے
آدمی عورت کی نگرانی میں ہے

ان کا اک رخسار ہے چیچک زدہ
یعنی گڑبڑ مصرعہ ثانی میں ہے

ایک دو کا ذکر اے واحد نہیں
ہر گدھا زعم ہمہ‌دانی میں ہے

o

اپنا ہے یہ حال برابر
گھر کی مرغی دال برابر

حسن کی مچھلی پھنس کے رہے گی
پھینکتے رہیئے جال برابر

نیتا جی کے بھاشن سن کر
کر نہ بھروسہ بال برابر

پھل آگروی

غزل

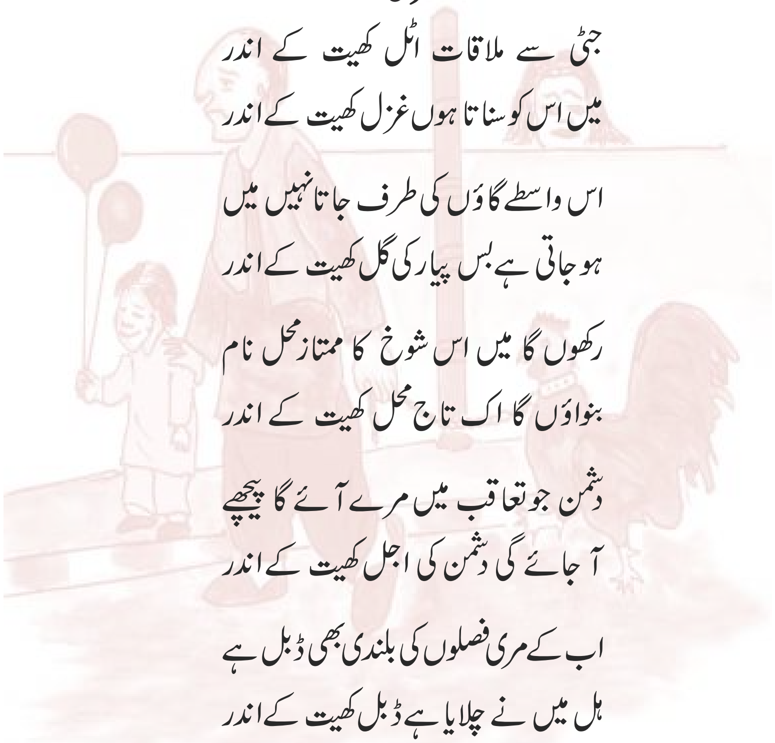

جٹی سے ملاقات اٹل کھیت کے اندر
میں اس کو سناتا ہوں غزل کھیت کے اندر

اس واسطے گاؤں کی طرف جاتا نہیں میں
ہو جاتی ہے بس پیار کی گل کھیت کے اندر

رکھوں گا میں اس شوخ کا ممتاز محل نام
بنواؤں گا اک تاج محل کھیت کے اندر

دشمن جو تعاقب میں مرے آئے گا پیچھے
آ جائے گی دشمن کی اجل کھیت کے اندر

اب کے مری فصلوں کی بلندی بھی ڈبل ہے
ہل میں نے چلایا ہے ڈبل کھیت کے اندر

ٹک سکتے نہیں فصلی بٹیرے مرے آگے
یہ بات سمجھنی ہے تو چل کھیت کے اندر

خالد مسعود

o

حسن کی توپ کا گولا مارا تیرا ککھ نہ رہئے
تجھ پر گر جائے قطبی تارا تیرا ککھ نہ رہئے

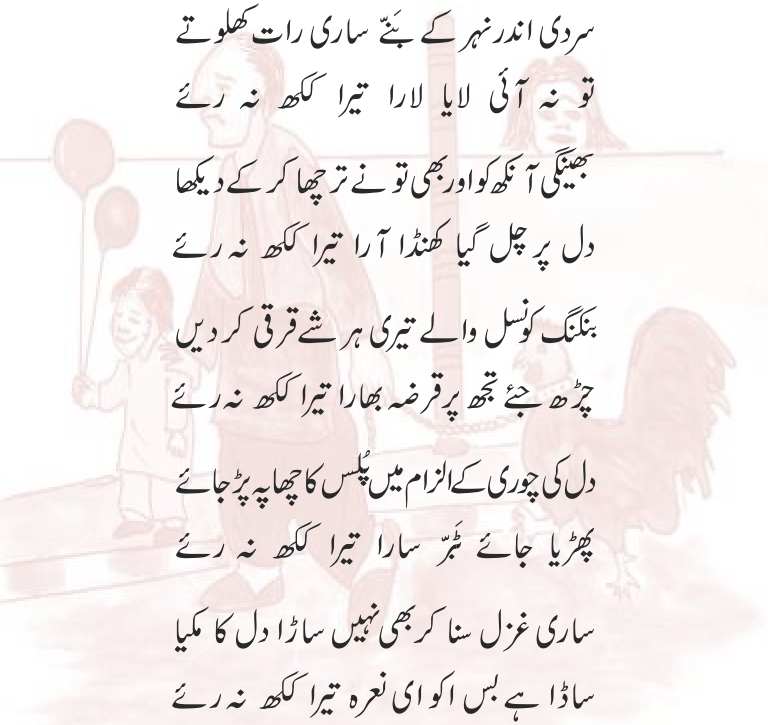

سردی اندر نہر کے بنّے ساری رات کھلوتے
تو نہ آئی لایا لارا تیرا ککھ نہ رہئے

بھینگی آنکھ کو اور بھی تو نے ترچھا کر کے دیکھا
دل پر چل گیا کھنڈا آرا تیرا ککھ نہ رہئے

بلڈنگ کونسل والے تیری ہر شے قرقی کر دیں
چڑھ جئے تجھ پر قرضہ بھارا تیرا ککھ نہ رہئے

دل کی چوری کے الزام میں پُلس کا چھاپہ پڑ جائے
پھڑیا جائے ٹبرّ سارا تیرا ککھ نہ رہئے

ساری غزل سنا کر بھی نہیں ساڑا دل کا مکیا
ساڈا ہے بس اکو ای نعرہ تیرا ککھ نہ رہئے

o

اُس کا رشتہ نہ ہونے کا باعث اس کا ابا تھا
سب حریان تھے اس نے ایسا ابا کہاں سے لبھا تھا
سمجھ نئیں آتی بتی دھاریں وہ کس سے بخشائے
اس کی ماں تو فیڈر تھی اور سکے دودھ کا ڈبا تھا

زاہد فخری

مکالمہ

لڑکی:

نہ کوٹھی کار ہے تیری نہ وی۔سی۔آر ہی نکلا
نہ انکل ہے وزیروں میں نہ کوئی یار ہی نکلا
نہ انکم ٹیکس میں کوئی سا رشتہ دار ہی نکلا
نہ کوئی جاب ہے تیری نہ کاروبار ہی نکلا
پلازہ جس کو کہتے تھے وہ اک چھوٹا سا کھوکھا ہے
محبت کر کے بھی دیکھا محبت میں بھی دھوکہ ہے

لڑکا:

تجھے کشمیر سمجھا تھا مگر تھرپارکر نکلا
نہ افسر ہے تمہاری ماں نہ ابا ڈاکٹر نکلا
غبار حسن کے پیچھے بیوٹی پارلر نکلا
میں نیلے لینز میں ڈوبا تو جا کر کاشغر نکلا
نہ جھمکے تیرے اصلی ہیں نہ اصلی تیرا کوکا ہے
محبت کر کے بھی دیکھا محبت میں بھی دھوکہ ہے

ڈاکٹر بدر منیر

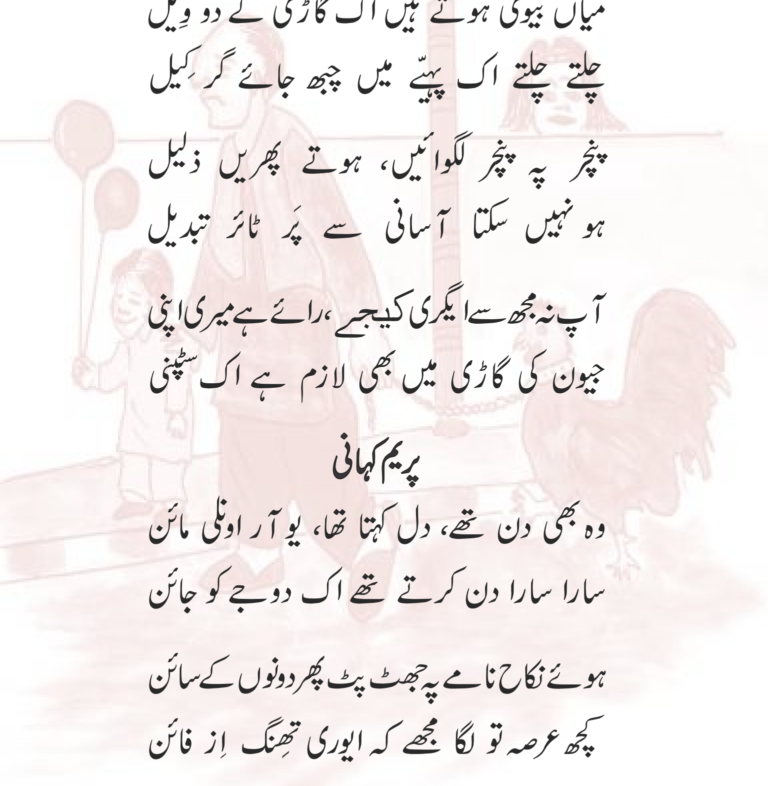

جیون گاڑی

میاں بیوی ہوتے ہیں اک گاڑی کے دو وِیل
چلتے چلتے اک پہیّے میں چبھ جائے گر کیل

پنچر پہ پنچر لگوائیں، ہوتے پھریں ذلیل
ہو نہیں سکتا آسانی سے پَر ٹائر تبدیل

آپ نہ مجھ سے ایگری کیجیے، رائے ہے میری اپنی
جیون کی گاڑی میں بھی لازم ہے اک سٹپنی

پریم کہانی

وہ بھی دن تھے، دل کہتا تھا، یو آر اونلی مائن
سارا سارا دن کرتے تھے اک دوجے کو جائن

ہوئے نکاح نامے پہ جھٹ پٹ پھر دونوں کے سائن
کچھ عرصہ تو لگا مجھے کہ ایوری تھِنگ اِز فائن

پھر اپنی اس پریم کہانی پر آیا Decline
اب وہ مجھ کو جِن کہتی ہے اور میں اس کو ڈائن

فیصلہ

بیگم بس آج ہو کے رہے گا یہ فیصلہ
یا گھر میں تیرے ساتھ رہوں میں یا تیری ماں
رونی سی شکل اس نے بنا کر مجھے کہا
اِس وقت آدھی رات کو جائے گا تو کہاں؟

تعریف

اتنی سگھڑ، اتنی سندر، اتنی زیادہ نیک
رشک مجھے خود پر آتا ہے کرتا ہوں جب غور
بیگم تیری اس سے زیادہ کیا تعریف کروں
کاش تمھارے جیسی مجھ کو مل جائے اک اور

پھرتی

ماحول اپنے گھر کا کریں ہم بھی خوشگوار
بیگم کو میں نے ہنس کے جو یہ مشورہ دیا
فوراً ستم ظریف نے اس پہ کیا عمل
بستر مرا اٹھا کے گلی میں لگا دیا

شریفانہ وارننگ

مسکرا کر مجھ سے بیگم نے کہا
دائیں بائیں سے کنارا کیجیے
تانکا جھانکی اس قدر اچھی نہیں
ایک چینل پر گزارہ کیجیے

شوکت جمال

آرمی نامہ

(نظیر اکبر آبادی کی روح سے معذرت کے ساتھ)

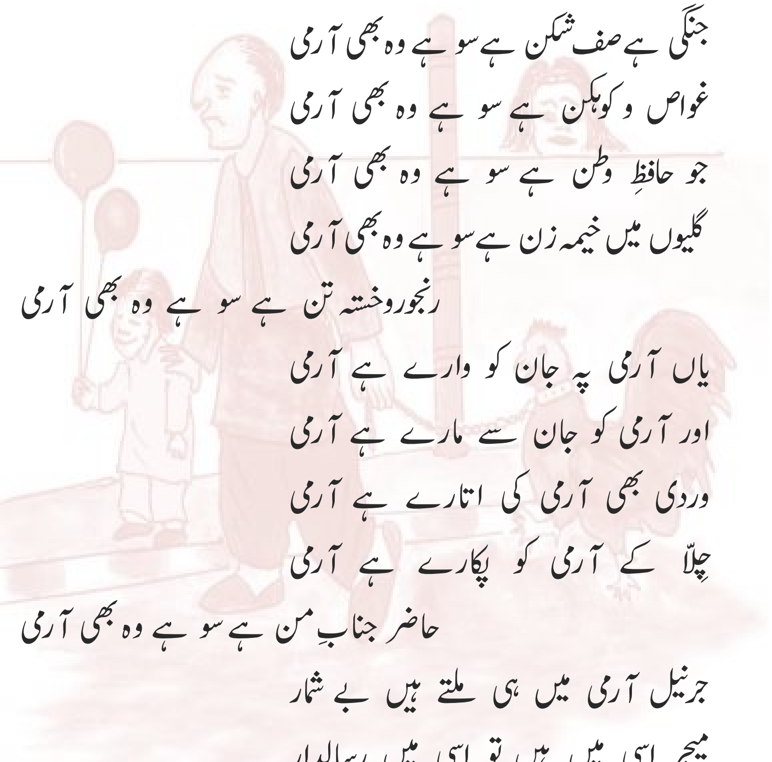

جنگی ہے صف شکن ہے سو ہے وہ بھی آرمی
غواص و کوہکن ہے سو ہے وہ بھی آرمی
جو حافظِ وطن ہے سو ہے وہ بھی آرمی
گلیوں میں خیمہ زن ہے سو ہے وہ بھی آرمی
رنجور وخستہ تن ہے سو ہے وہ بھی آرمی

یاں آرمی پہ جان کو وارے ہے آرمی
اور آرمی کو جان سے مارے ہے آرمی
وردی بھی آرمی کی اتارے ہے آرمی
چلّا کے آرمی کو پکارے ہے آرمی
حاضر جنابِ من ہے سو ہے وہ بھی آرمی

جرنیل آرمی میں ہی ملتے ہیں بے شمار
میجر اسی میں ہیں تو اسی میں رسالدار
شکلیں تو ایک سی ہیں مراتب مگر ہزار
ہے ٹینک پر کوئی تو کوئی جیپ پر سوار
پیدل جو گامزن ہے سو ہے وہ بھی آرمی

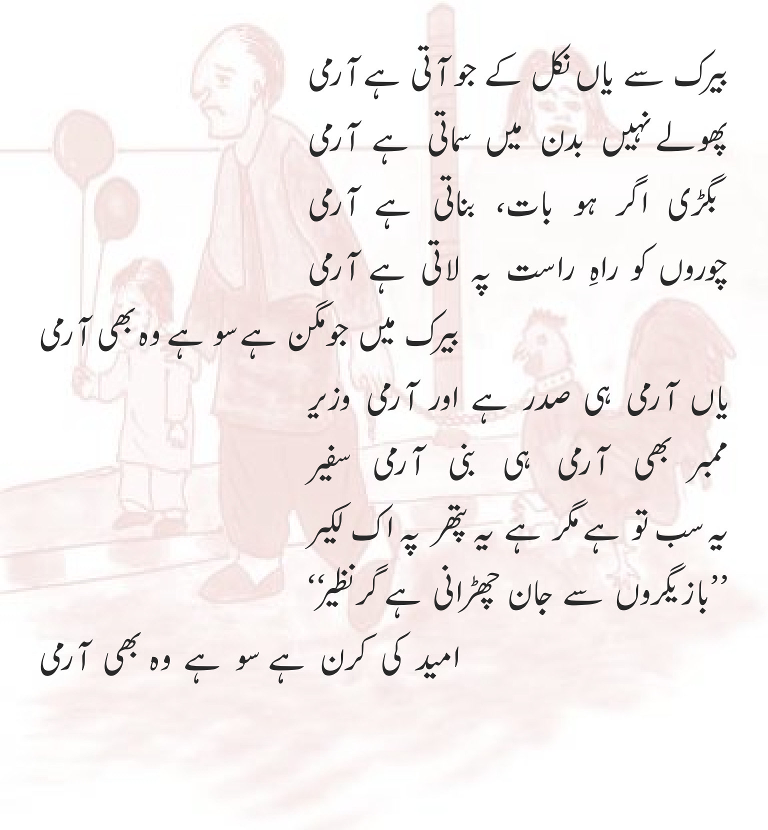

بیرک سے یاں نکل کے جو آتی ہے آرمی
پھولے نہیں بدن میں سماتی ہے آرمی
بگڑی اگر ہو بات، بناتی ہے آرمی
چوروں کو راہِ راست پہ لاتی ہے آرمی
بیرک میں جو مگن ہے سو ہے وہ بھی آرمی

یاں آرمی ہی صدر ہے اور آرمی وزیر
ممبر بھی آرمی ہی بنی آرمی سفیر
یہ سب تو ہے مگر ہے یہ پتھر پہ اک لکیر
''بازیگروں سے جان چھڑانی ہے گر نظیر''
امید کی کرن ہے سو ہے وہ بھی آرمی

حیدر حسنین جلیسی

بیوی کی تلاش

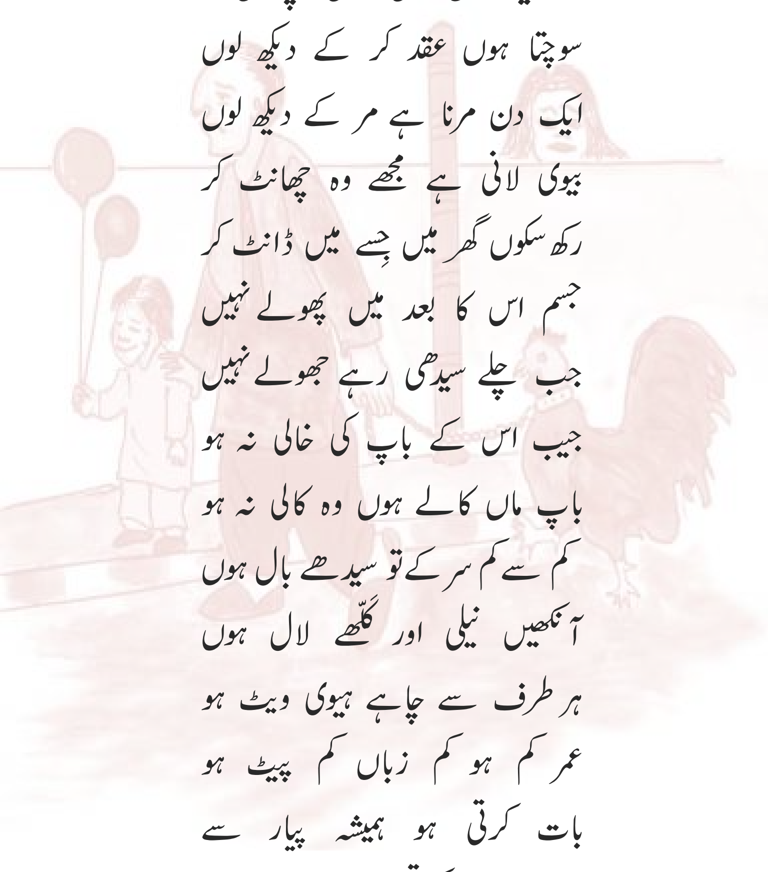

دیکھنے میں لگ رہا ہوں بیس کا
ہو گیا ہوں اس برس چالیس کا
سوچتا ہوں عقد کر کے دیکھ لوں
ایک دن مرنا ہے مر کے دیکھ لوں
بیوی لانی ہے مجھے وہ چھانٹ کر
رکھ سکوں گھر میں جِسے میں ڈانٹ کر
جسم اس کا بعد میں پھولے نہیں
جب چلے سیدھی رہے جھولے نہیں
جیب اس کے باپ کی خالی نہ ہو
باپ ماں کالے ہوں وہ کالی نہ ہو
کم سے کم سر کے تو سیدھے بال ہوں
آنکھیں نیلی اور گلّھے لال ہوں
ہر طرف سے چاہے ہیوی ویٹ ہو
عمر کم ہو کم زباں کم پیٹ ہو
بات کرتی ہو ہمیشہ پیار سے
نرس جیسے کرتی ہے بیمار سے
بہنیں چاہے جتنی ہوں بھائی نہ ہو
ریڈیو ٹی وی پہ وہ آئی نہ ہو

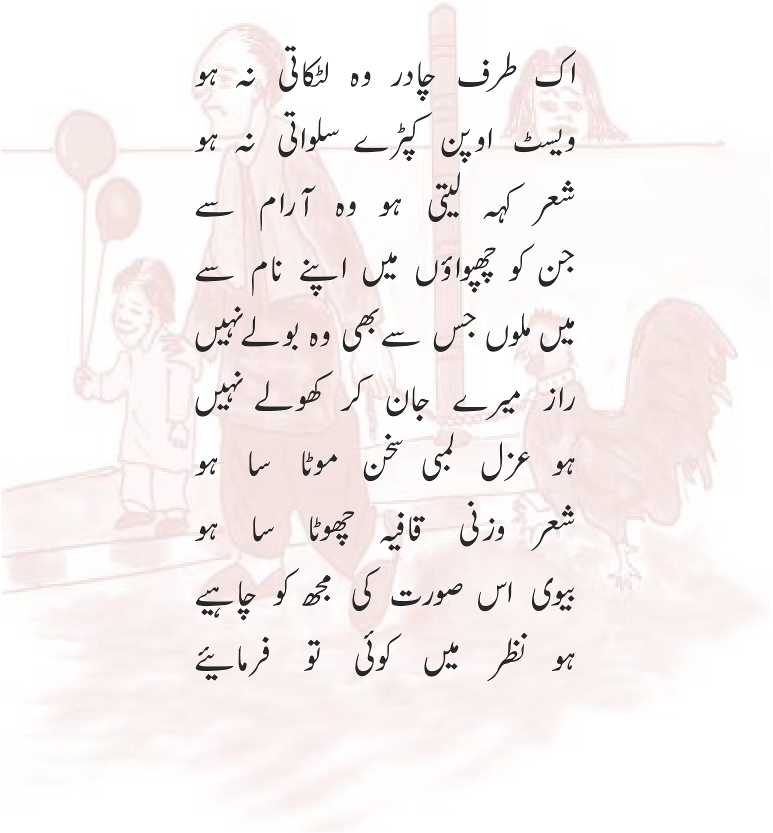

اک طرف چادر وہ لٹکاتی نہ ہو
ویسٹ اوپن کپڑے سلواتی نہ ہو
شعر کہہ لیتی ہو وہ آرام سے
جن کو چھپواؤں میں اپنے نام سے
میں ملوں جس سے بھی وہ بولے نہیں
راز میرے جان کر کھولے نہیں
ہو غزل لمبی سخن موٹا سا ہو
شعر وزنی قافیہ چھوٹا سا ہو
بیوی اس صورت کی مجھ کو چاہیے
ہو نظر میں کوئی تو فرمایئے

فرحت ندیم ہمایوں

o

ایک لڑکے کو دعا یہ مانگتے ہم نے سنا
یا خدا ہر رنج و غم سے جاں مری چھوٹی رہے
روز میرے ساتھ بیٹھے میری بائک پر وہ شوخ
ہر سڑک اس شہر کی یا رب یونہی ٹوٹی رہے

o

کیا کرو گے جو ہوئے خشک یہ پانچوں دریا
خرچ کرنے کو جو ہم کہتے تھے تھوڑا پانی
تم نے مانا نہیں اور غسل اتارے اتنے
ڈوب مرنے کے لئے بھی نہیں چھوڑا پانی

o

پانی آنے کی بات کرتے ہو
دل جلانے کی بات کرتے ہو
ہم نے چھ دن سے منہ نہیں دھویا
تم نہانے کی بات کرتے ہو

سعید آغا

شیر خرما

رات بھر دعوت چلی خالہ سویاں کے یہاں
تھا کچن کی دیگچی سے جشن کا کیسا سماں

ابتداء اس جشن کی ہوتی ہے اس ہنگام سے
آج تو خالہ نے میک اپ کر لیا تھا شام سے

گولڈن بالوں پہ دو لونگیں لگا بیٹھی تھیں وہ
کڑکڑاتے گھی میں کچھ ایسے نہا بیٹھی تھیں وہ

آج کی دعوت میں چاندی کے ورق پہنے ہوئے
لاد رکھے تھے سبھی، زیور ہوئے، گہنے ہوئے

تھا یقیں کہ آج انکل دودھ بھی آ جائیں گے
وہ نجانے کیسی کیسی شوخیاں فرمائیں گے

شرم میں ڈوبیں وہ، انکل دودھ کے آنے کے بعد
دیگچی چولہے چڑھی حیرت میں آ جانے کے بعد

اور اُدھر چولہے کی بھی شعلہ بیانی دیکھئے
آگ کہتی تھی کہ اب میری جوانی دیکھئے

اس سمے باہر سے بھی سب مہماں آنے لگے
چھوڑ کر چمچے شکر آنٹی کو اب جانے لگے

جو جہاں، جیسے بھلے تھے، یا کہ چنگے آ گئے
کاغذی تھا پیرہن، بادام ننگے آ گئے

ٹیکسی میں آتے تھے پستے یا کہ اپنی کار میں
ایک ہنگامہ بپا تھا دیگچی دربار میں

صبح کا بھولا ہوا تھا شب کو گویا آ گیا
فیملی میں چین پایا اور کھویا آ گیا

ہیں کہاں خالہ سویاں غم کے مارے آ گئے
یک بیک اک شور اٹھا لو چھوارے آ گئے

سرزنش کر دی تھی ہنگام طرب کو ڈانٹ کر
دست بیرونی میں اک چمچے نے سب کو ڈانٹ کر

پُراسرار دخل اندازی تھی ایسے وقت میں
کشمکش تھی دیدنی کشمش کی ایسے وقت میں

کیا ستم ہے یہ اُبلنے پر ہر اک ہی اڑ گیا
کیوڑا آیا تو پھر غصّے پہ پانی پڑ گیا

دستِ بیرونی نے آخر یہ کیا تھا انتظام
جشن کو ڈش میں کیا تھا منتقل، یہ تھا مقام

صبح ہوتے ہی سب اہلِ جشن ٹھنڈے پڑ گئے
جشن کی تُربت پہ دو اک بوائل انڈے پڑ گئے

جشنِ میوہ جات پر سب نے ہی چمچہ رکھ دیا
ہم نے اس کا نام آخر شیرخرما رکھ دیا

عید آتی ہے یہی مژدہ سنانے کے لئے
جشنِ میوہ جات کا قیمہ بنانے کے لئے

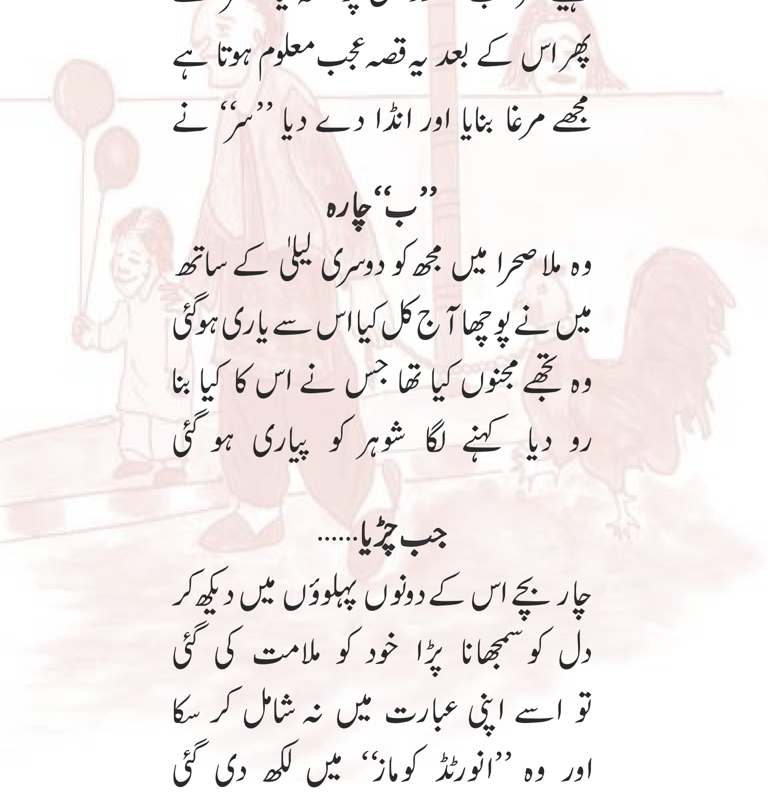

پروفےسر

رکھی تھی میز پر بس میری کاپی ٹیسٹ والے دن
مہینے بھر سب اسٹوڈنٹس پر غصہ کیا ''سر'' نے
پھر اس کے بعد یہ قصہ عجب معلوم ہوتا ہے
مجھے مرغا بنایا اور انڈا دے دیا ''سر'' نے

''ب'' چارہ

وہ ملا صحرا میں مجھ کو دوسری لیلیٰ کے ساتھ
میں نے پوچھا آج کل کیا اس سے یاری ہوگئی
وہ تجھے مجنوں کیا تھا جس نے اس کا کیا بنا
رو دیا کہنے لگا شوہر کو پیاری ہو گئی

جب چڑیا......

چار بچے اس کے دونوں پہلوؤں میں دیکھ کر
دل کو سمجھانا پڑا خود کو ملامت کی گئی
تو اسے اپنی عبارت میں نہ شامل کر سکا
اور وہ ''انورٹڈ کوماز'' میں لکھ دی گئی

عبدالحکیم ناصف

غزل

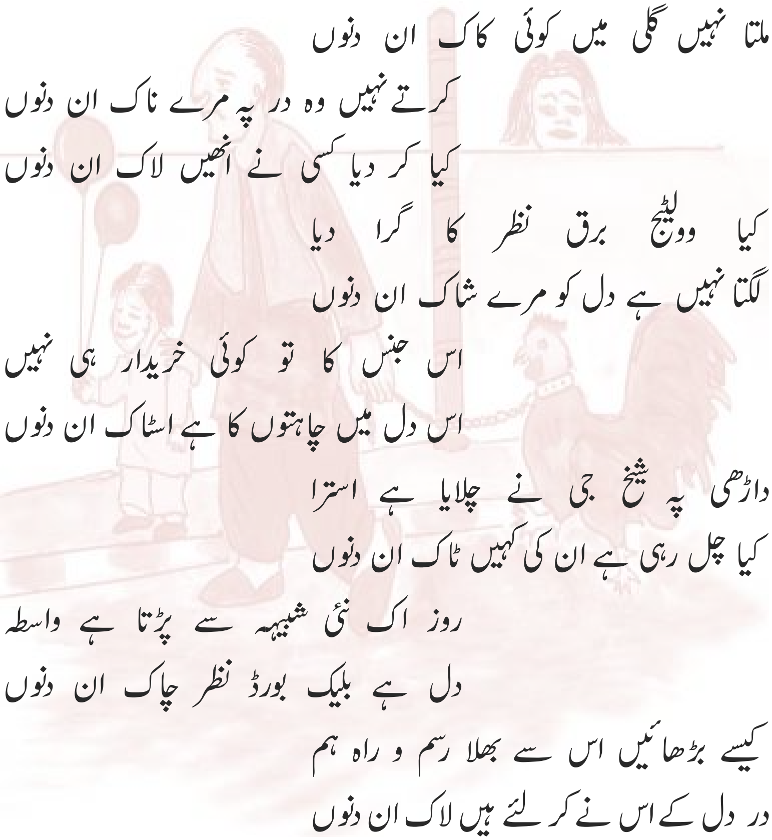

افسوس! دال بھات ہے خوراک ان دنوں
ملتا نہیں گلی میں کوئی کاک ان دنوں

کرتے نہیں وہ در پہ مرے ناک ان دنوں
کیا کر دیا کسی نے انھیں لاک ان دنوں

کیا وولٹیج برق نظر کا گرا دیا
لگتا نہیں ہے دل کو مرے شاک ان دنوں

اس جنس کا تو کوئی خریدار ہی نہیں
اس دل میں چاہتوں کا ہے اسٹاک ان دنوں

داڑھی پہ شیخ جی نے چلایا ہے استرا
کیا چل رہی ہے ان کی کہیں ٹاک ان دنوں

روز اک نئی شبیہ سے پڑتا ہے واسطہ
دل ہے بلیک بورڈ نظر چاک ان دنوں

کیسے بڑھائیں اس سے بھلا رسم و راہ ہم
در دل کے اس نے کر لئے ہیں لاک ان دنوں

ناصف ہیں دسترس میں عطارد، زحل، قمر
کرتا ہوں روز جا کے وہاں واک ان دنوں

ڈاکٹر سعید اقبال سعدی

ڈاکٹر کی انوکھی شادی

شہر کے اک سرجن کے من میں بات انوکھی آئی
اس نے اپنی شادی کی ہر رسم عجب کروائی

چہرے پر میک اپ کے بدلے بیٹنو ویٹ لگائی
ہاتھوں پر مہندی کے بدلے پایوڈین رچائی

پگڑی کی جا اپنے سر پہ باندھی اس نے بینڈ ئج
گردن میں ہاروں کے بدلے اسٹیتھو لٹکائی

کولڈ ڈرنک میں اس نے سب کو او آر ایس پلوایا
ہر مہمان کو بوتل اس نے طاقت کی لگوائی

باراتی لے جانے کو بھی ایمبولینسیں آئیں
آپریشن تھیٹر میں اس نے رسم عقد نبھائی

تصویروں کی جگہ پہ سب کے ایکسریز کروائے
اور موؤی کی جگہ پہ سب کی الٹرا ساؤنڈ کرائی

لڑکی والوں کی بھی خاطر دیکھی بڑی انوکھی
چائے کے پیالوں میں وہ لے آئے لال دوائی

کچھ مہمانوں کو بیروں نے وٹامنز بھی بانٹے
کچھ بوڑھوں کو انھوں نے کی کُشتوں کی سپلائی

دلہن کا ابّا تحفے میں تھرمامیٹر لایا
دلہن کی اماں بی پی اپریٹس ہاتھ میں لائی

دلہن کو سٹریچر پر وہ لے کر گھر کو لوٹا
ایسا منظر دیکھ کے میں بھاگا کہہ کر گڈ بائی

موبائل فون مکینک کا ہیضہ

ہو گیا اس پیٹ کا نیٹ ورک ڈھیلا ایک دن
بج اٹھی مس کال پہ مس کال میرے پیٹ میں

آؤٹ گوئنگ تھی فری اور ان کمنگ کوئی نہ تھی
تھا بڑا بیلنس کا مندا حال میرے پیٹ میں

لوڈ جتنا بھی کیا اَن لوڈ ہو کر رہ گیا
سارا ایزی لوڈ تھا بے حال میرے پیٹ میں

رنگ ٹونیں بج رہی تھیں پاپ میوزک کی طرح
تھے عجب انداز کے سُر تال میرے پیٹ میں

ڈاکٹر کی فیس سن کر بیٹری لو ہو گئی!
اب لگے گی چار جنگ پہ سال مرے پیٹ میں

تھے منٹ جتنے فری وہ بھی مِرے پے ہو گئے
یوں کیا ہیضے نے استحصال میرے پیٹ میں

بچ گیا ڈی لیٹ ہونے سے دعاؤں کے سبب
وقت ورنہ چل گیا تھا چال میرے پیٹ میں

ڈاکٹر راشد متین

O

کیسی مشکل آ پڑی ہے کیا کریں / اک دھموڑی سی لڑی ہے کیا کریں

دو بجے ہیں رات کے جانا ہے گھر / گیٹ پر بیگم کھڑی ہے کیا کریں

آ کے بیٹھا ہے قصائی دیر سے / گاں چبارے پر چڑھی ہے کیا کریں

پھر وہی ہمسائی لمّی گل بات / آج پھر ہانڈی سڑی ہے کیا کریں

ہو گیا ہے شیخڑا دسویں میں فیل / شیخنی چوداں پڑھی ہے کیا کریں

لوگ کہتے ہیں چھڑے بابے کے گھر / اک زنانی جا وڑی ہے کیا کریں

ہو گئے ہیں ہم کئی بچوں کے باپ / ریشماں اب تک چھڑی ہے کیا کریں

سارے دفتر پر ہمارا رعب ہے / گھر میں بیگم کی تڑی ہے کیا کریں

کل سے ڈوری ڈال کر بیٹھے ہیں ہم / ایک ہی مچھی پھڑی ہے کیا کریں

O

بوہڑ کی سنگھنی چھاں تھی میں تھا / کھانگڑ سی اک گاں تھی میں تھا

اس نے اپنے گھر میں خورے کیا بتلایا / بس فیر اس کی ماں تھی میں تھا

بولی فوراً پیٹی کے پیچھے لک جاؤ / بھورا جِنّی تھاں تھی میں تھا

اس نے اپنے ولوں گھٹ کے جپھی پائی / گینڈے ورگی بانہہ تھی میں تھا

وہ سمجھی کہ باری سے بلی ٹپی ہے / بلی وہاں کہاں تھی میں تھا

o

اک میسج بیگم نے پڑھا مناسب سا
ایک بہانہ ہم نے گھڑا مناسب سا

بابے چھوڑ دیئے ہیں اور یوں لگتا ہے
ڈھونڈ لیا ہے اس نے چھڑا مناسب سا

روز کی کِل کِل سے تنگ آ کر لیلیٰ نے
کتا پال لیا ہے بڑا مناسب سا

پرسوں سے وہ گول گول سی لگتی ہے
ڈیموں اس کے منہ پہ لڑا مناسب سا

پچھلی بار تو جذباتی کیفیت تھی
سوہنی نے اب لیا ہے گھڑا مناسب سا

ہم کودے تھے صلح کرانے جھگڑے میں
اک مُکّا ہم کو بھی پڑا مناسب سا

مسلم لیگی رہتا ہے لیکن ہر بار
چُنلیتا ہے سوچ کے دھڑا مناسب سا

غزل

آپ بنائی جیل میں تڑ کے بیٹھے رہے
دونوں پڑچھتی میں وڑ کے بیٹھے رہے

لگتا تھا کہ آج تو پھینٹی پڑنی ہے
دل میں آیت الکرسی پڑھ کے بیٹھے رہے

کندھ ٹپ کے ہم تو سوں گے ویہڑے میں
ماں جی ہتھ میں سوٹا پھڑ کے بیٹھے رہے

جھولی بھری ہوئی تھی نیچے راکھا تھا
اٹھ وجے تک امب پے چڑھ کے بیٹھے رہے

ساہمنے بیٹھ کے وہ بولی تصویر بنا
ہم منہ کھولے پنسل گھڑ کے بیٹھے رہے

فاخرہ بتول

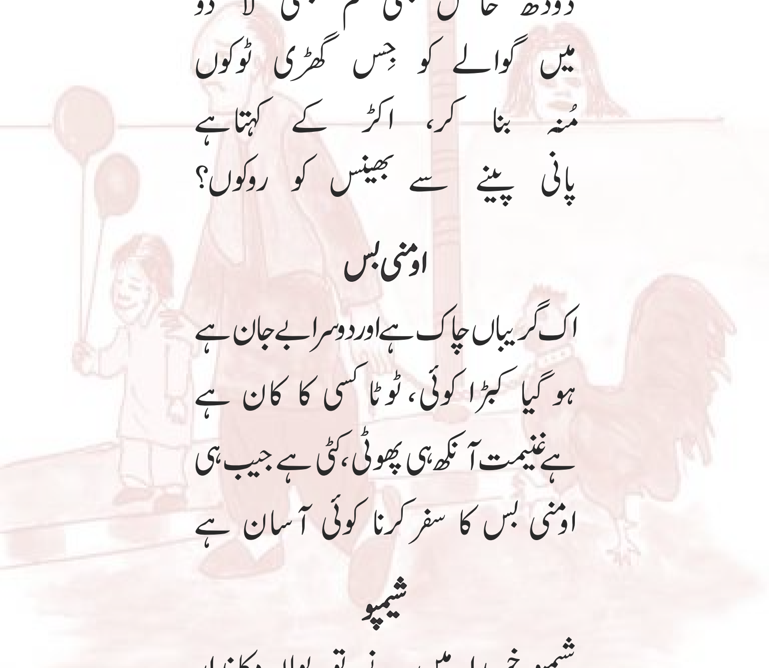

گوالا

دُودھ خالص بھی تم کبھی لا دو
میں گوالے کو جِس گھڑی ٹوکوں
مُنہ بنا کر، اکڑ کے کہتا ہے
پانی پینے سے بھینس کو روکوں؟

اومنی بس

اک گریباں چاک ہے اور دوسرا بے جان ہے
ہو گیا کبڑا کوئی، ٹوٹا کسی کا کان ہے
ہے غنیمت آنکھ ہی پھوٹی، کٹی ہے جیب ہی
اومنی بس کا سفر کرنا کوئی آسان ہے

شیمپو

شیمپو خریدا میں نے تو بولا دکاندار
کنڈیشنر بھی اس میں ہے شامل کمال ہے
پہلی ہی بار سر پہ لگایا تو یہ کھلا
سب بال گر چکے ہیں فقط سر پہ کھال ہے

نجمہ خان

مرد حضرات

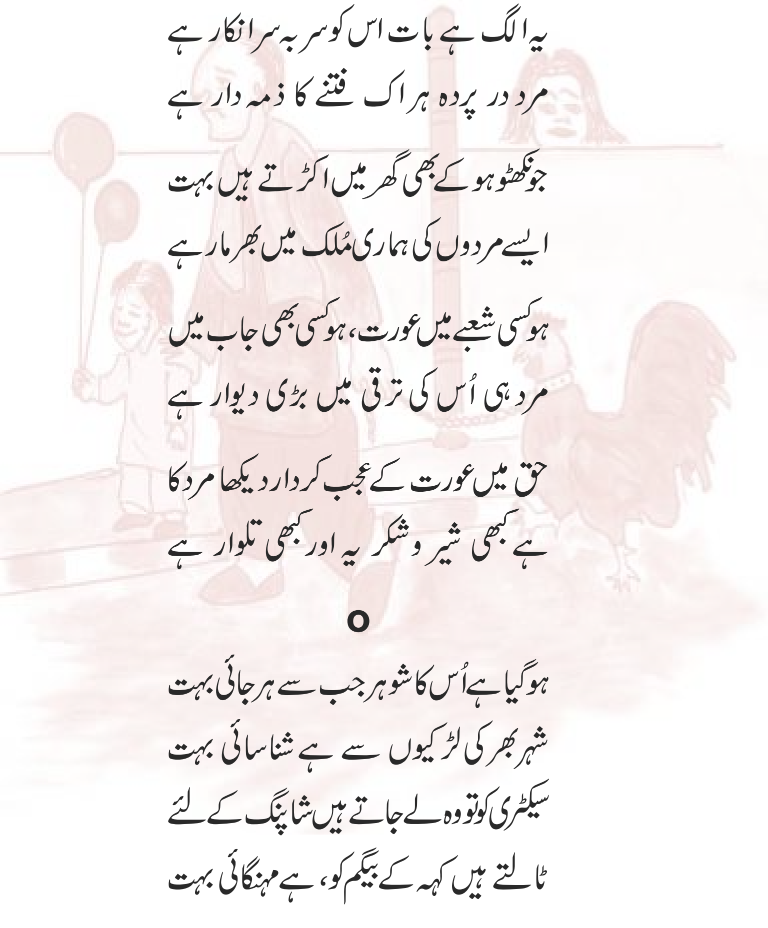

یہ الگ ہے بات اس کو سر بہ سر انکار ہے
مرد در پردہ ہر اک فتنے کا ذمہ دار ہے

جو نکھٹو ہو کے بھی گھر میں اکڑتے ہیں بہت
ایسے مردوں کی ہماری مُلک میں بھرمار ہے

ہو کسی شعبے میں عورت، ہو کسی بھی جاب میں
مرد ہی اُس کی ترقی میں بڑی دیوار ہے

حق میں عورت کے عجب کردار دیکھا مرد کا
ہے کبھی شیر و شکر یہ اور کبھی تلوار ہے

O

ہو گیا ہے اُس کا شوہر جب سے ہرجائی بہت
شہر بھر کی لڑکیوں سے ہے شناسائی بہت
سیکٹری کو تو وہ لے جاتے ہیں شاپنگ کے لئے
ٹالتے ہیں کہہ کے بیگم کو، ہے مہنگائی بہت

ثمینہ نعیم

ڈالر شماری

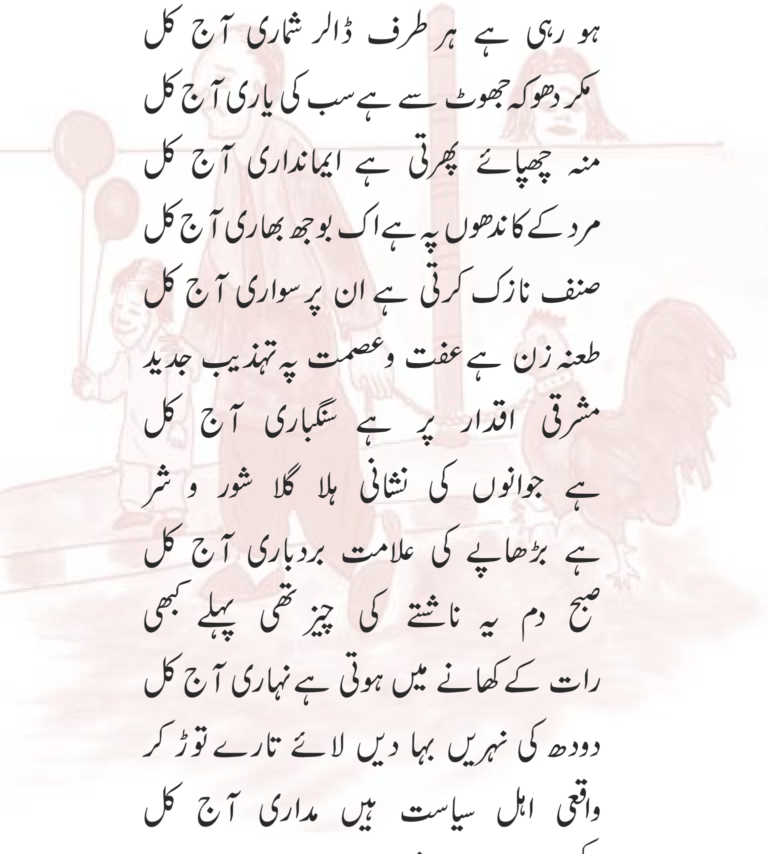

ہے حصول زر کی خاطر مارا ماری آج کل
ہو رہی ہے ہر طرف ڈالر شماری آج کل

مکر دھوکہ جھوٹ سے ہے سب کی یاری آج کل
منہ چھپائے پھرتی ہے ایمانداری آج کل

مرد کے کاندھوں پہ ہے اک بوجھ بھاری آج کل
صنف نازک کرتی ہے ان پر سواری آج کل

طعنہ زن ہے عفت و عصمت پہ تہذیب جدید
مشرقی اقدار پر ہے سنگباری آج کل

ہے جوانوں کی نشانی ہلا گلا شور و شر
ہے بڑھاپے کی علامت بردباری آج کل

صبح دم یہ ناشتے کی چیز تھی پہلے کبھی
رات کے کھانے میں ہوتی ہے نہاری آج کل

دودھ کی نہریں بہا دیں لائے تارے توڑ کر
واقعی اہل سیاست ہیں مداری آج کل

دیکھیئے آزادیٔ نسواں کا یہ انجام ہے
شوہر و بیوی میں ہے بے اعتباری آج کل

پاگل عادل آبادی

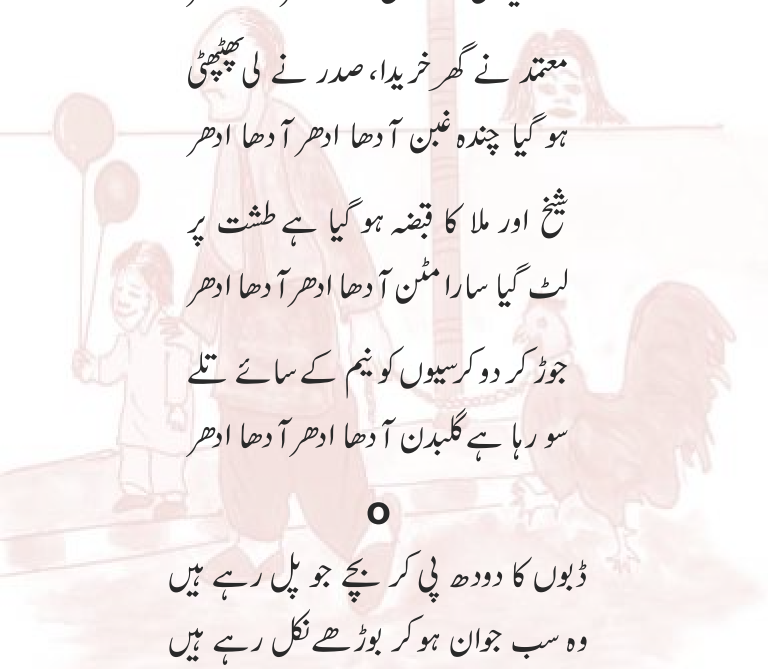

O

پھاڑ کر میرا کفن آدھا ادھر آدھا ادھر
رکھ دیا اس نے رہن آدھا ادھر آدھا ادھر

معتمد نے گھر خریدا، صدر نے لی چٹھی
ہو گیا چندہ غبن آدھا ادھر آدھا ادھر

شیخ اور ملا کا قبضہ ہو گیا ہے طشت پر
لٹ گیا سارا مٹن آدھا ادھر آدھا ادھر

جوڑ کر دو کرسیوں کو نیم کے سائے تلے
سو رہا ہے گلبدن آدھا ادھر آدھا ادھر

O

ڈبوں کا دودھ پی کر بچے جو پل رہے ہیں
وہ سب جوان ہو کر بوڑھے نکل رہے ہیں

ان بیبیوں کو شاید یہ بھی خبر نہیں ہے
زلفوں کے گھونسلوں میں بلبل بھی پل رہے ہیں

فیشن کی دوڑ میں اب لونڈوں کی بات چھوڑو
خرانٹ بڈھے گھوڑے سرپٹ نکل رہے ہیں

سیّد سلمان گیلانی

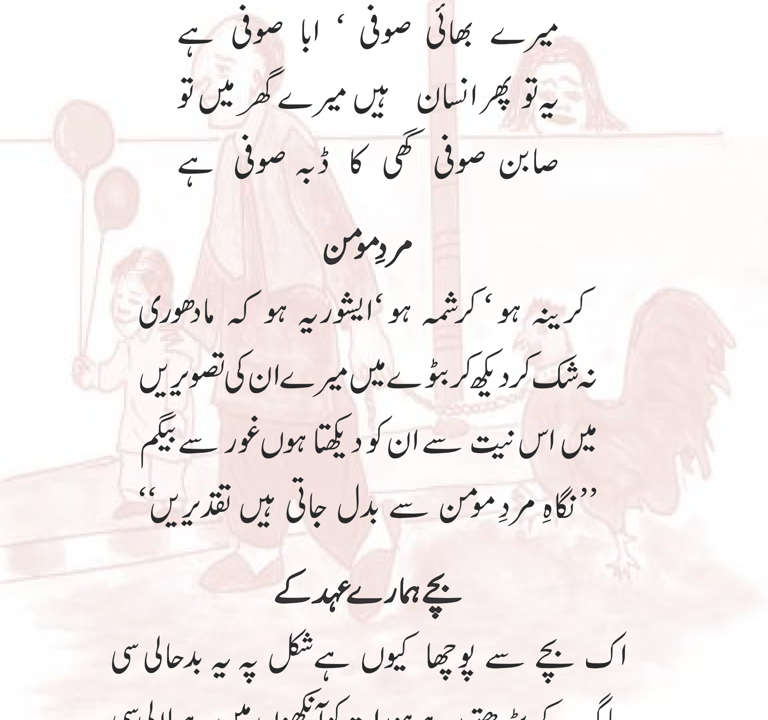

صُوفی

میں ہی اکیلا مولوی نہیں ہوں فیملی میں
میرے بھائی صوفی ' ابا صوفی ہے
یہ تو پھر انسان ہیں میرے گھر میں تو
صابن صوفی گھی کا ڈبہ صوفی ہے

مردِ مومن

کرینہ ہو' کرشمہ ہو' ایشوریہ ہو کہ مادھوری
نہ شک کر دیکھ کر بٹوے میں میرے ان کی تصویریں
میں اس نیت سے ان کو دیکھتا ہوں غور سے بیگم
''نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں''

بچے ہمارے عہد کے

اک بچے سے پوچھا کیوں ہے شکل پہ یہ بدحالی سی
جاگ کے پڑھتے رہے ہو رات کو آنکھوں میں ہے لالی سی
بچہ بولا چھوڑیں انکل جائیں اپنا کام کریں
میرے خیالوں میں چھائی ہے اک صورت متوالی سی
''نازک سی شرمیلی سی معصوم سی بھولی بھالی سی''

سیّد جواد حسن جواد

o

تمام عمر کٹی لڑکیوں کے چکّر میں
مروں جو میں تو کہیں بھی مجھے دبا دینا
تقاضا تاج محل کا نہیں میں کرتا ہُوں
لحد پہ گرلز کا اک ہاسٹل بنا دینا

میتھ ڈیپارٹمنٹ

ذرا ٹھہریں اسے دیکھیں یہ شعبہ ہے ریاضی کا
یہاں پر کام ہوتا ہے فقط اعداد سازی کا

یہاں دو اور دو مل کر ہمیشہ چار ہوتے ہیں
یہی سُن کر کئی نو دو گیارہ یار ہوتے ہیں

ابھی کچھ اور بھی ہیں خوبیاں ہم عرض کرتے ہیں
یہ وہ مضمون ہے جس میں زیادہ فرض کرتے ہیں

کبھی تو فرض کرنے کا ثمر مفقود ہوتا ہے
کبھی ایسا کہ ہوتا ہے تو لامحدود ہوتا ہے

تصور کو حقیقت میں کبھی یہ لا نہیں سکتے
بناتے ہیں مربع روز لیکن کھا نہیں سکتے

ڈاکٹر سیّد مظہر عباس رضوی

ککڑوں کوں

مرغ کہنے لگا مرغی سے بصد رنج و ملال
”اب کے ہم بچھڑے تو شاید کبھی قابوں میں ملیں“

کیا پتہ گردشِ ایّام کہاں لے جائے
جانے ہم دونوں کہاں، کون سے ”کھابوں“ میں ملیں

قورمہ میرا بنے، زینتِ بریانی ہو تُو
اے خدا ہم نہ کبھی ایسے عذابوں میں ملیں

غوطہ زن، ”قلزمِ یخنی“ میں ہوں کل ہم شاید
آج ملنا ہو تو چل سُرخ گلابوں میں ملیں

دل جو مل جائیں یہیں پر تو یہ بہتر ہے بہت
کہیں ایسا نہ ہو کل ہم بھی کبابوں میں ملیں

یا کہیں مولوی صاحب کے شکم میں اِک دن
ہم کو ہو حکم کہ اب دونوں نقابوں میں ملیں

اس سے پہلے کہ جدائی کا یہ موسم آئے
جانِ جاں آ اسی دنیا کے خرابوں میں ملیں

o

”میں کس کے ہاتھ پہ اپنا لہو تلاش کروں“
مریض سرجری کے لب پہ تھے یہ افسانے
یہ ڈاکٹر ہیں کہ ڈاکو تمیز مشکل ہے
نقاب پوش پھریں ہیں پہن کے دستانے

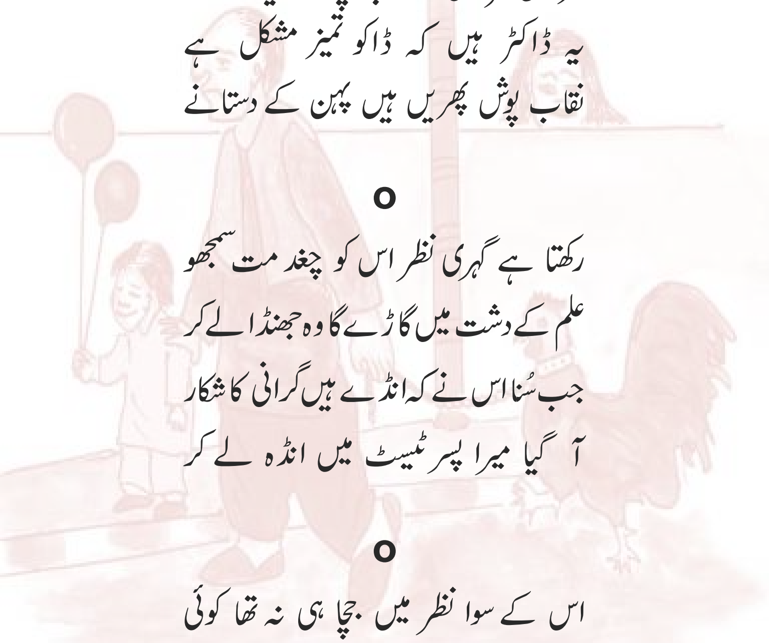

o

رکھتا ہے گہری نظر اس کو چغد مت سمجھو
علم کے دشت میں گاڑے گا وہ جھنڈا لے کر
جب سُنا اس نے کہ انڈے ہیں گرانی کا شکار
آ گیا میرا پسر ٹیسٹ میں انڈہ لے کر

o

اس کے سوا نظر میں جچا ہی نہ تھا کوئی
الفت کا اس نے ایسا ہمیں جام دے دیا
ابا کو چھت پہ بھیج کے سیڑھی بھی کھینچ لی
دھوکا پھر اس نے آج لبِ بام دے دیا

شبیر اختر

غزل

گھر میں اب اِس طرح مہمان نظر آتا ہے
جیسے امریکی کو افغان نظر آتا ہے

ایک دو غزلوں سے منگنی نہیں ٹوٹا کرتی
تو مجھے صاحب دیوان نظر آتا ہے

تجھ سے پہلے تھا مِرا گھر میری جنت لیکن
اب کسی جنگ کا میدان نظر آتا ہے

وہی انداز نگارش ہے وہی لفظ مگر
اب تِرا خط مجھے چالان نظر آتا ہے

پھر میرے گھر کی طرف سے تیری دیوار گری
پھر میرے پٹنے کا امکان نظر آتا ہے

O

کبھی ہلکا سا لگتا ہے، کبھی بھاری سا لگتا ہے
تمھارا باپ میرے ذہن پر طاری سا لگتا ہے

میں سمجھا تھا کہ اِک دو گفٹ میں ہی رام کر لوں گا
مگر وہ شخص تو اندر سے الماری سا لگتا ہے

پروفیسر غفار بابر

خانہ جنگی مشاعرہ

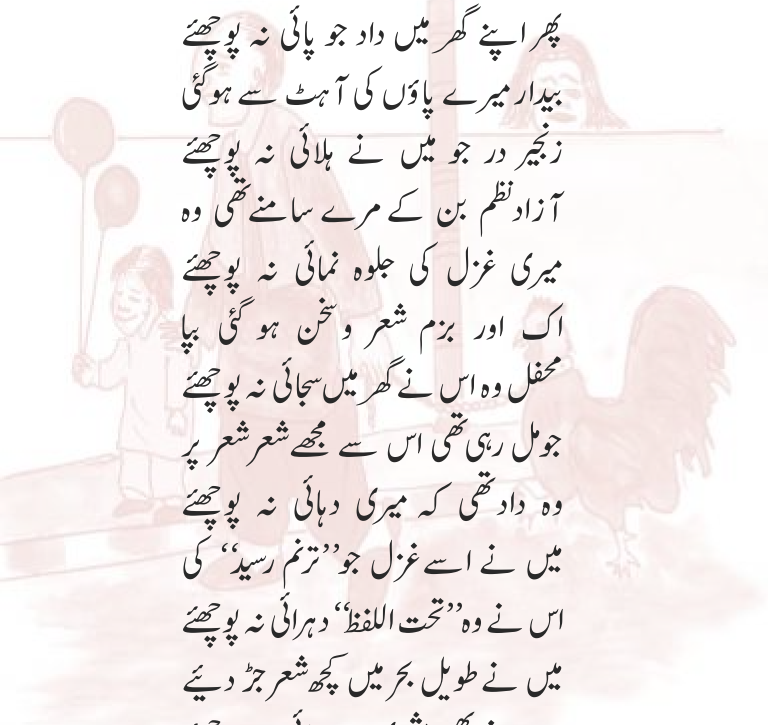

محفل میں میری نغمہ سرائی نہ پوچھئے
بیگم کی گھر میں شعلہ نوائی نہ پوچھئے
میں لُوٹ کر مشاعرہ لَوٹا جو رات گھر
پھر اپنے گھر میں داد جو پائی نہ پوچھئے
بیدار میرے پاؤں کی آہٹ سے ہو گئی
زنجیر در جو میں نے ہلائی نہ پوچھئے
آزاد نظم بن کے مرے سامنے تھی وہ
میری غزل کی جلوہ نمائی نہ پوچھئے
اک اور بزم شعر و سخن ہو گئی بپا
محفل وہ اس نے گھر میں سجائی نہ پوچھئے
جو مل رہی تھی اس سے مجھے شعر شعر پر
وہ داد تھی کہ میری دہائی نہ پوچھئے
میں نے اسے غزل جو ''ترنم رسید'' کی
اس نے وہ ''تحت اللفظ'' دہرائی نہ پوچھئے
میں نے طویل بحر میں کچھ شعر جڑ دیئے
اس نے بھی مثنوی وہ سنائی نہ پوچھئے
مقطع میں آ پڑی تھی سخن گسترانہ بات
پھر کیسے میں نے جان چھڑائی نہ پوچھئے
بابرؔ میں اپنے سارے سبق بھولتا گیا
اس نے پڑھی کچھ ایسی پڑھائی نہ پوچھئے

تابش خانزادہ

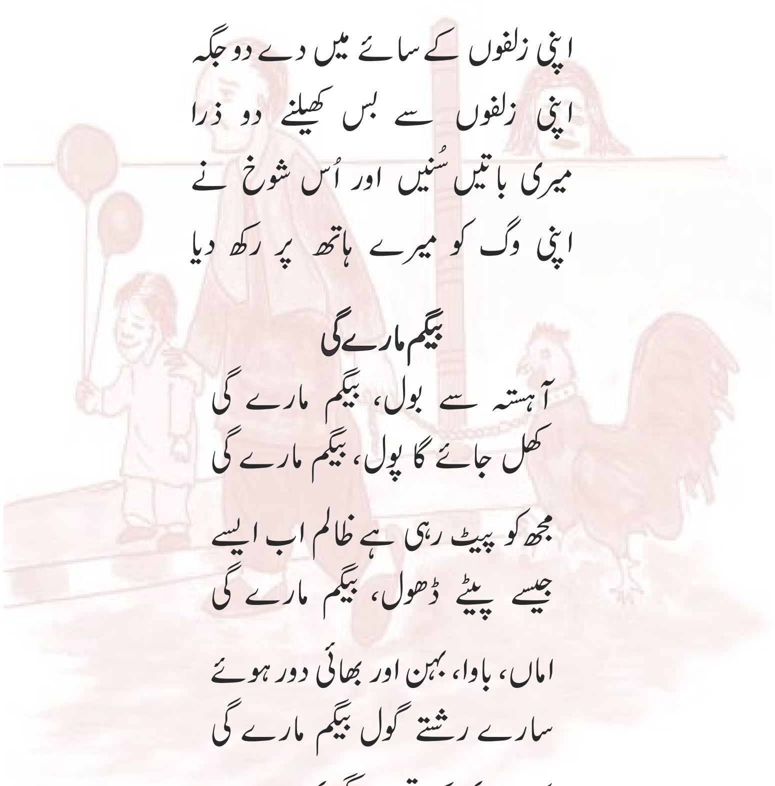

O

اپنی زلفوں کے سائے میں دے دو جگہ
اپنی زلفوں سے بس کھیلنے دو ذرا
میری باتیں سُنیں اور اُس شوخ نے
اپنی وگ کو میرے ہاتھ پر رکھ دیا

بیگم مارے گی

آہستہ سے بول، بیگم مارے گی
کھل جائے گا پول، بیگم مارے گی

مجھ کو پیٹ رہی ہے ظالم اب ایسے
جیسے پیٹے ڈھول، بیگم مارے گی

اماں، باوا، بہن اور بھائی دور ہوئے
سارے رشتے گول بیگم مارے گی

کسرت بھی کرتی ہے، گھی بھی پیتی ہے
کھا کر اسپغول، بیگم مارے گی

سیّد فہیم الدین

اندازہ کرو

جو اختلاج ترے قلب کو ہوا تھا شب
تیرے عزیز بھی کیا کیا فہیم لے آئے
جو مل سکا نہ انھیں ڈاکٹر تو بہرِ علاج
پکڑ کے چوک سے اندھا حکیم لے آئے

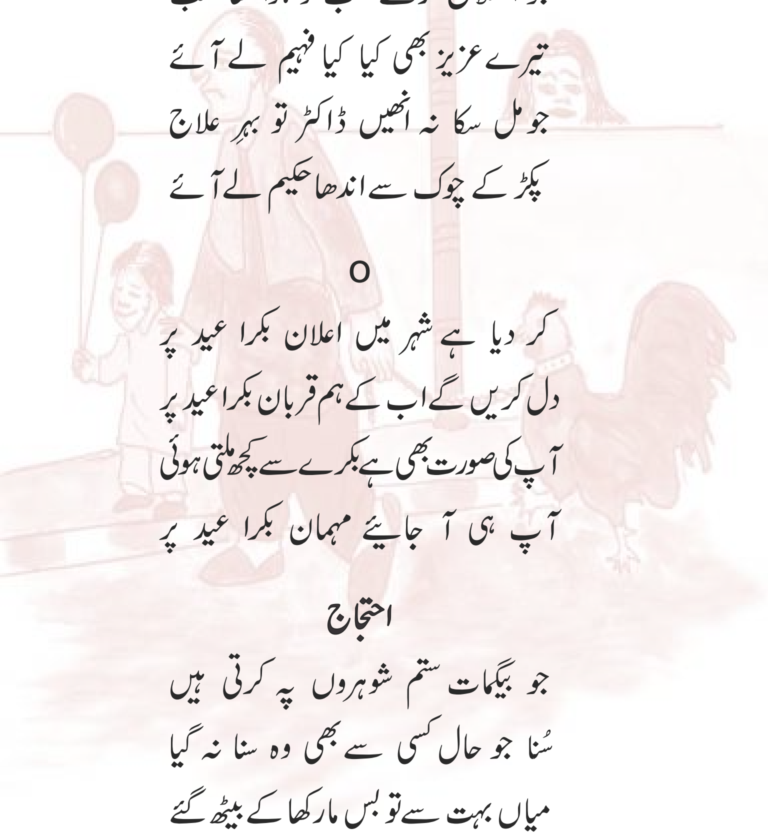

O

کر دیا ہے شہر میں اعلان بکرا عید پر
دل کریں گے اب کے ہم قربان بکرا عید پر
آپ کی صورت بھی ہے بکرے سے کچھ ملتی ہوئی
آپ ہی آ جایئے مہمان بکرا عید پر

احتجاج

جو بیگمات ستم شوہروں پہ کرتی ہیں
سُنا جو حال کسی سے بھی وہ سنا نہ گیا
میاں بہت سے تو بس مار کھا کے بیٹھ گئے
''بس اک فراز تھا ظالم سے چپ رہا نہ گیا''

باقی خیر ہے

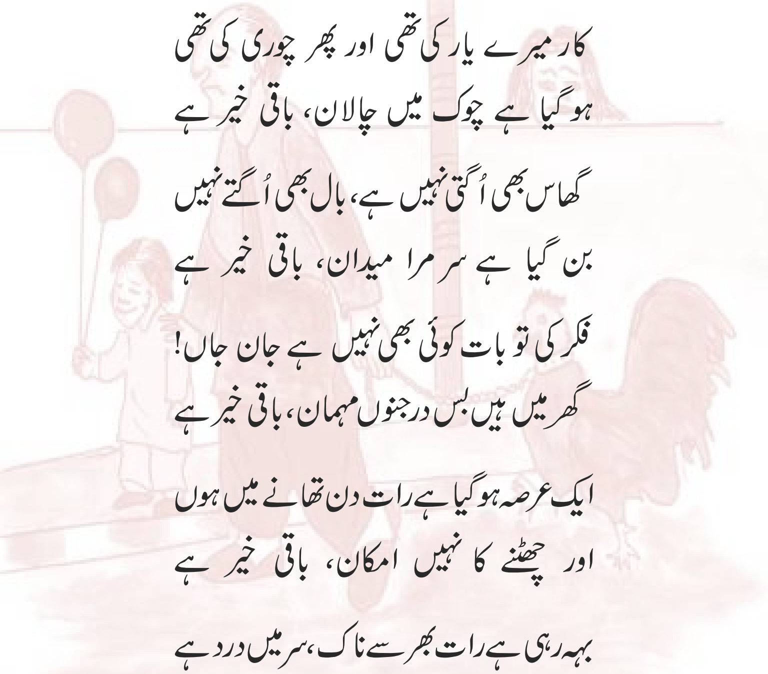

بک رہا ہوں آج کل ہذیان، باقی خیر ہے
اور لاحق ہے ذرا نسیان، باقی خیر ہے

کار میرے یار کی تھی اور پھر چوری کی تھی
ہو گیا ہے چوک میں چالان، باقی خیر ہے

گھاس بھی اُگتی نہیں ہے، بال بھی اُگتے نہیں
بن گیا ہے سر مرا میدان، باقی خیر ہے

فکر کی تو بات کوئی بھی نہیں ہے جان جاں!
گھر میں ہیں بس درجنوں مہمان، باقی خیر ہے

ایک عرصہ ہو گیا ہے رات دن تھانے میں ہوں
اور چھٹنے کا نہیں امکان، باقی خیر ہے

بہہ رہی ہے رات بھر سے ناک، سر میں درد ہے
اور کچھ سنتے نہیں ہیں کان، باقی خیر ہے

بات اب تشویش کی کوئی نہیں ایسی فہیم
دور تک ملتا نہیں انسان، باقی خیر ہے

مرزا عاصی اختر

مہنگائی

کھڑا تھا ایک زمانہ دکان پر اس کی
کہ بے قرار سبھی تھے حلیم کھانے کو
سنا جو ریٹ تو سب چل دیئے دعا نہ سلام
''ذرا سی دیر میں کیا ہو گیا زمانے کو''

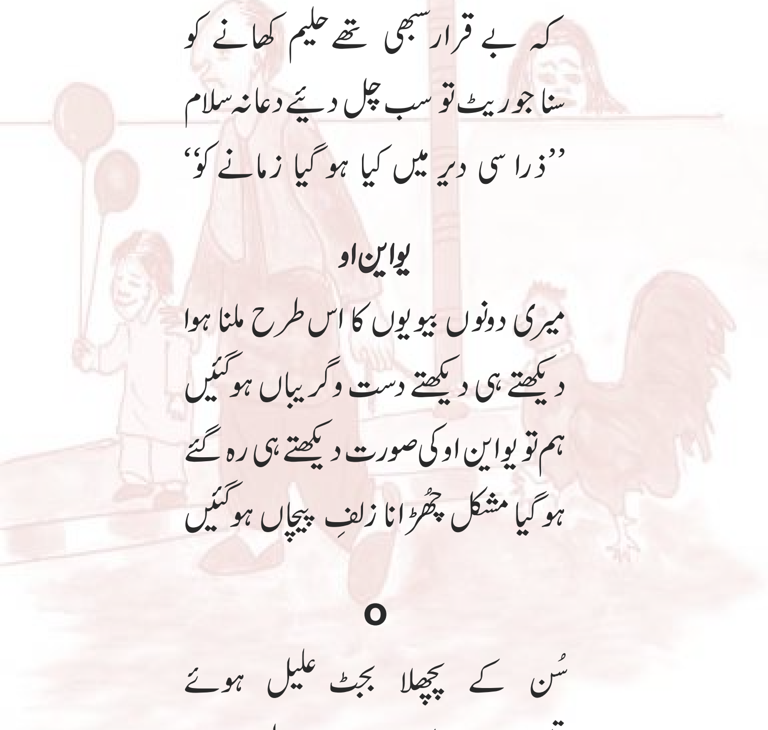

یو این او

میری دونوں بیویوں کا اس طرح ملنا ہوا
دیکھتے ہی دیکھتے دست و گریباں ہو گئیں
ہم تو یو این او کی صورت دیکھتے ہی رہ گئے
ہو گیا مشکل چھڑانا زلفِ پیچاں ہو گئیں

O

سُن کے پچھلا بجٹ علیل ہوئے
تیس دن میں ہوئے بحال میاں
مت سنو تم نیا بجٹ عاصیؔ
ہو نہ جائے کہیں وصال میاں

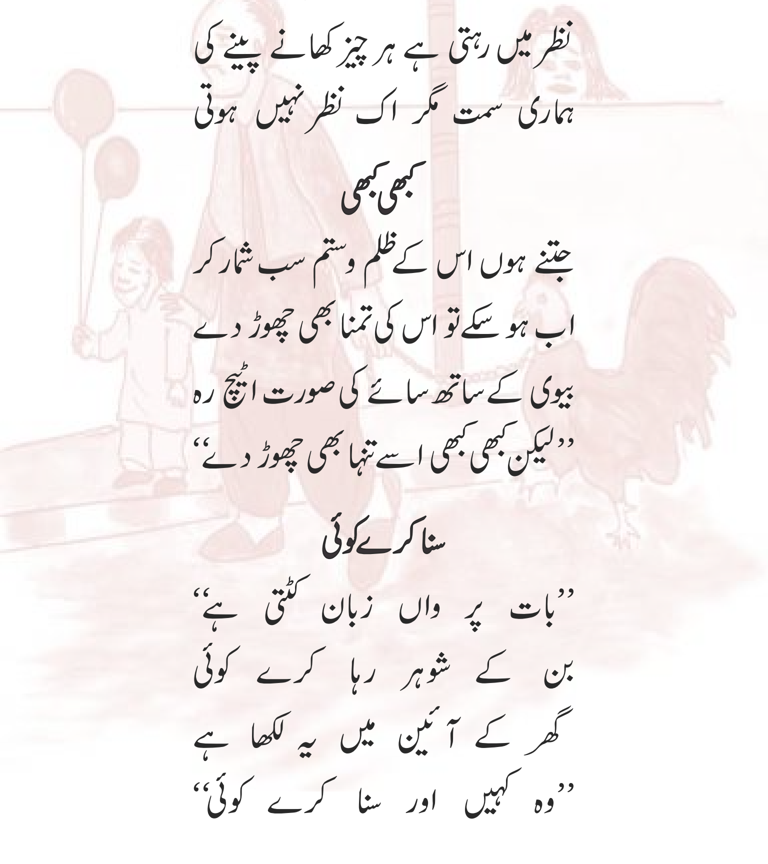

مرکزِ نگاہ

شریک ہوتے ہیں جن کے لئے طعام میں ہم
انہیں ذرا بھی ہماری خبر نہیں ہوتی
نظر میں رہتی ہے ہر چیز کھانے پینے کی
ہماری سمت مگر اک نظر نہیں ہوتی

کبھی کبھی

جتنے ہوں اس کے ظلم و ستم سب شمار کر
اب ہو سکے تو اس کی تمنا بھی چھوڑ دے
بیوی کے ساتھ سائے کی صورت اٹیچ رہ
"لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے"

سنا کرے کوئی

"بات پر واں زبان کٹتی ہے"
بن کے شوہر رہا کرے کوئی
گھر کے آئین میں یہ لکھا ہے
"وہ کہیں اور سنا کرے کوئی"

محبوب عزمی

ویگن

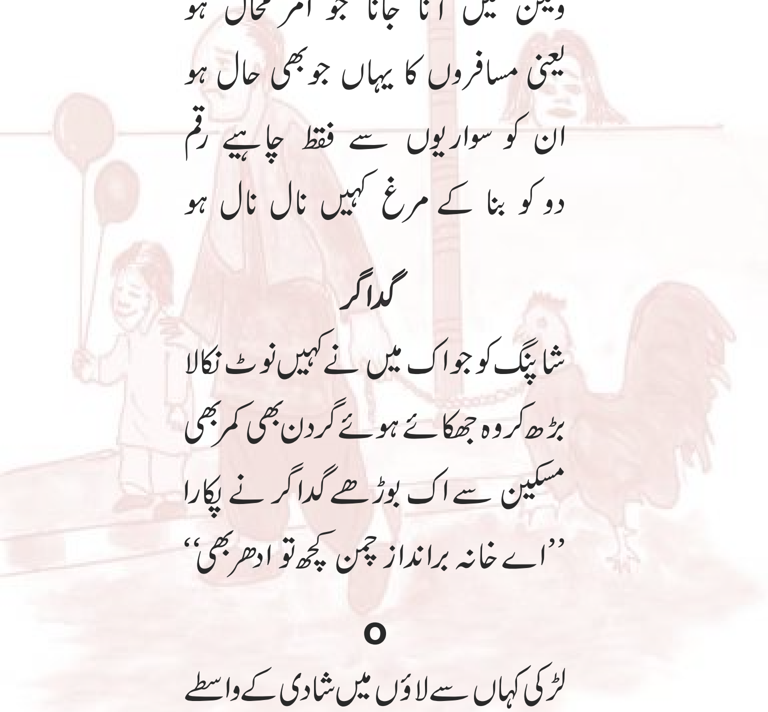

ویگن میں آنا جانا جو امر محال ہو
یعنی مسافروں کا یہاں جو بھی حال ہو
ان کو سواریوں سے فقط چاہیے رقم
دو کو بنا کے مرغ کہیں نال نال ہو

گداگر

شاپنگ کو جو اک میں نے کہیں نوٹ نکالا
بڑھ کر وہ جھکائے ہوئے گردن بھی کمر بھی
مسکین سے اک بوڑھے گداگر نے پکارا
"اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی"

O

لڑکی کہاں سے لاؤں میں شادی کے واسطے
شاید کہ اس میں میرے مقدر کا دوش ہے
عذرا، نسیم، کوثر و تسنیم بھی گئیں
"اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے"

ذوالفقار عادل

غزل

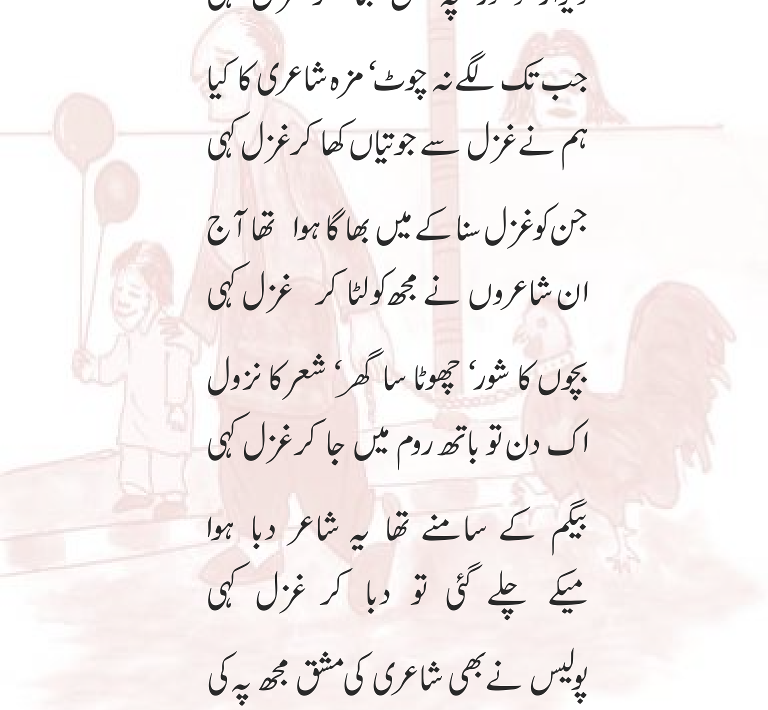

دو چار پان منہ میں چبا کر غزل کہی
دیوار و در پہ نقش بنا کر غزل کہی

جب تک لگے نہ چوٹ، مزہ شاعری کا کیا
ہم نے غزل سے جوتیاں کھا کر غزل کہی

جن کو غزل سنا کے میں بھاگا ہوا تھا آج
ان شاعروں نے مجھ کو لٹا کر غزل کہی

بچوں کا شور، چھوٹا سا گھر، شعر کا نزول
اک دن تو باتھ روم میں جا کر غزل کہی

بیگم کے سامنے تھا یہ شاعر دبا ہوا
میکے چلے گئی تو دبا کر غزل کہی

پولیس نے بھی شاعری کی مشق مجھ پہ کی
پر قافیہ ردیف ملا کر غزل کہی

ڈر تھا اسے جلا ہی نہ دے آتشِ سخن
ہنڈیا میں ہم نے ڈوئی گھما کر غزل کہی

معین اختر نقوی

لیڈیز تھانہ

عاشقوں پر حُسن کا اک آستانہ کھل گیا
شور ہے یہ شہر میں لیڈیز تھانہ کھل گیا

ہتھکڑی والی کو ہم پہنائیں گے گجرے کے پھول
کیا مزہ آئے گا جب تفتیش بھی پکڑے گی طول

سب اگلوا لیں گی یہ باتیں بڑے انداز سے
قتل کر ڈالیں گی قاتل کو نگاہِ ناز سے

چور خود روٹھی سپاہن کو منانے آئے گا
جرم کر کے خود سزا پانے کو تھانے جائے گا

ہاتھ مجرم کا جو پکڑے گی حوالداری فضول
عمر بھر کی قید دو باتوں میں کر لے گا قبول

سنتے ہی جمّن کی بیوی بھی سپاہن بن گئی
پہلے ہی دوزخ تھی کیا دوزخ کا ایندھن بن گئی

مرد پر عورت کے ہاتھوں اور ستم ڈھائیں گے کیا
گھر میں تو پٹتا تھا اب تھانے میں پٹوائیں گے کیا

جب کبھی خاتونِ خانہ سے ہوئے بیزار ہم
جا کے پھر خاتونِ تھانہ سے کریں گے پیار ہم

محسن بھوپالی

کالج کی قوالی

(انجینئرنگ کالج کے طلبہ کے لیے)

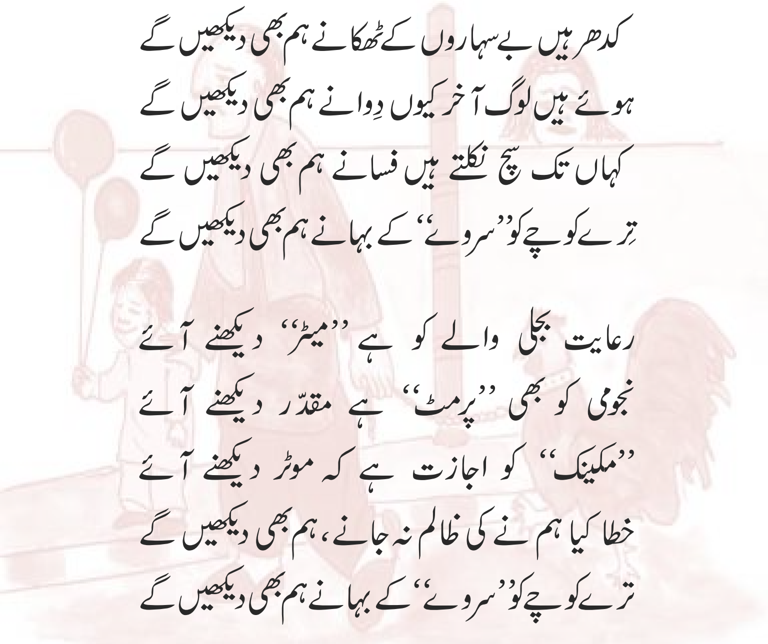

کدھر ہیں بے سہاروں کے ٹھکانے ہم بھی دیکھیں گے
ہوئے ہیں لوگ آخر کیوں دِوانے ہم بھی دیکھیں گے
کہاں تک سچ نکلتے ہیں فسانے ہم بھی دیکھیں گے
تِرے کوچے کو ''سروے'' کے بہانے ہم بھی دیکھیں گے

رعایت بجلی والے کو ہے ''میٹر'' دیکھنے آئے
نجومی کو بھی ''پرمٹ'' ہے مقدّر دیکھنے آئے
''ملکینک'' کو اجازت ہے کہ موٹر دیکھنے آئے
خطا کیا ہم نے کی ظالم نہ جانے، ہم بھی دیکھیں گے
ترے کوچے کو ''سروے'' کے بہانے ہم بھی دیکھیں گے

کئی فلموں میں ہم نے آگرے کا تاج دیکھا ہے
''ریور انڈس'' پہ بنتے کوٹری بیراج دیکھا ہے
''موئن جو دارو'' کا بھی خطّۂ تاراج دیکھا ہے
مگر اب ''قیس و وامق'' کے ٹھکانے ہم بھی دیکھیں گے
ترے کوچے کو ''سروے'' کے بہانے ہم بھی دیکھیں گے

''فرنٹیئر'' میں بجلی گھر ہیں جو پانی سے چلتے ہیں
''مغل پورہ'' سے لوکو ''انجن'' اب بنکر نکلتے ہیں
سنا ہے تیرے کوچے میں نئے فرہاد ڈھلتے ہیں
اگر سچ ہے تو ایسے ''کارخانے'' ہم بھی دیکھیں گے
ترے کوچے کو ''سروے'' کے بہانے ہم بھی دیکھیں گے

''پولس'' بھی ان کے ''فے وَر'' میں ہے دنیا کا چلن دیکھو
لگا ہے بورڈ اک یہ ''خطۂ خاموش'' ہے لوگو!
''صداؤں'' کا نہیں ہنگام بن کر ''بے زباں'' گزرو
مدد! ذوقِ نظر ''تصویر خانے'' ہم بھی دیکھیں گے
ترے کوچے کو ''سروے'' کے بہانے ہم بھی دیکھیں گے

بریگیڈیئر ہادی

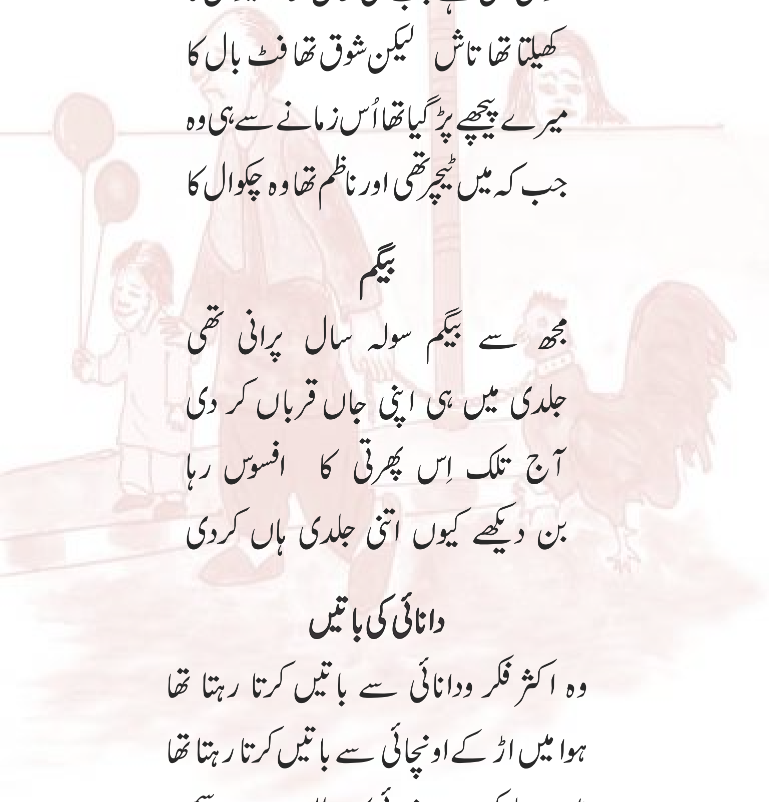

سوہنی مہینوال

سوہنی کہتی ہے عجب ہی حال تھا، مہینوال کا
کھیلتا تھا تاش لیکن شوق تھا فٹ بال کا
میرے پیچھے پڑ گیا تھا اُس زمانے سے ہی وہ
جب کہ میں ٹیچر تھی اور ناظم تھا وہ چکوال کا

بیگم

مجھ سے بیگم سولہ سال پرانی تھی
جلدی میں ہی اپنی جاں قرباں کر دی
آج تلک اِس پھرتی کا افسوس رہا
بن دیکھے کیوں اتنی جلدی ہاں کر دی

دانائی کی باتیں

وہ اکثر فکر ودانائی سے باتیں کرتا رہتا تھا
ہوا میں اڑ کے اونچائی سے باتیں کرتا رہتا تھا
میں بیٹے کی اس اونچائی کا مطلب دیر سے سمجھا
وہ چھت پر چڑھ کے ہمسائی سے باتیں کرتا تھا

نسیم سحر

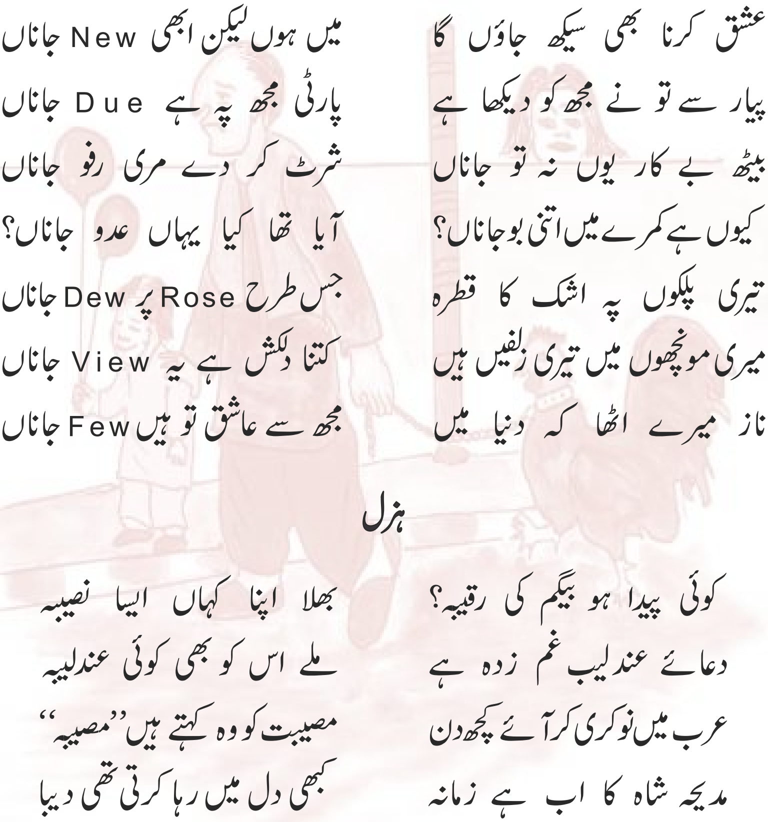

ہزل

عشق کرنا بھی سیکھ جاؤں گا
میں ہوں لیکن ابھی New جاناں

پیار سے تو نے مجھ کو دیکھا ہے
پارٹی مجھ پہ ہے Due جاناں

بیٹھ بے کار یوں نہ تو جاناں
شرٹ کر دے مری رفو جاناں

کیوں ہے کمرے میں اتنی بو جاناں؟
آیا تھا کیا یہاں عدو جاناں؟

تیری پلکوں پہ اشک کا قطرہ
جس طرح Rose پر Dew جاناں

میری مونچھوں میں تیری زلفیں ہیں
کتنا دلکش ہے یہ View جاناں

ناز میرے اٹھا کہ دنیا میں
مجھ سے عاشق تو ہیں Few جاناں

ہزل

کوئی پیدا ہو بیگم کی رقیبہ؟
بھلا اپنا کہاں ایسا نصیبہ

دعائے عندلیب غم زدہ ہے
ملے اس کو بھی کوئی عندلیبہ

عرب میں نوکری کر آئے کچھ دن
مصیبت کو وہ کہتے ہیں ''مصیبہ''

مدیحہ شاہ کا اب ہے زمانہ
کبھی دل میں رہا کرتی تھی دیبا

شفا پائے بھلا بیمار کیسے؟
حسینہ ہو اگر اس کی طبیبہ

کچن کی ذمہ داری اس پہ آئی
ہوئی جس شخص کی بیگم ادیبہ

سلیم اختر

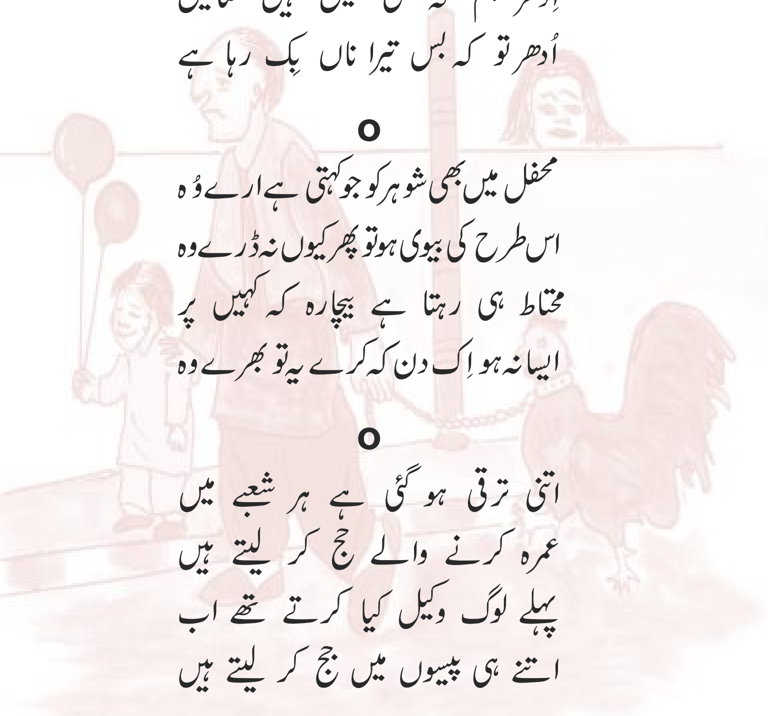

O

سنا ہے کہ تیرا مکاں بک رہا ہے
کدھر ہے کہاں ہے کہاں بِک رہا ہے
اِدھر ہم کہ بکتی نہیں ہیں کتابیں
اُدھر تو کہ بس تیرا ناں بِک رہا ہے

O

محفل میں بھی شوہر کو جو کہتی ہے ارے وُہ
اس طرح کی بیوی ہو تو پھر کیوں نہ ڈرے وہ
محتاط ہی رہتا ہے بیچارہ کہ کہیں پر
ایسا نہ ہو اِک دن کہ کرے یہ تو بھرے وہ

O

اتنی ترقی ہو گئی ہے ہر شعبے میں
عمرہ کرنے والے حج کر لیتے ہیں
پہلے لوگ وکیل کیا کرتے تھے اب
اتنے ہی پیسوں میں جج کر لیتے ہیں

O

تکتے ہی جسے دل مرا بے ساختہ دھڑکا
اور سینے میں لگنے لگا جذبات کو تڑکا
افسوس مگر یہ ہے کہ کچھ دور سے جو شے
لڑکی نظر آتی تھی حقیقت میں تھا لڑکا

سعید پسروری

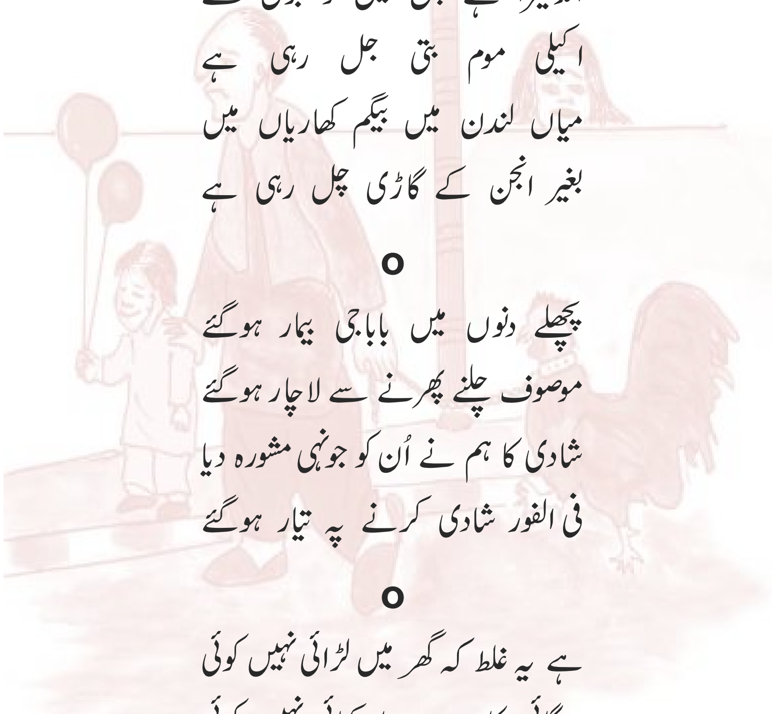

o

اندھیرا ہے کچن میں نو برس سے
اکیلی موم بتی جل رہی ہے
میاں لندن میں بیگم کھاریاں میں
بغیر انجن کے گاڑی چل رہی ہے

o

پچھلے دنوں میں باباجی بیمار ہوگئے
موصوف چلنے پھرنے سے لاچار ہوگئے
شادی کا ہم نے اُن کو جونہی مشورہ دیا
فی الفور شادی کرنے پہ تیار ہوگئے

o

ہے یہ غلط کہ گھر میں لڑائی نہیں کوئی
مہنگائی کا ہے رونا کمائی نہیں کوئی
بیگم کو دیکھتا ہے میاں شک کی آنکھ سے
یہ وہ مرض ہے جسکی دوائی نہیں کوئی

سعدیہ حریم

شادی

آج کل ہیں سخت مشکل میں بچارے والدین
اب نہ نیند آتی ہے راتوں کو نہ حاصل دن کا چین

اک جواں بیٹی ہے بیٹھی دوسری بھی بار ہے
اور جوانی سے بڑھاپا برسر پیکار ہے

اب جواں ملتے نہیں مطلب کے شادی کے لئے
ایک بدھو کا ہے رشتہ شیخ زادی کے لئے

کچھ پڑھے لکھے جو اچھے خاندانوں سے ملے
بس دماغ ان کے نہ پوچھو آسمانوں سے ملے

صرف بیوی ہی نہیں درکار وی۔سی۔آر ہو
ساتھ میں فرنیشڈ بنگلہ ہو فرج ہو کار ہو

رنگ گورا ہو پڑھی لکھی ہو رشک حور ہو
ہو دلہن بالکل پری، دولہا بھلے لنگور ہو!

ہو سلامی میں ٹکٹ لندن کو جانے کے لئے
کیش ہے درکار مستقبل بنانے کے لئے

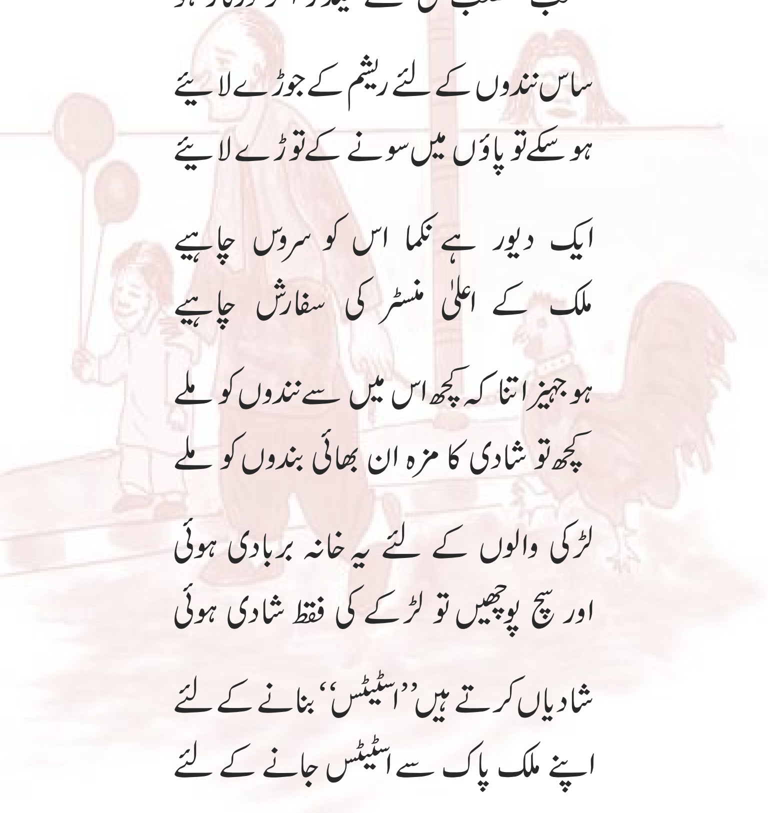

گر خسر افسر نہیں سالا ہی ٹھیکے دار ہو
حسب مطلب مل سکے ٹینڈر اگر درکار ہو

ساس نندوں کے لئے ریشم کے جوڑے لایئے
ہو سکے تو پاؤں میں سونے کے توڑے لایئے

ایک دیور ہے نکما اس کو سروس چاہیے
ملک کے اعلیٰ منسٹر کی سفارش چاہیے

ہو جہیز اتنا کہ کچھ اس میں سے نندوں کو ملے
کچھ تو شادی کا مزہ ان بھائی بندوں کو ملے

لڑکی والوں کے لئے یہ خانہ بربادی ہوئی
اور سچ پوچھیں تو لڑکے کی فقط شادی ہوئی

شادیاں کرتے ہیں ''اسٹیٹس'' بنانے کے لئے
اپنے ملک پاک سے اسٹیٹس جانے کے لئے

عزیر احمد

O

تری باتوں میں چکنائی بہت ہے
کہ کم ہے دودھ بالائی بہت ہے

پُلس کیوں آپ منگوانے لگے ہیں
ہمیں تو آپ کا بھائی بہت ہے

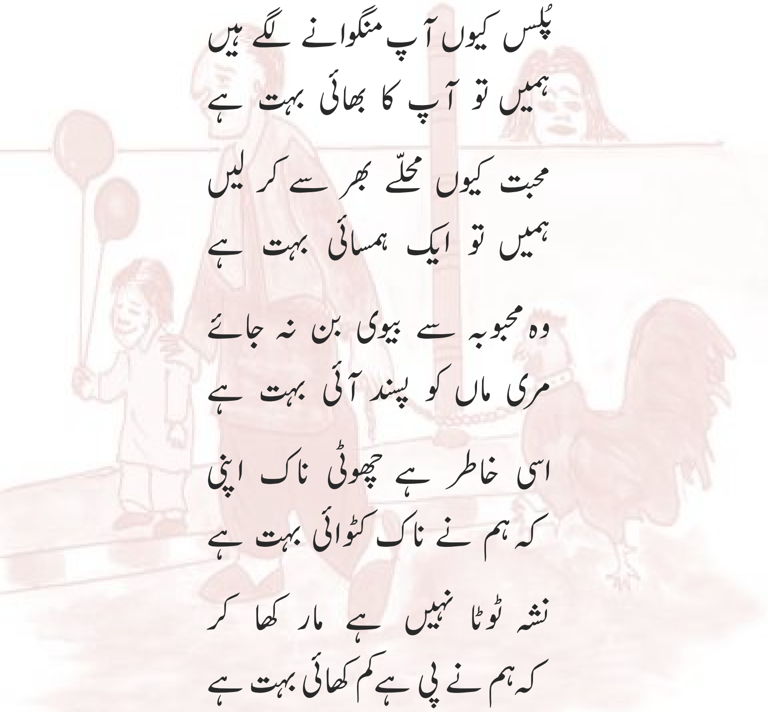

محبت کیوں محلّے بھر سے کر لیں
ہمیں تو ایک ہمسائی بہت ہے

وہ محبوبہ سے بیوی بن نہ جائے
مری ماں کو پسند آئی بہت ہے

اسی خاطر ہے چھوٹی ناک اپنی
کہ ہم نے ناک کٹوائی بہت ہے

نشہ ٹوٹا نہیں ہے مار کھا کر
کہ ہم نے پی ہے کم کھائی بہت ہے

نہ پھینکو بجلیوں پر بجلیاں تم
ہمیں تو ایک انگڑائی بہت ہے

سنا تو تھا کہ بہروں کے نگر میں
عُزیر احمد کی شنوائی بہت ہے

محمد ادریس قریشی

صفائی پسند بیگم

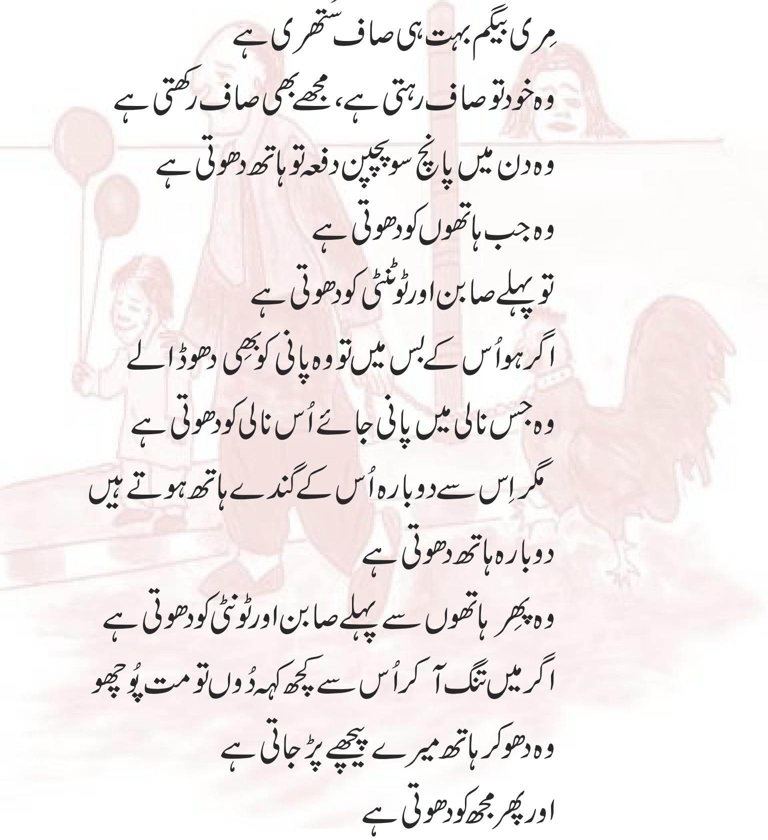

مِری بیگم بہت ہی صاف سُتھری ہے
وہ خود تو صاف رہتی ہے، مجھے بھی صاف رکھتی ہے
وہ دن میں پانچ سو پچپن دفعہ تو ہاتھ دھوتی ہے
وہ جب ہاتھوں کو دھوتی ہے
تو پہلے صابن اور ٹونٹی کو دھوتی ہے
اگر ہو اُس کے بس میں تو وہ پانی کو بھی دھو ڈالے
وہ جس نالی میں پانی جائے اُس نالی کو دھوتی ہے
مگر اِس سے دوبارہ اُس کے گندے ہاتھ ہوتے ہیں
دوبارہ ہاتھ دھوتی ہے
وہ پھر ہاتھوں سے پہلے صابن اور ٹونٹی کو دھوتی ہے
اگر میں تنگ آ کر اُس سے کچھ کہہ دُوں تو مت پُوچھو
وہ دھو کر ہاتھ میرے پیچھے پڑ جاتی ہے
اور پھر مجھ کو دھوتی ہے

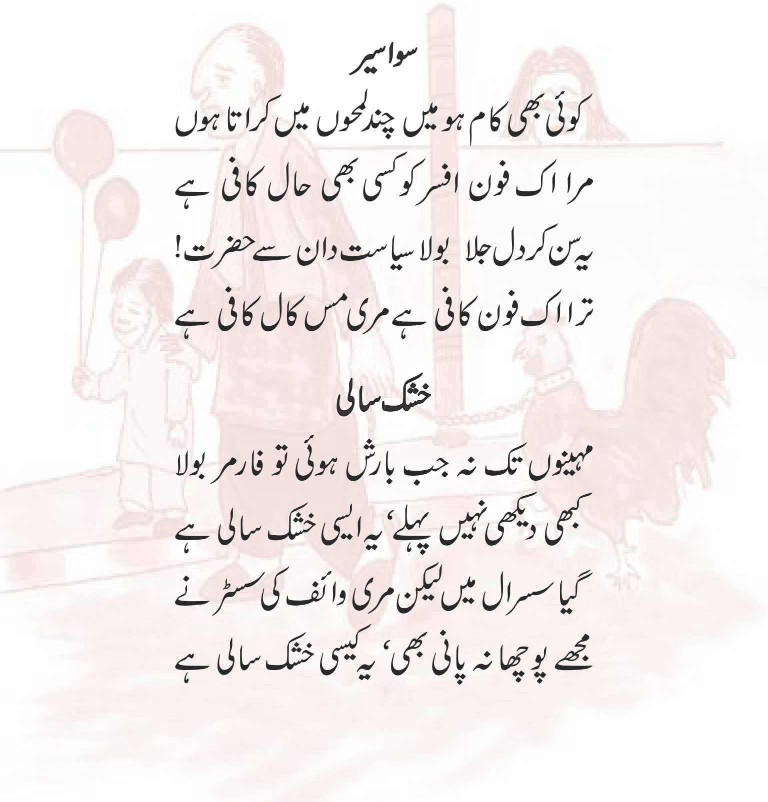

سوا سیر

کوئی بھی کام ہو میں چند لمحوں میں کراتا ہوں
مرا اک فون افسر کو کسی بھی حال کافی ہے
یہ سن کر دل جلا بولا سیاست دان سے حضرت!
ترا اک فون کافی ہے مری مس کال کافی ہے

خشک سالی

مہینوں تک نہ جب بارش ہوئی تو فارمر بولا
کبھی دیکھی نہیں پہلے، یہ ایسی خشک سالی ہے
گیا سسرال میں لیکن مری وائف کی سسٹر نے
مجھے پوچھا نہ پانی بھی، یہ کیسی خشک سالی ہے

فضل الٰہی بہار

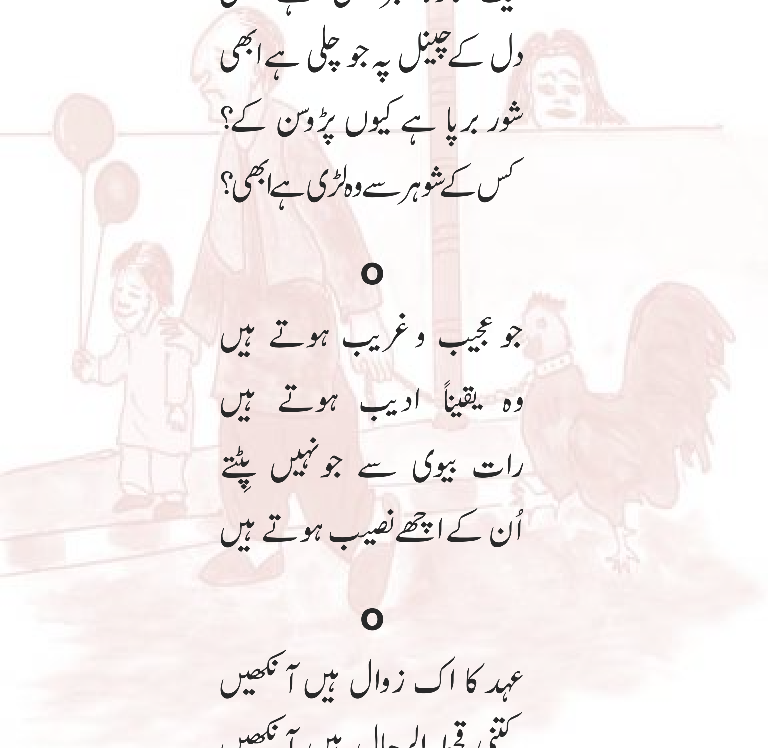

o

ایک تازہ خبر مِلی ہے ابھی
دل کے چینل پہ جو چلی ہے ابھی
شور برپا ہے کیوں پڑوسن کے؟
کس کے شوہر سے وہ لڑی ہے ابھی؟

o

جو عجیب و غریب ہوتے ہیں
وہ یقیناً ادیب ہوتے ہیں
رات بیوی سے جو نہیں پِٹتے
اُن کے اچھے نصیب ہوتے ہیں

o

عہد کا اک زوال ہیں آنکھیں
کتنی قحط الرجال ہیں آنکھیں
دیکھتے ہی رگڑ دیا دل کو!
آپ کی ریگ مال ہیں آنکھیں

مجید سالک

o

دیہات سے تھا دولہا بارات لے کے آیا
آگے تھا بینڈ باجا پیچھے تھی اک ٹرالی
دلہن کے گھر جو پہنچے باجے کی دھن یوں بدلی
روٹی کھلا دو بابا آیا ہے اک سوالی

o

دونوں ایم این اے بنے تھے اور شادی تھی نئی
رات گر شبرات تھی ان کی تو دن تھے عید سے
سن وزارت کی بھنک بیگم سے فرمانے لگے
آپ ہیں امید سے اور ہم بھی ہیں امید سے

o

تھے سٹوڈنٹ ڈاکٹر دونوں
پیار کی ان میں رسم و راہ چلی
عشق ان کا تو پانچ سال چلا
شادی مشکل سے ایک ماہ چلی

فرزانہ جاناں

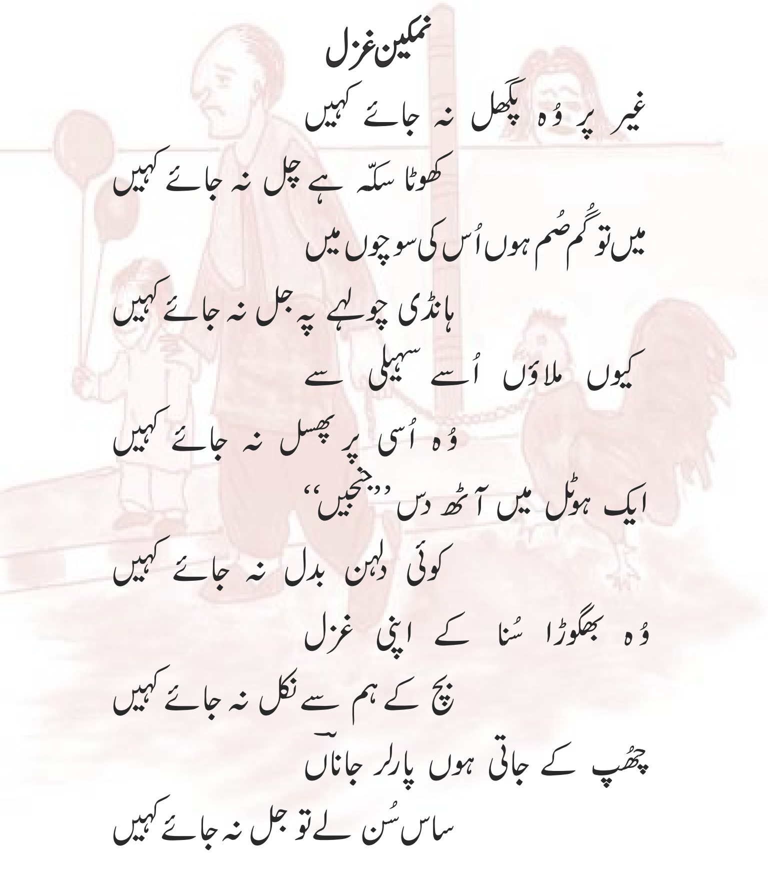

نمکین غزل

غیر پر وُہ پگھل نہ جائے کہیں
کھوٹا سکّہ ہے چل نہ جائے کہیں

میں تو گُم صُم ہوں اُس کی سوچوں میں
ہانڈی چولہے پہ جل نہ جائے کہیں

کیوں ملاؤں اُسے سہیلی سے
وُہ اُسی پر پھسل نہ جائے کہیں

ایک ہوٹل میں آٹھ دس ''جنجیں''
کوئی دلہن بدل نہ جائے کہیں

وُہ بھگوڑا سُنا کے اپنی غزل
بچ کے ہم سے نکل نہ جائے کہیں

چھُپ کے جاتی ہوں پارلر جاناںؔ
ساس سُن لے تو جل نہ جائے کہیں

یعقوب غزنوی

o

گلی میں چہل قدمی کا کچھ ایسا شک ہوا اس کو
مجھے بیوی نے گھر میں بیٹھ جانے کی سزا دی ہے
مرے گھر سے نکلنے پر قیامت ٹوٹ پڑتی ہے
محلّے میں پڑوسن نے بڑی ہلچل مچا دی ہے

o

تر و تازہ سی لگتی تھی وہ جب شادی میں آئی تھی
مرے چاچا بہت خوش تھے کہ ان کی ایسی سالی ہے
مگر جانے ہوا کیا اب چچا ہر خط میں لکھتے ہیں
بڑی ہی خشک سالی ہے بڑی ہی خشک سالی ہے

o

کالا ہے رنگ تیرا سبھی جانتے ہیں یہ
تجھ پر حسین اس لیے مرتا نہیں کوئی
کیوں بار بار جا کے تو دھوتا ہے اپنا منہ
''حالانکہ اس سے فرق تو پڑتا نہیں کوئی''

o

میرے دادا کو جوانی میں بہت سے شوق تھے
ایک دو ہی کیا انھوں نے چار کی تھیں شادیاں
ساٹھ کے ہوتے ہی دادا ہو گئے رخصت مرے
اور چاروں مل کے ہیں 56 برس کی دادیاں

نعیم نیازی

ابھی طے نہیں ہوا

گھوٹا چلے کہ جام ابھی طے نہیں ہوا — دعوت کا اہتمام ابھی طے نہیں ہوا
پہلوٹا بچّہ پلّو نے پیدا تو کر لیا — کیا رکھا جائے نام ابھی طے نہیں ہوا
بن ٹھن کے جانے نکلے گا کب پارلر سے وہ — کب ہو گا قتلِ عام ابھی طے نہیں ہوا
اظہار کے لیے ہو کیا انداز اختیار — دھمکی ہو یا پیام ابھی طے نہیں ہوا
مطلوب کیا ہے شیخ کو خدمت کے واسطے — لونڈی ہو یا غلام ابھی طے نہیں ہوا
آئیں گے کس ٹرین سے ملنے ہمارے "پنڈ" — چلتن کہ تیزگام ابھی طے نہیں ہوا
مُلّاں نے جھاڑ پھونک سے زر تو کما لیا — جائز ہے یا حرام ابھی طے نہیں ہوا
وہ دس برس سے کرتا ہے انجوائے نوکری — کرنا ہے کتنا کام ابھی طے نہیں ہوا
تحفے کے انتخاب میں وہ مخمصے میں ہے — گٹھلی ہو یا کہ آم ابھی طے نہیں ہوا
اک مُک مُکا کا سلسلہ جاری ہے اب تلک — کتنے میں ہو گا کام ابھی طے نہیں ہوا
عرضی اگرچہ وصل کی منظور ہو گئی — تاریخ اور مقام ابھی طے نہیں ہوا

نور عالم امروہوی

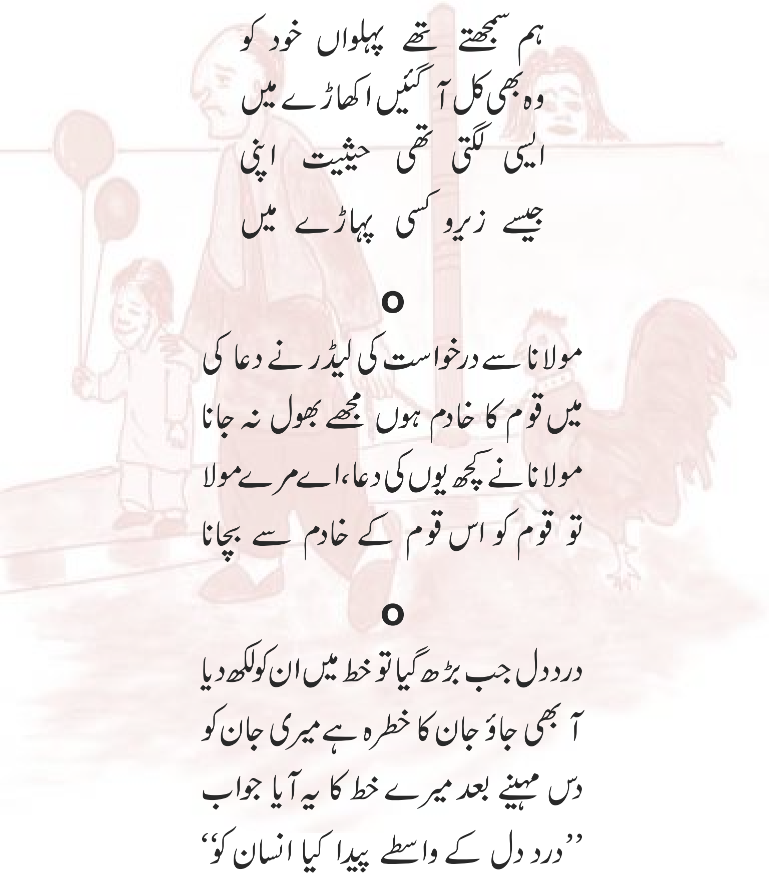

o

ہم سمجھتے تھے پہلواں خود کو
وہ بھی کل آ گئیں اکھاڑے میں
ایسی لگتی تھی حیثیت اپنی
جیسے زیرو کسی پہاڑے میں

o

مولانا سے درخواست کی لیڈر نے دعا کی
میں قوم کا خادم ہوں مجھے بھول نہ جانا
مولانا نے کچھ یوں کی دعا، اے مرے مولا
تو قوم کو اس قوم کے خادم سے بچانا

o

درد دل جب بڑھ گیا تو خط میں ان کو لکھ دیا
آ بھی جاؤ جان کا خطرہ ہے میری جان کو
دس مہینے بعد میرے خط کا یہ آیا جواب
''درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو''

سیّد محمد حسنین زیدی

دو بٹا تین

راشننگ میں ہمیں ملتی ہے شکر دو بٹا تین
جس طرح توس پہ لگتا ہے بٹر دو بٹا تین

آج کل لڑکیوں کے فینسی کپڑے دیکھو
بے محابا بدن آئے گا نظر دو بٹا تین

آپ کالج کی کسی لڑکی کو گر دیکھیں گے
سائیکل چلنے میں خم ہو گی کمر دو بٹا تین

بیسویں شب جو کسی ماہ کی آ جاتی ہے
غم میں رہ جاتا ہے گھل گھل کے قمر دو بٹا تین

فخر تیرے لئے کچھ ٹھیک نہیں، اے زاہد!
کیونکہ اس ''فخر'' میں پیوستہ ہے ''خر'' دو بٹا تین

دو بٹا تین کے عنوان سے جو نظم کہی
شاعری کا ہے ابھی ہم میں اثر دو بٹا تین

محمد ابرار ارائیں

بیویاں

دیوانہ آدمی کو بناتی ہیں بیویاں
تگنی کا ناچ خوب نچاتی ہیں بیویاں

شوہر جو زن مریدی کے چکر میں پڑ گئے
خوابوں میں بھی انہیں نظر آتی ہیں بیویاں

بھاری ہو جن کی جیب اور پیدل ہوں عقل سے
الو انہیں تو خوب بناتی ہیں بیویاں

سن کر جسے جھلس اٹھے شوہر کا تن بدن
بے وقت کا وہ راگ سناتی ہیں بیویاں

مطلب ہو گر کوئی تو ہوں ریشم کی طرح نرم
ورنہ لہو کے آنسو رلاتی ہیں بیویاں

دفتر میں جن کے نام سے ڈرتے ہیں اہلکار
ان افسروں کو جھاڑ پلاتی ہیں بیویاں

دفتر سے آئے لیٹ جو شوہر کسی سبب
صلواتیں لمبی چوڑی سناتی ہیں بیویاں

نسخہ یہ کیمیا ہے کہ بیوی کو خوش رکھو
ورنہ تو اوئے کر کے بلاتی ہیں بیویاں

باقر وسیم قاضی

○

جب فدائے چہرۂ گلنار ہو جائیں گے ہم
اس کے دروازے پہ چوکیدار ہو جائیں گے ہم
اس گرانی کی تپش محسوس ہو گی جون تک
جب بجٹ آیا تو ٹھنڈے ٹھار ہو جائیں گے ہم

غزل

جبکہ تخریب سے انجان ہوا کرتے تھے
تب تو ہم لوگ بھی انسان ہوا کرتے تھے

ہم نے پولیس بہت بعد میں جوائن کی ہے
پہلے ہم صاحب ایمان ہوا کرتے تھے

جب بھی لٹتی تھی کوئی کپڑے کی ہٹی یارو
اپنے تھانے میں کئی تھان ہوا کرتے تھے

پہلے تو شعر کا کہنا ہی بڑا مشکل تھا
پہلے شعروں کے بھی اوزان ہوا کرتے تھے

جوہر غوری

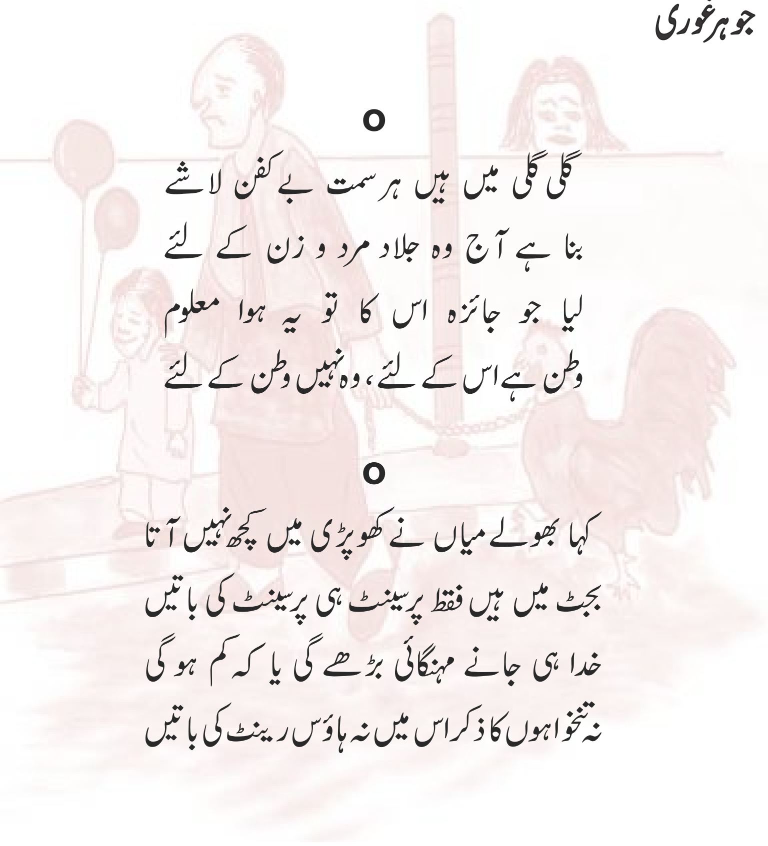

o

گلی گلی میں ہیں ہر سمت بے کفن لاشے
بنا ہے آج وہ جلاد مرد و زن کے لئے
لیا جو جائزہ اس کا تو یہ ہوا معلوم
وطن ہے اس کے لئے، وہ نہیں وطن کے لئے

o

کہا بھولے میاں نے کھوپڑی میں کچھ نہیں آتا
بجٹ میں ہیں فقط پرسینٹ ہی پرسینٹ کی باتیں
خدا ہی جانے مہنگائی بڑھے گی یا کہ کم ہو گی
نہ تنخواہوں کا ذکر اس میں نہ ہاؤس رینٹ کی باتیں

انوار عزمی

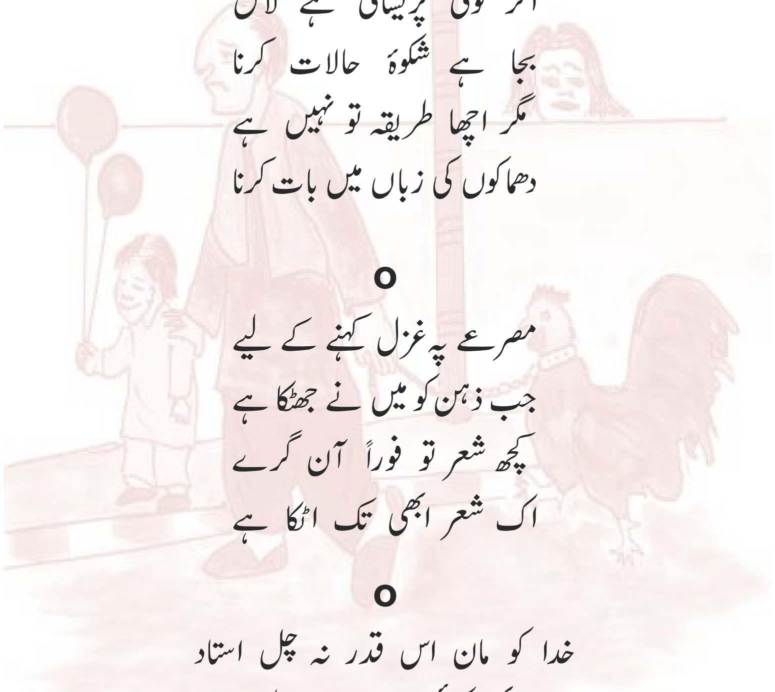

O

اگر کوئی پریشانی ہے لاحق
بجا ہے شکوۂ حالات کرنا
مگر اچھا طریقہ تو نہیں ہے
دھماکوں کی زباں میں بات کرنا

O

مصرعے پہ غزل کہنے کے لیے
جب ذہن کو میں نے جھٹکا ہے
کچھ شعر تو فوراً آن گرے
اک شعر ابھی تک اٹکا ہے

O

خدا کو مان اس قدر نہ چل استاد
پچاس بھی کوئی اسپیڈ ہے‘ ڈبل استاد
کہیں ۵۰۷۲ نہ پاس کر جائے
جہاں سے بھی تجھے رستہ ملے‘ نکل استاد

اختر شیخ

بکرے کی داستاں

ایسے بکرے کی سناتا ہوں تمہیں میں داستاں
بچ کے جو ایتھوپیا کے قحط سے آیا یہاں

گردنِ نازک بیوٹی بون پر اٹکی ہوئی
عید سے پہلے ہی دائیں سمت کو لٹکی ہوئی

منہ پہ دانتوں کی جدائی سے گڑھے دیکھے گئے
بے ارادہ سینگ گردن پر پڑے دیکھے گئے

اک ذرا سی رہ گئی دستی، زبردستی کے بعد
اور کیا دیکھوں کوئی بکرا میں اس ہستی کے بعد

ریڑھ کی ہڈی میں وہ شیرازہ بندی تھی عجب
اس کی پستی تھی عجب اس کی بلندی تھی عجب

پسلیوں نے اس طرح جکڑی ہوئی تھی اوجڑی
چور کو جیسے پولیس والے لگائیں ہتھکڑی

دائمی کھانسی سے جس کے پھیپھڑے مرجھا گئے
دیکھ لاغر اور جرثومے بھی اندر آ گئے

ران کو ویران ہونے میں لگے تھے چار سال
بال سارے جھڑ چکے تھے رہ گئی تھی صرف کھال

شیخ صاحب کی خریداری پہ رشک آنے لگا
دیکھ کر بکرے کو بوڑھا باپ فرمانے لگا

میرے بچے یہ حسیں ڈھانچہ کہاں سے لائے ہو
میرے جیسا اور اک سانچہ کہاں سے لائے ہو

بازغ بہاری

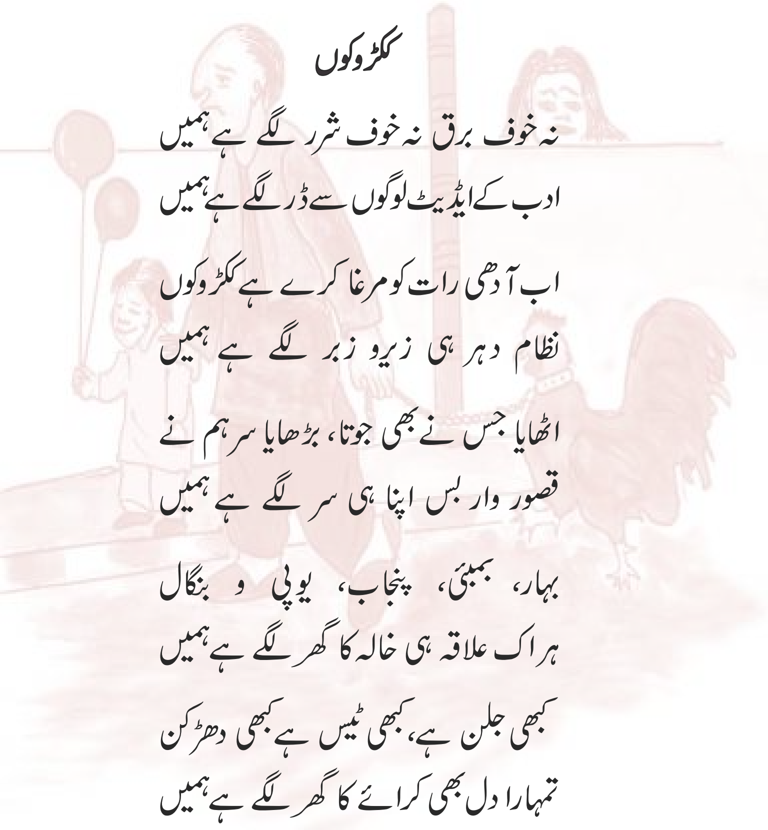

ککڑوکوں

نہ خوف برق نہ خوف شرر لگے ہے ہمیں
ادب کے ایڈیٹ لوگوں سے ڈر لگے ہے ہمیں

اب آدھی رات کو مرغا کرے ہے ککڑوکوں
نظام دہر ہی زیرو زبر لگے ہے ہمیں

اٹھایا جس نے بھی جوتا، بڑھایا سر ہم نے
قصور وار بس اپنا ہی سر لگے ہے ہمیں

بہار، بمبئ، پنجاب، یوپی و بنگال
ہر اک علاقہ ہی خالہ کا گھر لگے ہے ہمیں

کبھی جلن ہے، کبھی ٹیس ہے کبھی دھڑکن
تمہارا دل بھی کرائے کا گھر لگے ہے ہمیں

خاور نقوی

بوعلی سینا کا ثانی

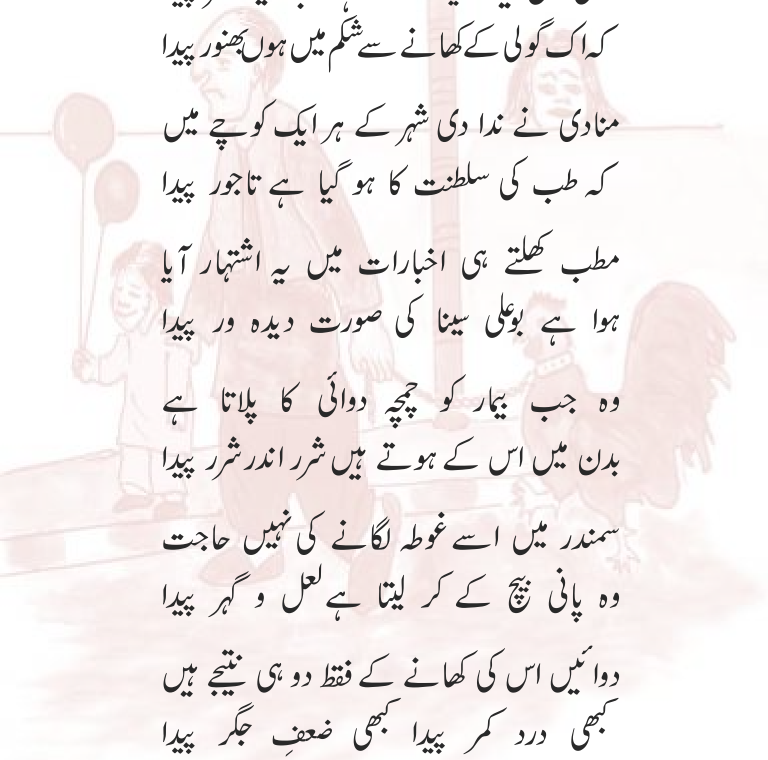

کسی میں یک بیک ہوتا ہے کب ایسا ہنر پیدا
کہ اک گولی کے کھانے سے شکم میں ہوں بھنور پیدا

منادی نے ندا دی شہر کے ہر ایک کوچے میں
کہ طب کی سلطنت کا ہو گیا ہے تاجور پیدا

مطب کھلتے ہی اخبارات میں یہ اشتہار آیا
ہوا ہے بوعلی سینا کی صورت دیدہ ور پیدا

وہ جب بیمار کو چمچہ دوائی کا پلاتا ہے
بدن میں اس کے ہوتے ہیں شرر اندر شرر پیدا

سمندر میں اسے غوطہ لگانے کی نہیں حاجت
وہ پانی بیچ کے کر لیتا ہے لعل و گہر پیدا

دوائیں اس کی کھانے کے فقط دو ہی نتیجے ہیں
کبھی درد کمر پیدا کبھی ضعفِ جگر پیدا

مریضوں کو مسلسل مار کے یہ مجھ سے فرمایا
''کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا''

حمید عسکری

غزل

ہم بھی ہیں منتظر لطف و کرم اے ساقی
ہم پہ بھی ایک عنایت کی نظر دو بٹا تین

بادۂ ناب چھلک کر نہ زمیں پہ گر جائے
جب بھی ساغر تجھے بھرنا ہو تو بھر دو بٹا تین

کیا قفس سے ہو رہائی کی خوشی بلبل کو
نوچ ڈالے ہوں جو صیاد نے پر دو بٹا تین

داخلہ تو فقط اس حال میں جا سکتا ہے
ہوں ''پریزنس'' جو اے جان پدر دو بٹا تین

فخر کرنا ہے گدھے پن کی علامت اے دوست
دیکھ لو فخر میں موجود ہے خر دو بٹا تین

عنایت اللہ

تو جوائین کھاؤ

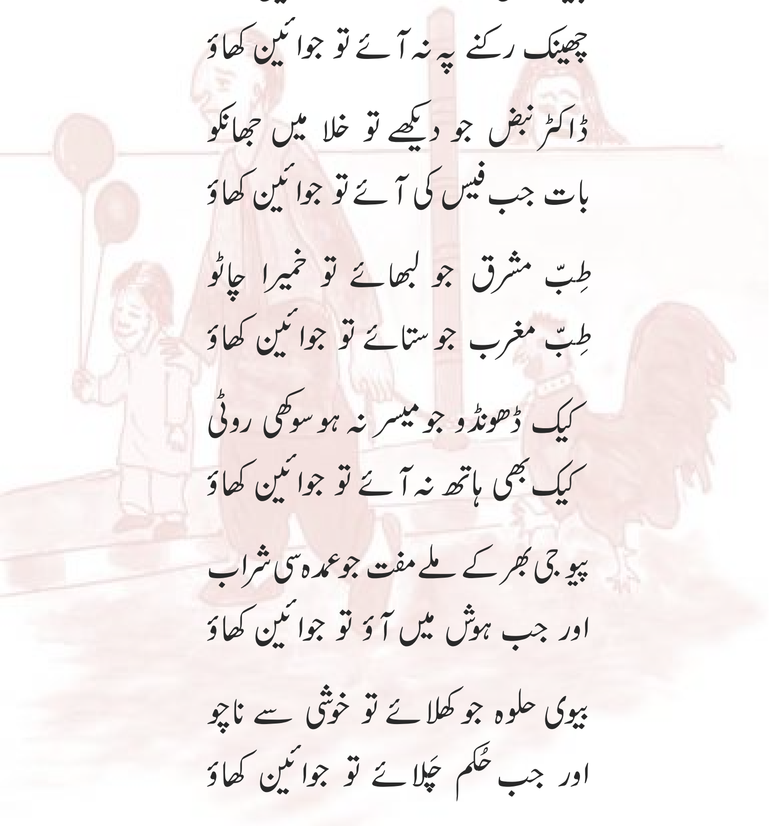

پیٹ میں درد جو اٹھے تو جوائین کھاؤ
چھینک رکنے پہ نہ آئے تو جوائین کھاؤ

ڈاکٹر نبض جو دیکھے تو خلا میں جھانکو
بات جب فیس کی آئے تو جوائین کھاؤ

طِبّ مشرق جو لبھائے تو خمیرا چاٹو
طِبّ مغرب جو ستائے تو جوائین کھاؤ

کیک ڈھونڈو جو میسر نہ ہو سوکھی روٹی
کیک بھی ہاتھ نہ آئے تو جوائین کھاؤ

پیو جی بھر کے ملے مفت جو عمدہ سی شراب
اور جب ہوش میں آؤ تو جوائین کھاؤ

بیوی حلوہ جو کھلائے تو خوشی سے ناچو
اور جب حُکم چلائے تو جوائین کھاؤ

بال کی کھال اُتاروں تو کھجاؤ سر کو
اور جب شعر سناؤں تو جوائین کھاؤ

مشروبِ آگہی

شیخ پینے لگے ہیں جب سے شراب
کبھی کرتے نہیں ہیں اب وہ شمار
دوسروں کے گنہ اور اپنے ثواب

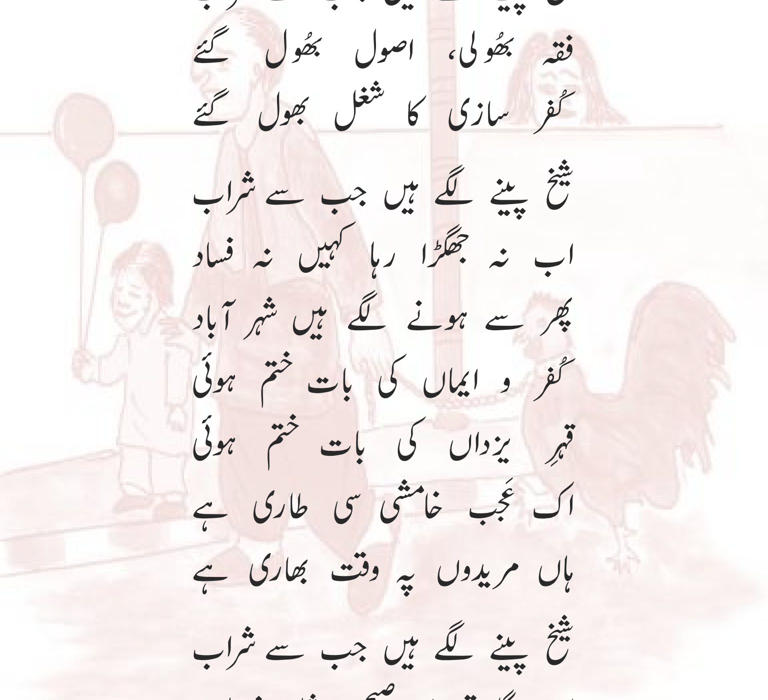

شیخ پینے لگے ہیں جب سے شراب
فقہ بھُولی، اصول بھُول گئے
کُفر سازی کا شغل بھول گئے

شیخ پینے لگے ہیں جب سے شراب
اب نہ جھگڑا رہا کہیں نہ فساد
پھر سے ہونے لگے ہیں شہر آباد
کُفر و ایماں کی بات ختم ہوئی
قہرِ یزداں کی بات ختم ہوئی
اک عَجب خامشی سی طاری ہے
ہاں مریدوں پہ وقت بھاری ہے

شیخ پینے لگے ہیں جب سے شراب
اب لگاتے ہیں صبح و شام خضاب
فتویٰ دینے کے اب نہیں قائل
شعر و نغمہ پہ طبع ہے مائل

شیخ پینے لگے ہیں جب سے شراب
ان کے چہرے پہ کِھل اُٹھے ہیں گلاب

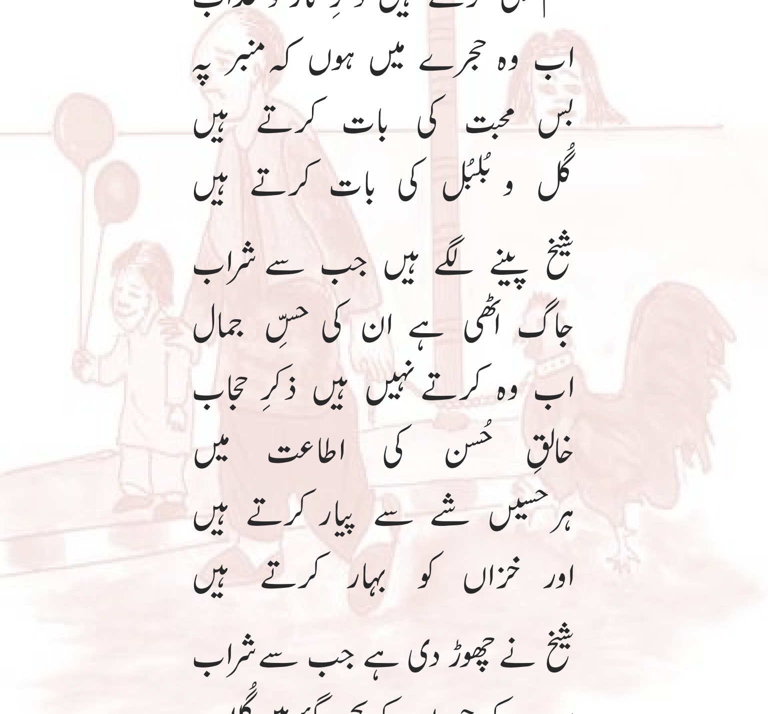

فقہ، منطق کو چھوڑ کر اب وہ
صرف پڑھتے ہیں زندگی کی کتاب

شیخ پینے لگے ہیں جب سے شراب
کم ہی کرتے ہیں ذکرِ نار و عذاب
اب وہ حجرے میں ہوں کہ منبر پہ
بس محبت کی بات کرتے ہیں
گُل و بُلبُل کی بات کرتے ہیں

شیخ پینے لگے ہیں جب سے شراب
جاگ اٹھی ہے ان کی حسِ جمال
اب وہ کرتے نہیں ہیں ذکرِ حجاب
خالقِ حُسن کی اطاعت میں
ہر حسیں شے سے پیار کرتے ہیں
اور خزاں کو بہار کرتے ہیں

شیخ نے چھوڑ دی ہے جب سے شراب
سب کے چہروں کے بجھ گئے ہیں گُلاب
ہر حسیں آ گیا ہے زیرِ عتاب
چاند کو بھی ملا ہے حکم کہ اب
نکلے دن کو ہی اور اوڑھے نقاب

عظیم عباسی

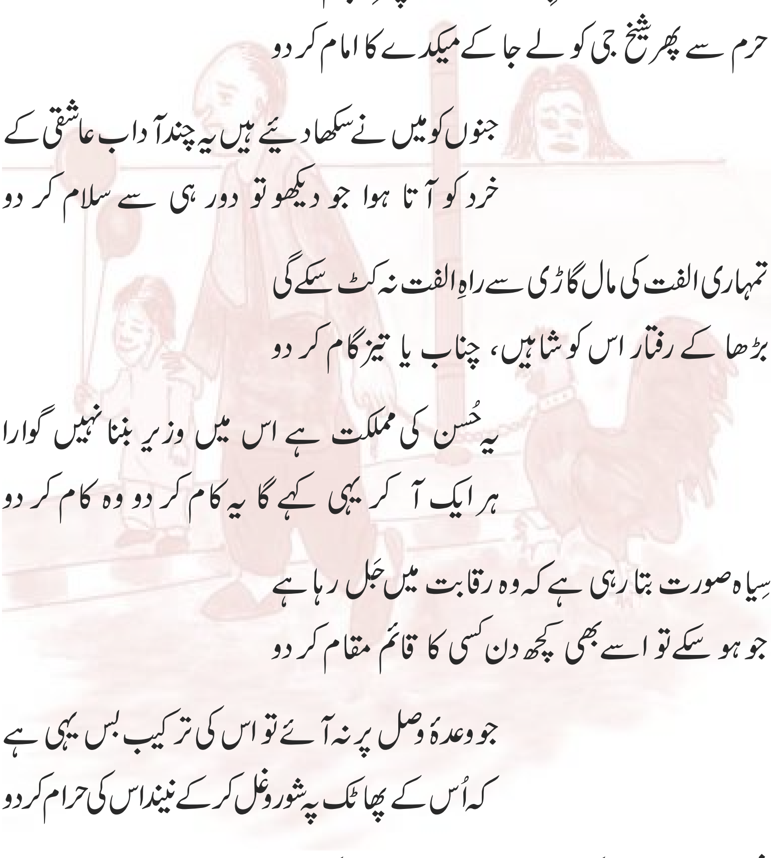

o

بس آٹھ دن مفت کی پلا کر اسے بھی پابندِ جام کر دو
حرم سے پھر شیخ جی کو لے جا کے میکدے کا امام کر دو

جنوں کو میں نے سکھا دیئے ہیں یہ چند آداب عاشقی کے
خرد کو آتا ہوا جو دیکھو تو دور ہی سے سلام کر دو

تمہاری الفت کی مال گاڑی سے راہِ الفت نہ کٹ سکے گی
بڑھا کے رفتار اس کو شاہیں، چناب یا تیزگام کر دو

یہ حُسن کی مملکت ہے اس میں وزیر بننا نہیں گوارا
ہر ایک آ کر یہی کہے گا یہ کام کر دو وہ کام کر دو

سِیاہ صورت بتا رہی ہے کہ وہ رقابت میں جل رہا ہے
جو ہو سکے تو اسے بھی کچھ دن کسی کا قائم مقام کر دو

جو وعدۂ وصل پر نہ آئے تو اس کی ترکیب بس یہی ہے
کہ اُس کے پھاٹک پہ شوروغل کر کے نینداس کی حرام کردو

نہیں ہے دل میں جگہ تمہارے تو پھیپھڑے میں جگہ نکالو
کہیں تو آخر ہمارے رہنے کے واسطے انتظام کر دو

ماسٹر الطاف

o

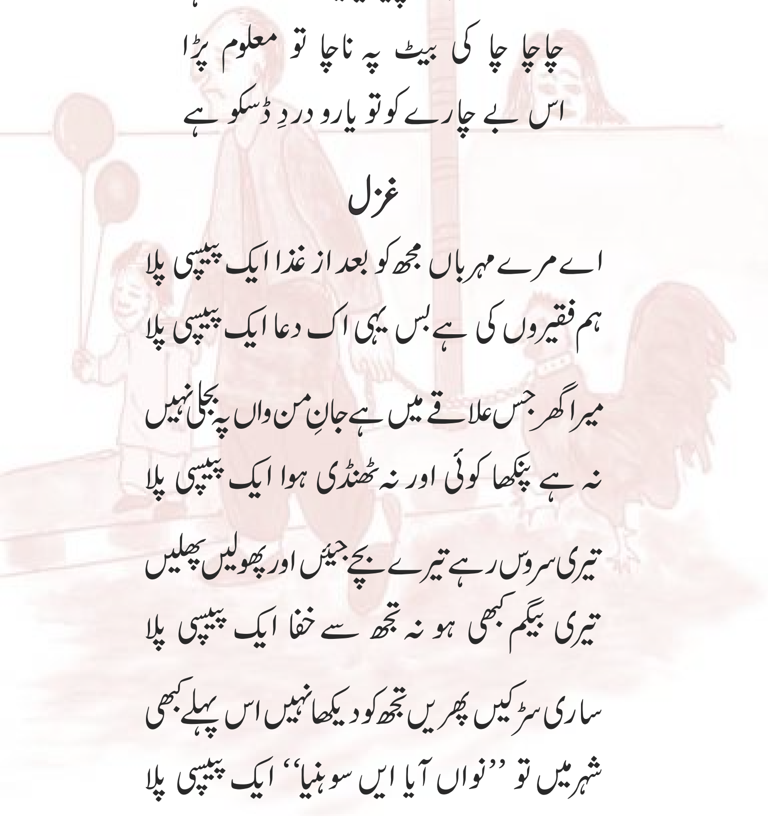

ہائپر ٹینشن درد معدہ یا امراض دل
کوئی بھی بوجھ نہ پایا کیا بیماری اس کو ہے
چاچا چاچا کی بیٹ پہ ناچا تو معلوم پڑا
اس بے چارے کو تو یارو دردِ ڈسکو ہے

غزل

اے مرے مہرباں مجھ کو بعد از غذا ایک پیپسی پلا
ہم فقیروں کی ہے بس یہی اک دعا ایک پیپسی پلا

میرا گھر جس علاقے میں ہے جانِ من واں پہ بجلی نہیں
نہ ہے پنکھا کوئی اور نہ ٹھنڈی ہوا ایک پیپسی پلا

تیری سروس رہے تیرے بچے جیئں اور پھولیں پھلیں
تیری بیگم کبھی ہو نہ تجھ سے خفا ایک پیپسی پلا

ساری سڑکیں پھریں تجھ کو دیکھا نہیں اس پہلے کبھی
شہر میں تو ''نواں آیا ایں سوہنیا'' ایک پیپسی پلا

پھر تیری شادی ہو پھر تو دلہن بنے بینڈ باجے بجیں
پھر جیئے چار دن ترا شوہر نیا ایک پیپسی پلا

محمد فاروق صدیقی

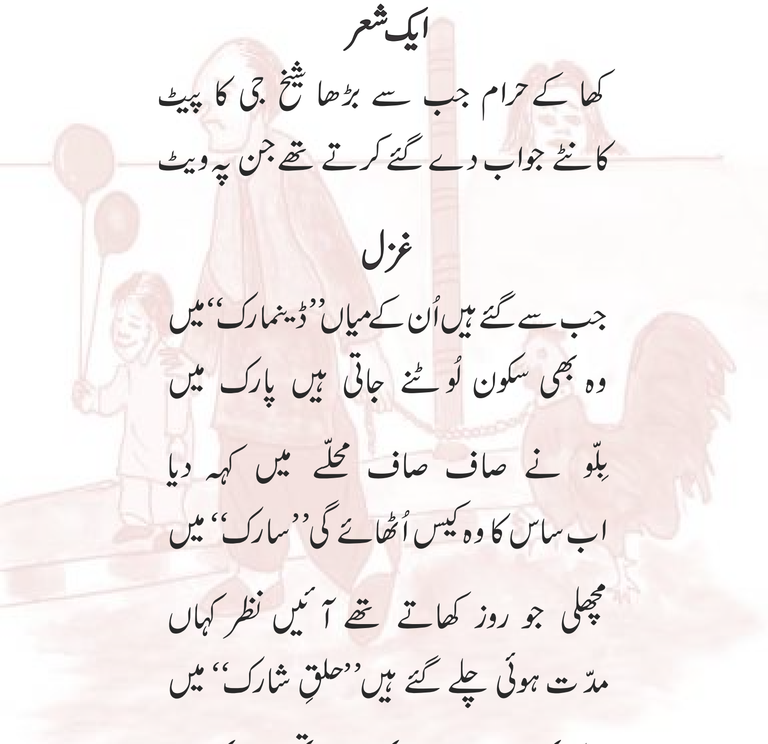

ایک شعر

کھا کے حرام جب سے بڑھا شیخ جی کا پیٹ
کانٹے جواب دے گئے کرتے تھے جن پہ ویٹ

غزل

جب سے گئے ہیں اُن کے میاں ''ڈینمارک'' میں
وہ بھی سکون لُوٹنے جاتی ہیں پارک میں

بِلّو نے صاف صاف محلّے میں کہہ دیا
اب ساس کا وہ کیس اُٹھائے گی ''سارک'' میں

مچھلی جو روز کھاتے تھے آئیں نظر کہاں
مدّت ہوئی چلے گئے ہیں ''حلقِ شارک'' میں

بوتل بھی خالی، جیب بھی خالی تھی پھر بھی وہ
تھا مطمئن کہ کچھ تو بچا ہو گا کارک میں

ظہیر قدسی

ٹی وی اشتہار

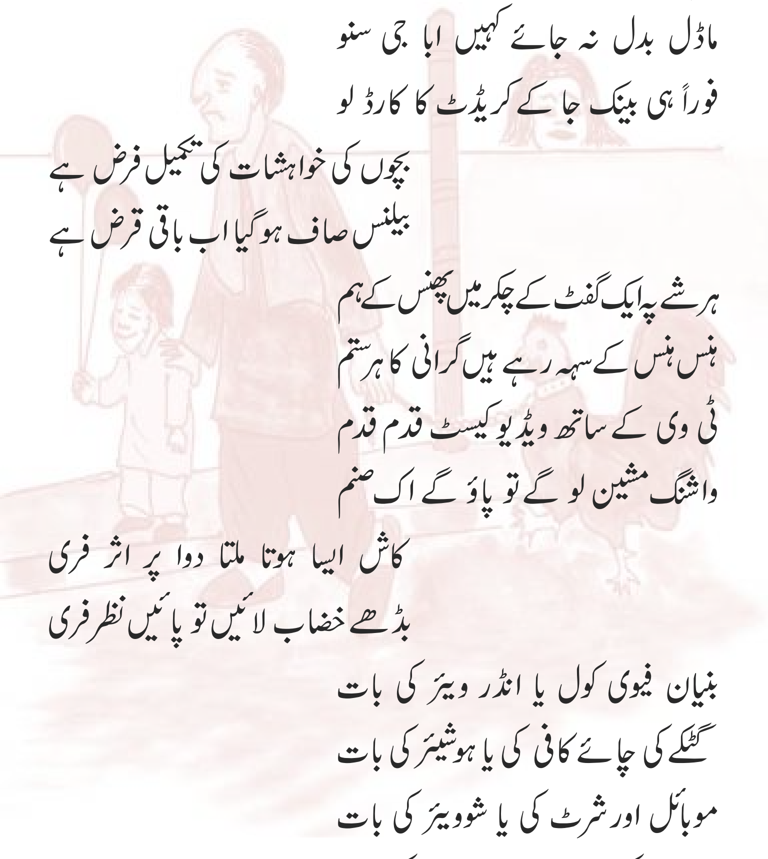

جب دیکھیں اشتہار میں ٹی وی یا کار کو
بچے یہ بولیں جلدی سے جا کر خرید لو
ماڈل بدل نہ جائے کہیں ابا جی سنو
فوراً ہی بینک جا کے کریڈٹ کا کارڈ لو

بچوں کی خواہشات کی تکمیل فرض ہے
بیلنس صاف ہو گیا اب باقی قرض ہے

ہر شے پہ ایک گفٹ کے چکر میں پھنس کے ہم
ہنس ہنس کے سہہ رہے ہیں گرانی کا ہر ستم
ٹی وی کے ساتھ ویڈیو کیسٹ قدم قدم
واشنگ مشین لو گے تو پاؤ گے اک صنم

کاش ایسا ہوتا ملتا دوا پر اثر فری
بڈھے خضاب لائیں تو پائیں نظر فری

بنیان فیوی کول یا انڈر ویئر کی بات
گٹکے کی چائے کافی کی یا ہوشیئر کی بات
موبائل اور شرٹ کی یا شو ویئر کی بات
یارو ہیئر کی بات ہو یا ہو ''دیئر'' کی بات

شیونگ کریم ہو کہ وہ ٹائر ہو کار کا
عورت ہے جزو لازمی ہر اشتہار کا

ہر اشتہار دھوکا ہے یہ جانتے ہیں ہم
اچھے برے کے فرق کو پہچانتے ہیں ہم
ٹی وی ہے ایک تیز چھری مانتے ہیں ہم
پھر بھی اسی چھری سے گلا کاٹتے ہیں ہم
یہ جان کر بھی ٹی وی سے آباد گھر کریں
الزام دے کے اوروں کو کھائی میں ہم گریں

نجیب قاصر

کیچ

خوشی کے وقت وہ شرطیں لگا کے پچھتایا
ہے شرمسار مگر دولھا بات بڑھوا کے
کنوارا قاضی اِدھر تاک میں ہی بیٹھا تھا
گیا تھا پڑھنے اور آیا نکاح پڑھوا کے

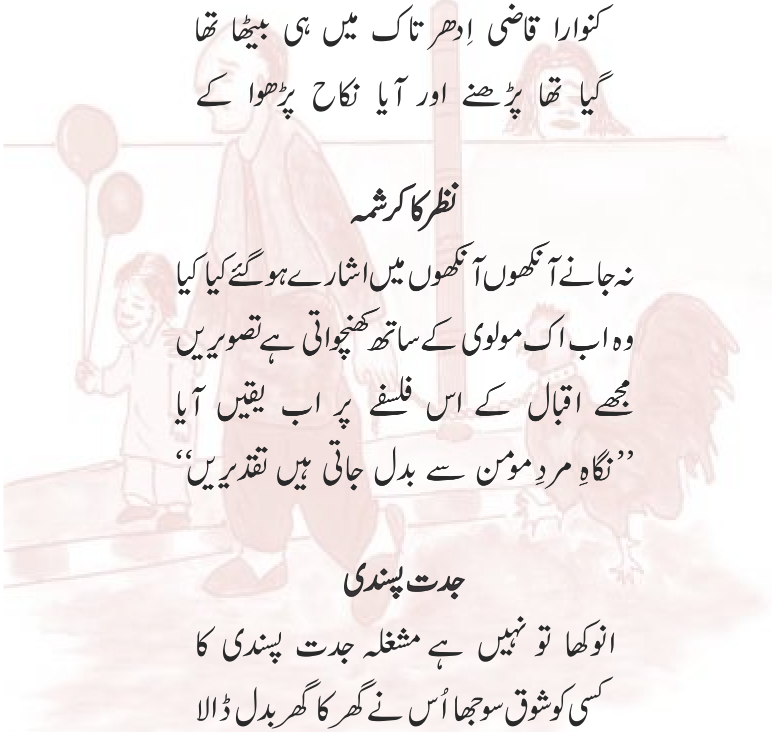

نظر کا کرشمہ

نہ جانے آنکھوں آنکھوں میں اشارے ہوگئے کیا کیا
وہ اب اک مولوی کے ساتھ کھنچواتی ہے تصویریں
مجھے اقبال کے اس فلسفے پر اب یقیں آیا
''نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں''

جدت پسندی

انوکھا تو نہیں ہے مشغلہ جدت پسندی کا
کسی کو شوق سوجھا اُس نے گھر کا گھر بدل ڈالا
مگر اس انتہائے شوق کے عالم کو کیا کہیئے
کہ اک خاتون نے اس شوق میں شوہر بدل ڈالا

مفرد اشعار

(بوم میرٹھی)

عاشقوں نے بستیاں ویران کیں
بوؔم سالا مفت میں بدنام ہے

(نامعلوم)

نزع کے وقت دیکھنے آئے
جایئے آپ سے خفا ہیں ہم

(سرفراز شاہد)

جب سے عینک لگی نظر والی
زہر لگنے لگی ہے گھر والی

(نامعلوم)

دن میں سوتا ہے اور کہتا ہے
''نیند کیوں رات بھر نہیں آتی''

(انعام الحق جاوید)

جو لوگ کتابیں پڑھتے ہیں اور Books نہیں پڑھتے
وہ خالی چہرے دیکھتے ہیں اور Looks نہیں پڑھتے

(سید ضمیر جعفری)

نام اگر لکھّو تو چھ سطروں میں نام آتا نہیں
کام اگر پوچھو تو کوئی خاص کام آتا نہیں

پیروڈیز

محبوب عزمی

رشوت خور

(علامہ اقبال کی نظم ''شکوہ'' کی پیروڈی)

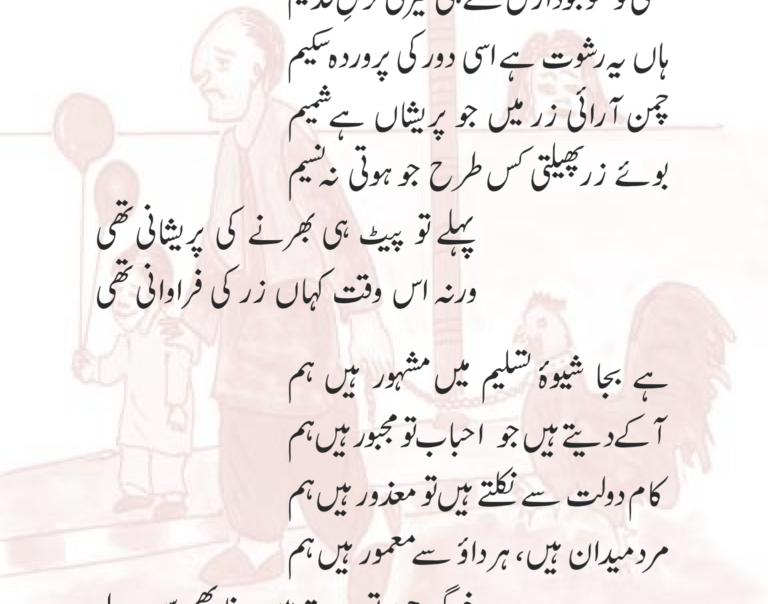

تھی تو موجود ازل سے ہی تیری حرصِ قدیم
ہاں یہ رشوت ہے اسی دور کی پروردہ سکیم
چمن آرائی زر میں جو پریشاں ہے شمیم
بوئے زر پھیلتی کس طرح جو ہوتی نہ نسیم
پہلے تو پیٹ ہی بھرنے کی پریشانی تھی
ورنہ اس وقت کہاں زر کی فراوانی تھی

ہے بجا شیوۂ تسلیم میں مشہور ہیں ہم
آ کے دیتے ہیں جو احباب تو مجبور ہیں ہم
کام دولت سے نکلتے ہیں تو معذور ہیں ہم
مرد میدان ہیں، ہر داؤ سے معمور ہیں ہم
خوگرِ جرم تو دیتے ہیں دغا بھی سن لے
بل پہ دولت کے ہے راشی کی وفا بھی سن لے

آ گیا گر کہیں دفتر میں کوئی بندہ نواز
ہوسِ زر میں گرفتار ہوئی قومِ حجاز
نہ کہیں رُول رہا اور نہ قانوں کا جواز
پستی عملے کی گئی اور گیا حاکم کا فراز

''بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے''
آئے رشوت کی جوز دمیں تو سبھی ایک ہوئے

ہیں یہاں وہ بھی کہ رشوت کے طلبگار بھی ہیں
ان میں بدکار بھی ہیں اور گنہ گار بھی ہیں
کتنے کم ظرف بھی ہیں اور طرح دار بھی ہیں
اعلیٰ افسر بھی ہیں اور ادنیٰ سے فنکار بھی ہیں
آنچ آتی ہی نہیں ان کے نہاں خانوں پر
''برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر''

اہلِ ایماں کو بھی سیٹوں سے ہٹایا ہم نے
کام مشکل تھا پہ آسان بنایا ہم نے
تیرے فرمان کو سینے سے لگایا ہم نے
جو ملا جیسے ملا، تجھ کو کھلایا ہم نے
پھر بھی شکوہ ہے کہ ہم لوگ وفادار نہیں
''ہم وفاردار نہیں تو بھی تو دلدار نہیں''

اپنی عزت بھی گئی چاہنے والے بھی گئے
ہائے انکم بھی گئی اور نکالے بھی گئے
پھنس گئے ایسے کہ ہم جیل میں ڈالے بھی گئے
اور منہ موڑ کے وہ حوصلے والے بھی گئے
عزمؔی روپوش ہوئے یار جو دھوکا دے کر
''اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر''

(''سخن معکوس'' مرتب سرفراز شاہد)

اسد جعفری

شکوہ

(شاعرِ مشرق کی روح سے معذرت کے ساتھ)

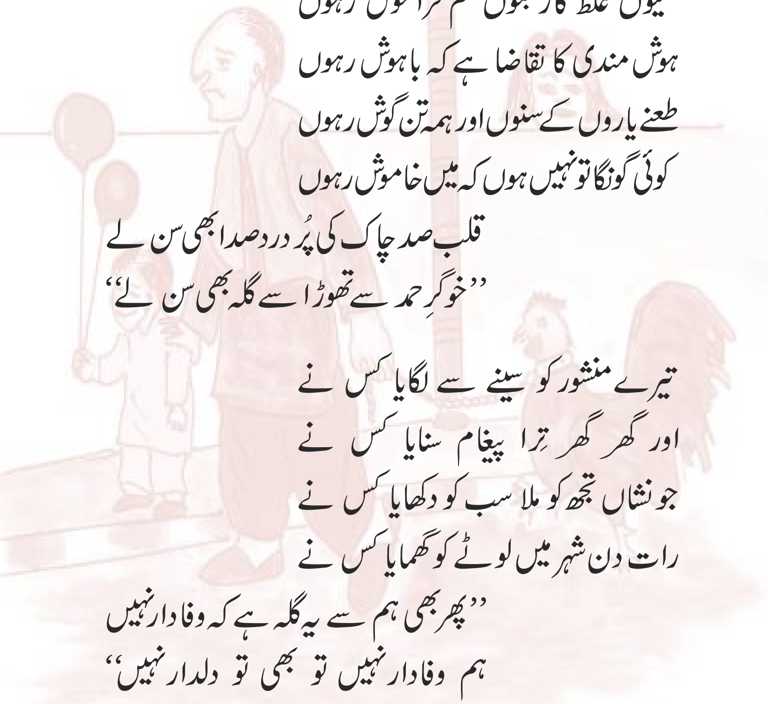

کیوں غلط کار بنوں ظلم فراموش رہوں
ہوش مندی کا تقاضا ہے کہ باہوش رہوں
طعنے یاروں کے سنوں اور ہمہ تن گوش رہوں
کوئی گونگا تو نہیں ہوں کہ میں خاموش رہوں
قلبِ صد چاک کی پُر درد صدا بھی سن لے
''خوگرِ حمد سے تھوڑا سے گلہ بھی سن لے''

تیرے منشور کو سینے سے لگایا کس نے
اور گھر گھر ترا پیغام سنایا کس نے
جو نشاں تجھ کو ملا سب کو دکھایا کس نے
رات دن شہر میں لوٹے کو گھمایا کس نے
''پھر بھی ہم سے یہ گلہ ہے کہ وفادار نہیں
ہم وفادار نہیں تو بھی تو دلدار نہیں''

آ گیا عین الیکشن میں اگر وقت فساد
ہاتھ وہ میں نے دکھائے کہ کریں گے سب یاد
اس جگہ جتنے بھی ووٹر تھے ترے نام نہاد
سب کو بھگتایا ملے کچھ تو مرے کام کی داد

جو نہ کرنا تھا وہ ہر کام کیا ہے میں نے
مرنے والوں سے بھی جا ووٹ لیا ہے میں نے

ہر محلے میں پھرے اور سحر و شام پھرے
خُم کی مانند رُکے اور صفتِ جام پھرے
جو ضروری تھے بہت چھوڑ کے وہ کام پھرے
تو لبِ بام رہا ہم تو پسِ بام پھرے
پئے تشہیر بُلائے کئی ہوٹر ہم نے
دشتِ ظلمات میں دوڑائے سکوٹر ہم نے

کچھ مخالف تھے کئی تیرے طرفدار بھی تھے
تیرے احباب میں کچھ بندۂ سرکار بھی تھے
یوں تو افسر بھی ملازم بھی دکاں دار بھی تھے
''سینکڑوں تھے جو ترے نام سے بیزار بھی تھے''
تیری خامی کو بھی خوبی کی طرح عام کیا
''قوتِ بازوئے شاعر نے ترا کام کیا''

جیت کر تو نے ہر اِک عہد محبت بدلا
وعدۂ لطف تو پیمانِ مروّت بدلا
دُکھ تو یہ ہے ترا اسلوبِ سخاوت بدلا
ہم نہ بدلے ترا ملبوسِ شرافت بدلا
رحمتیں ہیں تری اپنوں کے طرب خانوں پر
برق گرتی ہے غریبوں کے گلستانوں پر

(''ترا ہنسنا قیامت ہے'' اسد جعفری)

خالد عرفان

مسلم امّہ کا امریکہ سے شکوہ

(علامہ اقبال کی روح سے معذرت کے ساتھ)

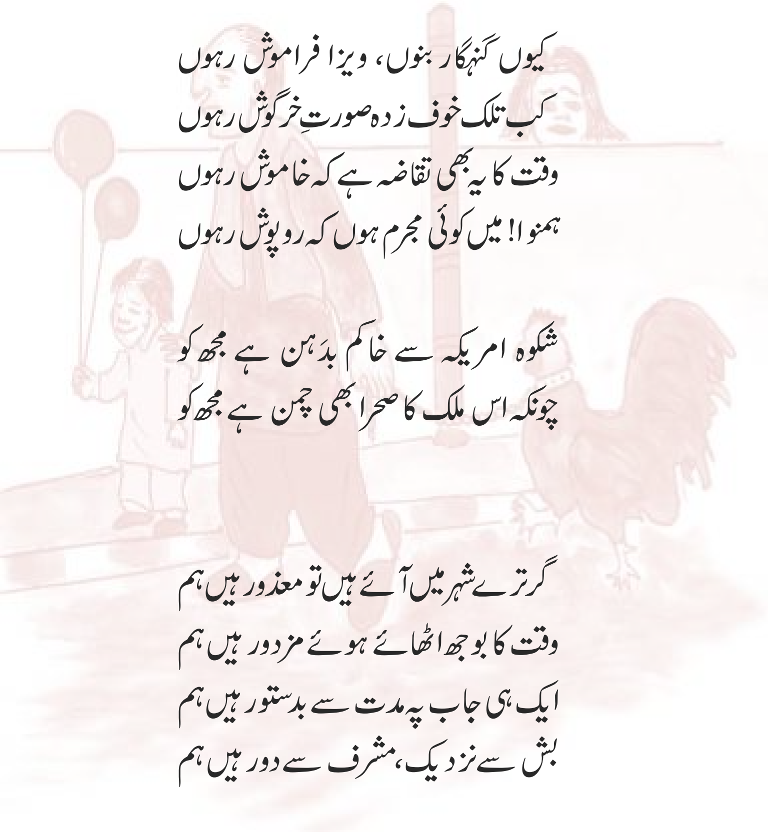

کیوں گنہگار بنوں، ویزا فراموش رہوں
کب تلک خوف زدہ صورتِ خرگوش رہوں
وقت کا یہ بھی تقاضہ ہے کہ خاموش رہوں
ہمنوا! میں کوئی مجرم ہوں کہ روپوش رہوں

شکوہ امریکہ سے خاکم بدہن ہے مجھ کو
چونکہ اس ملک کا صحرا بھی چمن ہے مجھ کو

گر ترے شہر میں آئے ہیں تو معذور ہیں ہم
وقت کا بوجھ اٹھائے ہوئے مزدور ہیں ہم
ایک ہی جاب پہ مدت سے بدستور ہیں ہم
بش سے نزدیک، مشرف سے دور ہیں ہم

یو ایس اے! شکوہء اربابِ وفا بھی سن لے
طالبِ ایڈ سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے

تیرا پرچم سرِ افلاک اڑایا کس نے؟
تیرے قانون کو سینے سے لگایا کس نے؟
ہر سینیٹر کو الیکشن میں جِتایا کس نے؟
فنڈ ریزنگ کی محافل کو سجایا کس نے؟

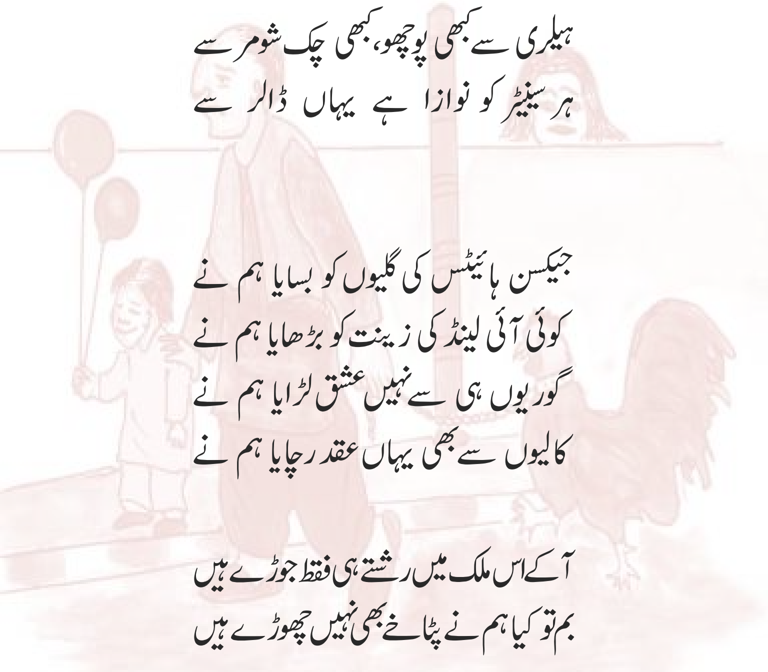

ہیلری سے کبھی پوچھو، کبھی چک شومر سے
ہر سینیٹر کو نوازا ہے یہاں ڈالر سے

جیکسن ہائیٹس کی گلیوں کو بسایا ہم نے
کوئی آئی لینڈ کی زینت کو بڑھایا ہم نے
گوریوں ہی سے نہیں عشق لڑایا ہم نے
کالیوں سے بھی یہاں عقد رچایا ہم نے

آ کے اس ملک میں رشتے ہی فقط جوڑے ہیں
بم تو کیا ہم نے پٹاخے بھی نہیں چھوڑے ہیں

جب برا وقت پڑا ہم نے سنبھالی مسجد
کب تلک رہتی مسلمان سے خالی مسجد
جب ہوئی گھر سے بہت دور بلالیؓ مسجد
ہم نے ''تہہ خانے'' میں چھوٹی سی بنالی مسجد

ہم نے کیا جرم کیا اپنی عبادت کے لیے
صرف میلاد کیا جشنِ ولادت کے لیے

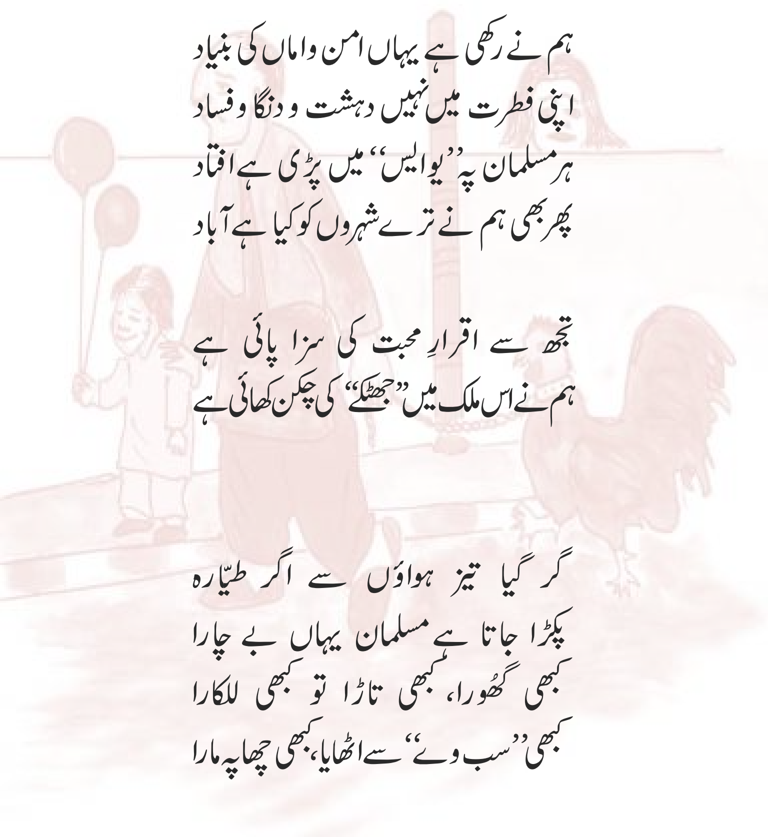

ہم نے رکھی ہے یہاں امن واماں کی بنیاد
اپنی فطرت میں نہیں دہشت و دنگا و فساد
ہر مسلمان پہ ''یوایس'' میں پڑی ہے افتاد
پھر بھی ہم نے ترے شہروں کو کیا ہے آباد

تجھ سے اقرارِ محبت کی سزا پائی ہے
ہم نے اس ملک میں ''جھٹکے'' کی چکن کھائی ہے

گر گیا تیز ہواؤں سے اگر طیّارہ
پکڑا جاتا ہے مسلمان یہاں بے چارا
کبھی گھُورا، کبھی تاڑا تو کبھی للکارا
کبھی ''سب وے'' سے اٹھایا، کبھی چھاپہ مارا

تو نے یہ کہہ کے جہازوں کو کراچی بھیجا
یہ بھی شکلاً ہے مسلمان، اسے بھی لے جا

ہم مسلمان ہیں، دہشت کے روادار نہیں
کسی خطے کے بھی انسان سے بیزار نہیں
قتل اور خوں کی سیاست کے طرف دار نہیں
دافعِ جنگ فقط پھول ہیں، تلوار نہیں

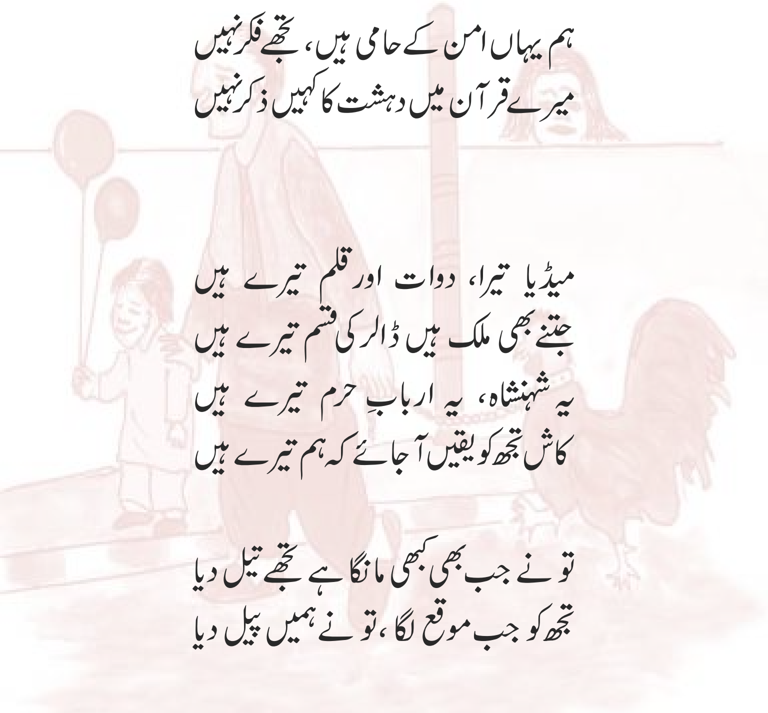

ہم یہاں امن کے حامی ہیں، تجھے فکر نہیں
میرے قرآن میں دہشت کا کہیں ذکر نہیں

میڈیا تیرا، دوات اور قلم تیرے ہیں
جتنے بھی ملک ہیں ڈالر کی قسم تیرے ہیں
یہ شہنشاہ، یہ اربابِ حرم تیرے ہیں
کاش تجھ کو یقیں آجائے کہ ہم تیرے ہیں

تو نے جب بھی کبھی مانگا ہے تجھے تیل دیا
تجھ کو جب موقع لگا، تو نے ہمیں پیل دیا

حالتِ جنگ میں ہم لوگ ترے ساتھ رہے
تا کہ دنیا کی قیادت میں تری بات رہے
اور مسلمان ہی محرومِ عنایات رہے
کچھ تو ''ڈی پورٹ'' ہوئے، نذرِ حوالات رہے

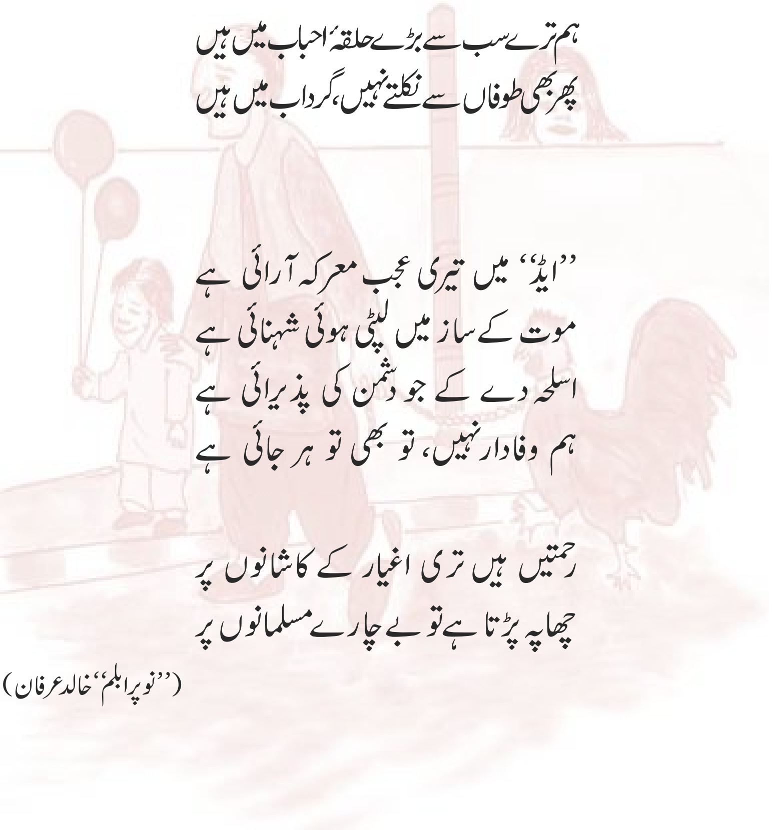

ہم ترے سب سے بڑے حلقۂ احباب میں ہیں
پھر بھی طوفاں سے نکلتے نہیں، گرداب میں ہیں

''ایڈ'' میں تیری عجب معرکہ آرائی ہے
موت کے ساز میں لپٹی ہوئی شہنائی ہے
اسلحہ دے کے جو دشمن کی پذیرائی ہے
ہم وفادار نہیں، تو بھی تو ہر جائی ہے

رحمتیں ہیں تری اغیار کے کاشانوں پر
چھاپہ پڑتا ہے تو بے چارے مسلمانوں پر

(''نوپرابلم'' خالد عرفان)

دلاور فگار

شاعر کا کے ڈی اے سے شکوہ

(علامہ اقبال کے شکوے کی ایک آزاد پیروڈی)

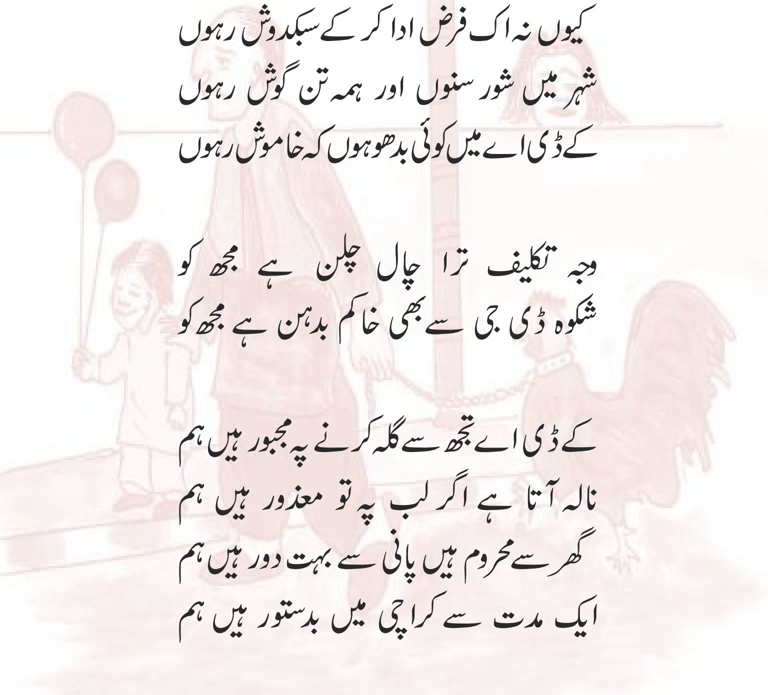

کیوں گنہگار بنوں، فرض فراموش رہوں
کیوں نہ اک فرض ادا کر کے سبکدوش رہوں
شہر میں شور سنوں اور ہمہ تن گوش رہوں
کے ڈی اے میں کوئی بدھو ہوں کہ خاموش رہوں

وجہ تکلیف ترا چال چلن ہے مجھ کو
شکوہ ڈی جی سے بھی خاکم بدہن ہے مجھ کو

کے ڈی اے تجھ سے گلہ کرنے پہ مجبور ہیں ہم
نالہ آتا ہے اگر لب پہ تو معذور ہیں ہم
گھر سے محروم ہیں پانی سے بہت دور ہیں ہم
ایک مدت سے کراچی میں بدستور ہیں ہم

کے ڈی اے شکوۂ ارباب وفا بھی سن لے
خوگر مدح سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے

کے ڈی اے تجھ کو یہ لازم ہے کہ دے اس کا جواب
کیوں مسلمانوں کو ملتا نہیں اک قطرہ آب

تیری قدرت تو وہ ہے جس کی نہ حد ہے نہ حساب
تو جو چاہے تو اگے سندھ میں فصل پنجاب

مستقل نزلہ ہے ، بیماری ہے ، بیکاری ہے
کیا ترے شہر میں رہنے کا عوض خواری ہے

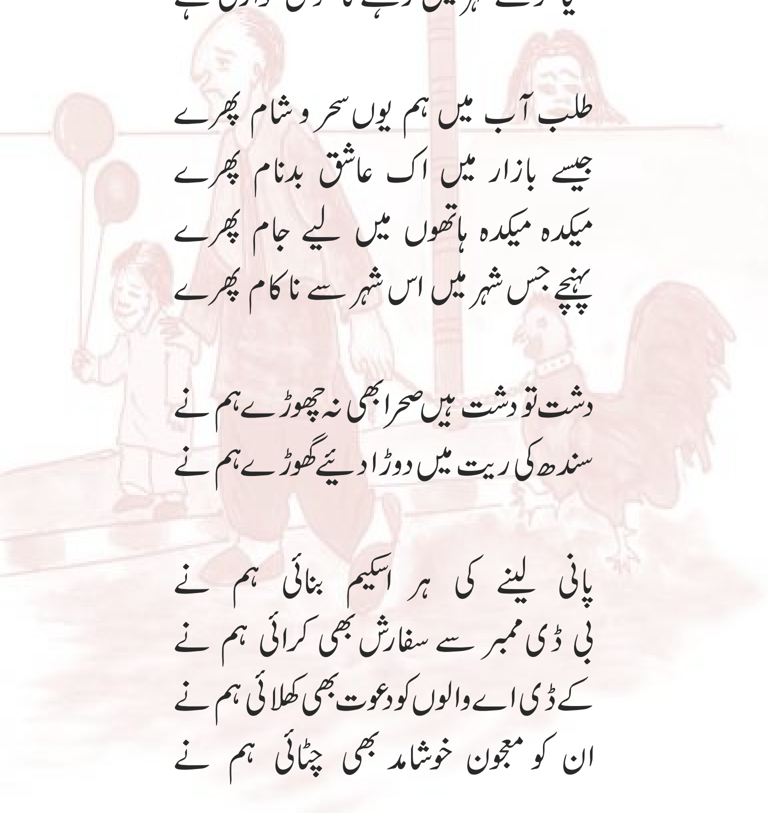

طلب آب میں ہم یوں سحر و شام پھرے
جیسے بازار میں اک عاشق بدنام پھرے
میکدہ میکدہ ہاتھوں میں لیے جام پھرے
پہنچے جس شہر میں اس شہر سے ناکام پھرے

دشت تو دشت ہیں صحرا بھی نہ چھوڑے ہم نے
سندھ کی ریت میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

پانی لینے کی ہر اسکیم بنائی ہم نے
بی ڈی ممبر سے سفارش بھی کرائی ہم نے
کے ڈی اے والوں کو دعوت بھی کھلائی ہم نے
ان کو معجون خوشامد بھی چٹائی ہم نے

پھر بھی افسوس میسر ہمیں پانی نہ ہوا
ہم نے چاہا تھا یہ ہو جائے سو وہ بھی نہ ہوا

وجہ تکلیف یہ کیوں کہیے فقط پانی ہے
روڈ بھی تنگ ہیں یہ اور پریشانی ہے
یہ سر راہ گڑھوں کی جو فراوانی ہے
مرنے والوں کے لیے دفن کی آسانی ہے

کیوں نہ ان سڑکوں پہ چلتے ہوئے انساں بھڑکیں
عدم آباد کو جاتی ہیں تمہاری سڑکیں

کنٹرول ایک دکھاوا ہے بہانے کے لیے
انسپکٹر جو بنائے ہیں دکھانے کے لیے
وہ ہیں مامور مکانوں کو گرانے کے لیے
خوب ترکیب نکالی ہے ستانے کے لیے

کے ڈی اے والو تمہارا یہ ادارہ ہے عجیب
نام تعمیر ہے اور کام تمہارا تخریب

کے ڈی اے تو نہ مسلماں ہے نہ اسلام نواز
مسجدوں پر بھی ترا دست نوازش ہے دراز
مسجدیں کم ہیں کہاں خم ہوں سر اہل نیاز
ہم تو جھگی ہی میں پڑھ لیتے ہیں مغرب کی نماز

کے ڈی اے تو بھی مسلمان اگر ہو جائے
تیرا دفتر جو ہے اللہ کا گھر ہو جائے

ہم وہاں ہیں کہ جہاں اومنی بس ہے نہ ہے ریل
نہ کوئی پارک نہ اسپاٹ جہاں ہو کچھ کھیل
اس علاقے سے تو اچھی ہے اسی شہر کی جیل
کیسی اسکیم بنائی تھی کہ جو ہو گئی فیل

اونٹ ہے اور نہ گدھا ہے نہ یہاں گھوڑا ہے
تم نے یہ کون سے گلشن میں ہمیں چھوڑا ہے

ہم سے پہلے تھا عجب تیرے سٹی کا منظر
نہ کہیں نارتھ کراچی تھا نہ پاپوش نگر
ایک ویرانی سی ویرانی تھی تا حد نظر
مانتا پھر کوئی اس شہر حسیں کو کیونکر

تجھ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام ترا
قوت بازوئے ہاشم نے کیا کام ترا

ہم کبھی گلیوں کے تاریک اجالوں میں رہے
کبھی فٹ پاتھ پہ سوئے کبھی نالوں میں رہے

کبھی جنگل کی طرف بھاگے غزالوں میں رہے
کبھی محتاج بنے مانگنے والوں میں رہے

ہم سے پوچھو کہ ہیں کس درجہ خماریں راتیں
ہم نے سیمنٹ کے پائپ میں گزاریں راتیں

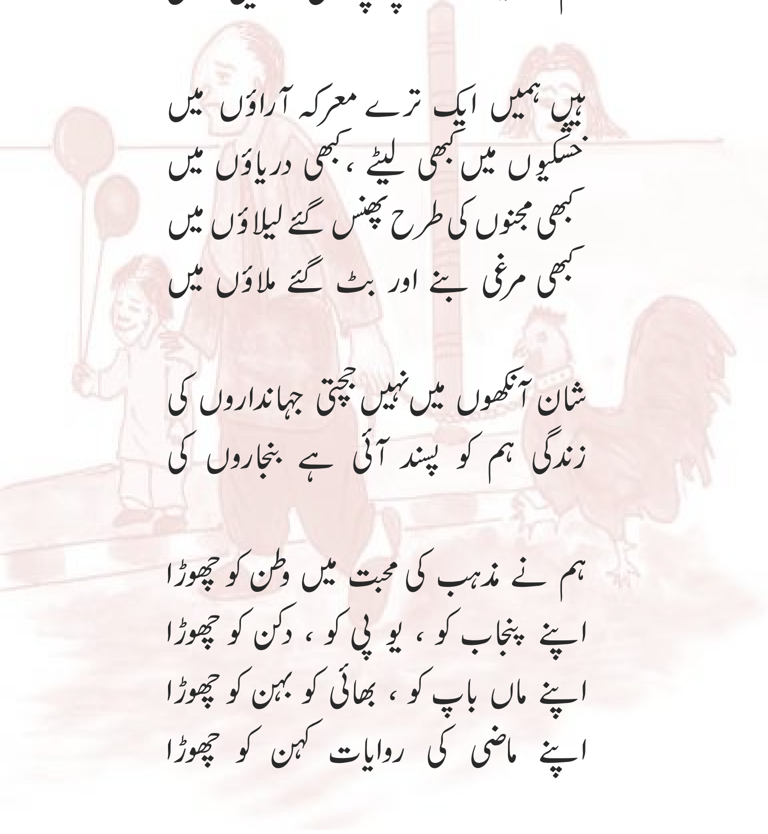

ہیں ہمیں ایک ترے معرکہ آراؤں میں
خسکیوں میں کبھی لیٹے، کبھی دریاؤں میں
کبھی مجنوں کی طرح پھنس گئے لیلاؤں میں
کبھی مرغی بنے اور بٹ گئے ملاؤں میں

شان آنکھوں میں نہیں جچتی جہانداروں کی
زندگی ہم کو پسند آئی ہے بنجاروں کی

ہم نے مذہب کی محبت میں وطن کو چھوڑا
اپنے پنجاب کو، یو پی کو، دکن کو چھوڑا
اپنے ماں باپ کو، بھائی کو بہن کو چھوڑا
اپنے ماضی کی روایات کہن کو چھوڑا

خندہ زن لوگ ہیں احساس تجھے ہے کہ نہیں
اپنی ڈیوٹیز کا کچھ پاس تجھے ہے کہ نہیں

(''کلیاتِ دلاور فگار'')

سید محمد جعفری

وزیروں کی نماز

(جب خواجہ ناظم الدین وزیراعظم تھے، تو عیدالاضحیٰ کے موقع پر کراچی پولوگراؤنڈ میں نماز کا اہتمام کیا گیا تھا۔ صفِ اول میں وزراء کے مصلّے محفوظ (ریزرو) تھے۔ اسی نماز کے دوران کسی نے خواجہ صاحب کے محافظوں کی جیب بھی چُرا لی تھی)

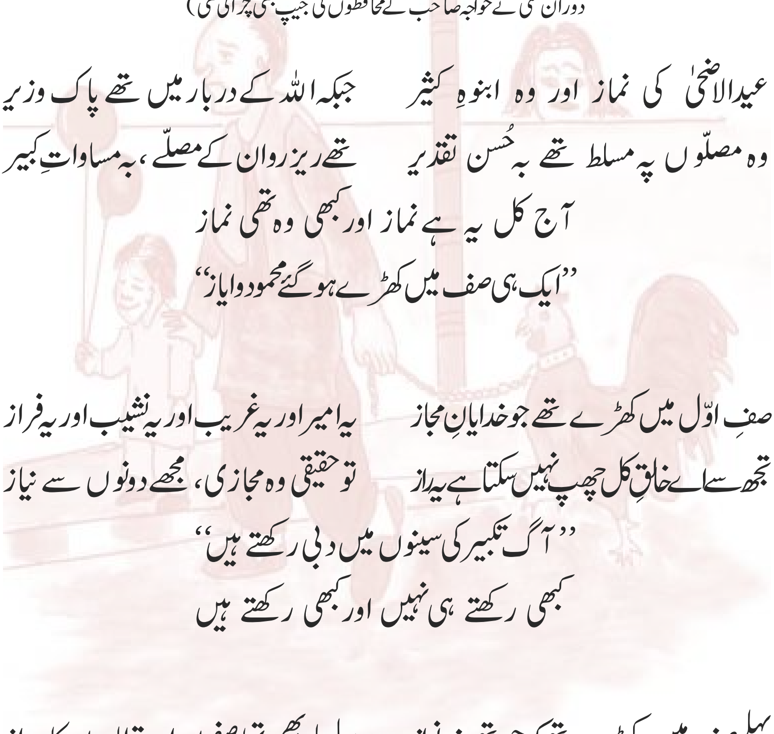

عیدالاضحیٰ کی نماز اور وہ انبوہِ کثیر جبکہ اللہ کے دربار میں تھے پاک وزیر
وہ مصلّوں پہ مسلط تھے بہ حُسن تقدیر تھے ریزرواں کے مصلّے، بہ مساواتِ کبیر
آج کل یہ ہے نماز اور کبھی وہ تھی نماز
''ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز''

صفِ اوّل میں کھڑے تھے جو خدایانِ مجاز یہ امیر اور یہ غریب اور یہ نشیب اور یہ فراز
تجھ سے اے خالقِ کل چھپ نہیں سکتا ہے یہ راز تو حقیقی وہ مجازی، مجھے دونوں سے نیاز
''آگ تکبیر کی سینوں میں دبی رکھتے ہیں''
کبھی رکھتے ہی نہیں اور کبھی رکھتے ہیں

پہلی صف میں وہ کھڑے تھے کہ جو تھے بندہ نواز سلسلہ بھی تھا صفوں اور قطاروں کا دراز
قربِ حکام کے جویا تھے بہم جنگ طراز آ گیا عین لڑائی میں مگر وقتِ نماز
ایسی گڑبڑ ہوئی برپا کہ سبھی ایک ہوئے
''بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے''

نیشنل گارڈز بڑھے معرکہ آراؤں میں — جا کے نادانوں میں لڑتے کبھی داناؤں میں
ایک شاعر بھی چلے آئے تھے شیداؤں میں — جیسے اِک رند خرابات ہو مُلّاؤں میں
آ کے بیٹھے بھی نہ تھے وہ کہ نکالے بھی گئے
جیب کتری گئی اُن کی یہ صلہ لے بھی گئے

عطر میں ریشمی رُومال بسایا ہم نے — ساتھ لائے تھے مصلّےٰ وہ بچھایا ہم نے
دُور سے چہرہ وزیروں کو دکھایا ہم نے — ہر بڑے شخص کو سینے سے لگایا ہم نے
"پھر بھی ہم سے یہ گلہ ہے کہ وفادار نہیں"
کون کہتا ہے ہم لائقِ دربار نہیں

ذکر خطبے میں وزیروں کا جو پایا ہم نے — آسمانوں کو زمینوں سے ملایا ہم نے
کعبۂ دل کو صنم خانہ بنایا ہم نے — نقشِ توحید جبینوں سے مٹایا ہم نے
"خوگرِ پیکرِ محسوس ہے انساں کی نظر"
مان لیتا کوئی اَن دیکھے خدا کو کیونکر

لوگ مصروف تھے باتوں میں تو خطبے میں امام — اور مشکل تھا وزیروں پہ قیام اور خرام
توڑ کر اپنی صفوں اور قطاروں کا نظام — مضطرب ہاتھ ملانے کے لیے تھے جو عوام
سازِ خاموش تھے فریاد سے معمور وزیر
قصّۂ درد سنانے سے تھے مجبور وزیر

مولوی لوگ بھی تھے ان میں گنہگار بھی تھے عجز والے بھی تھے مست مئے پندار بھی تھے
افسر آئے تھے کلرک آئے تھے تجّار بھی تھے سینکڑوں تھے کہ وزیران کے نمک خوار بھی تھے
پھر بھی جوتی نہ چُرائی کسی مِل والے نے
صِرف اِک جیب اڑائی کسی دِل والے نے

ذکر مُلّا نے کیا رُوح کی بیماری کا دخل تھا اس میں بھی دُنبوں کی خریداری کا
امتحاں تھا مرے ایثار کا خود داری کا لب پہ شکوہ تھا مرے قوم کی بیداری کا
کچھ جو سمجھا مرے شکوے کو تو رضواں سمجھا
مجھ کو قربانی کے دُنبوں کا غزل خواں سمجھا

(''شوخیءِ تحریر'' سید محمد جعفری)

فہرست کتب مزاحیہ شاعری

نمبر شمار	نام کتاب	نام شاعر	سالِ اشاعت	پبلشر
1۔	حُسنِ تبسّم	نجمہ خان	2009ء	بزمِ اکبر اسلام آباد
2۔	نو پرابلم	خالد عرفان	2008ء	راوی ٹیلی وژن، نیویارک
3۔	یہ وسائل تبسّم	شوکت جمال	2008ء	ویلکم بک پورٹ، کراچی
4۔	مزاح گوئیاں	فضل الٰہی بہار	2009ء	ایس ٹی پرنٹرز، راولپنڈی
5۔	بزم جاناں	فرزانہ جاناں	2009ء	ضیا پبلی کیشنز، اسلام آباد
6۔	ترا ہنسنا قیامت ہے	اسد جعفری	2005ء	ماورا پبلشرز، لاہور
7۔	کلیاتِ اسد ملتانی	اسد ملتانی	2004ء	سرائیکی ریسرچ سنٹر، ملتان
8۔	باس اور بیگم	بریگیڈیئر (ر) ہادی	2008ء	منزل پبلی کیشنز، اسلام آباد
9۔	کیا ارادہ ہے؟	خاور نقوی	س ن	عکاس پبلی کیشنز، اسلام آباد
10۔	چھیڑ خوباں سے	عزیز جبران انصاری	2008ء	جبران اشاعت گھر، کراچی
11۔	باقی تو سب کچھ ٹھیک ہے	لیاقت علی لیاقت	2006ء	الطاف ایجوکیشنل پبلشرز، لاہور
12۔	لے جا سخیا	محمد ادریس قریشی	2007ء	مطبوعات ادریس، منڈی بہاء الدین
13۔	منکر نکیر	سیّد، معین اختر نقوی	2008ء	الحمد پبلی کیشنز، لاہور
14۔	سنگ وخشت	احمق پھپھوندوی	1942ء	کتاب خانہ دانش محل، دہلی
15۔	بانگ دہل	استاد امام دین گجراتی	1987ء	آئینہ ادب انارکلی، لاہور
16۔	ضرب ضرافت	امیر الاسلام ہاشمی	2000ء	فضلی سنز، ٹمپل روڈ، اردو بازار، کراچی
17۔	قطعہ کلامی	انور مسعود	1986ء	عاقب پبلشرز، I/9-403، اسلام آباد
18۔	کشت زعفران	آزر عسکری	1976ء	نیشنل بک فاؤنڈیشن، مظفر آباد
19۔	خندۂ گل	بلبل کاشمیری	1987ء	مکتبہ نیرنگ خیال، کالج روڈ، راولپنڈی
20۔	بس ایک تبسّم کے لئے	ڈاکٹر جعفر رضوی	2000ء	الحمد پبلی کیشنز، رانا چیمبرز، لاہور
21۔	آہ سے واہ تک	جی ایم نغمی	1986ء	لبرٹی ہاؤس، نور گل، بھوپال،
22۔	کلیات دلاور فگار	دلاور فگار	س ن	فرید پبلشرز، کراچی
23۔	دیوانِ خاص	ڈاکٹر انعام الحق جاوید	2008ء	دوست پبلی کیشنز، اسلام آباد
24۔	دوا بیچتے ہیں	ڈاکٹر مظہر عباس رضوی	2003ء	جاوداں پبلی کیشنز، اسلام آباد
25۔	اندازِ بیاں اور	راجہ مہدی علی خان	1967ء	آئینہ ادب، لاہور
26۔	نمی دانم	رشید عبدالسمیع جلیل	1988ء	زندہ دلان حیدر آباد (آباد)

27۔	نام بہ نام	رضا واہی نقوی	1974ء	پی کے پبلی کیشنز، دریا گنج، دہلی
28۔	قطعات رئیس امروہوی	رئیس امروہوی	1984ء	رئیس اکیڈمی، کراچی
29۔	پسِ روشنی	ساغر خیامی	1996ء	167، غالب اپارٹمنٹ، یتیم پورہ، دہلی
30۔	ہیرا پھیری	سرفراز شاہد	1990ء	بزمِ اکبر اسلام آباد
31۔	کیوڑے کا بن	سلیمان خطیب	1987ء	حسامی بک ڈپو، حیدر آباد (انڈیا)
32۔	وبائے ظرافت	سیّد جواد حسن جواد	2000ء	فکشن ہاؤس، 18 مزنگ روڈ، لاہور
33۔	مافی الضمیر	سید ضمیر جعفری	1985ء	ادارہ علم و فن پاکستان، پشاور
34۔	شوخیِ تحریر	سید محمد جعفری	1993ء	سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور
35۔	ہزل در غزل	سیّد فہیم الدین	2002ء	دُعا پبلی کیشنز، 25 سی لوئر مال، لاہور
36۔	ساز ظرافت	شہباز امروہی	1994ء	شہباز اکیڈمی، امپیریل ہوٹل بلڈنگ، کراچی
37۔	ضیا پاشیاں	ضیاء الحق قاسمی	1991ء	ویلکم بک پورٹ لمیٹڈ، کراچی
38۔	نشاط تماشہ	ظریف جبلپوری	1989ء	سے پبلشنگ (پرائیویٹ) لمیٹڈ، کراچی
39۔	پاپڑ کرارے	عبیر ابوزری	1999ء	الحمد پبلی کیشنز، لاہور
40۔	عنایات	عنایت علی خان	1992ء	یادگار پبلشرز، چوٹکی گھٹی، حیدر آباد
41۔	گل خنداں	کشن لال خنداں دہلوی	1986ء	2776۔ پیپل مہادیو حوض قاضی، دہلی
42۔	اندیشہ شہر	مرزا محمود سرحدی	1970ء	آئینہء ادب، لاہور
43۔	عطر فتنہ	مسٹر دہلوی	1973ء	مشتاق احمد چاندنا، کراچی
44۔	مجذوب کی بڑ	مجذوب چشتی	1998ء	ولایت سنز، ایبٹ روڈ، لاہور
45۔	نمکدان	مجید لاہوری	1990ء	جنگ پبلشرز، 13 سر آغا خان روڈ، لاہور
46۔	بہ فرضِ محال	مسٹر خواہ مخواہ	1992ء	قلم پبلیکیشنز، بمبئی
47۔	واہ رے شیخ نذیر	نذیر احمد شیخ	2001ء	دوست پبلی کیشنز، اسلام آباد
48۔	لائن کٹ گئی	نسیم سحر	2003ء	روداد پبلی کیشنز، اسلام آباد
49۔	کف گیر	نظر برنی	1985ء	ادبی سنگم جامعہ نگر نئی دہلی
50۔	بے باکیاں	نیاز سواتی	1993ء	سرحد اکیڈمی، ایبٹ آباد
51۔	کہہ دوں	بلال رضوی	1985ء	مجلسِ اشاعت قرآن، مٹیا محل، دہلی

ادارہ ادبی پروار کے زیر اہتمام

(روداد پبلی کیشنز کی چند اہم کتابیں)

نمبر شمار	کتاب کا نام	شاعر/مصنف کا نام	سن اشاعت
-1	مُصحفِ عشق (شاعری)	احمد نوید	2001ء
-2	کلیات انجم رومانی (شاعری)	مرتبہ: یاسمین انجم جاوید	2001ء
-3	خزاں دریدہ بدن (شاعری)	صابر رضا	2001ء
-4	ذرا دیر ٹھہر جا (شاعری)	ندیم آذر	2003ء
-5	تمہارے لیے (شاعری)	صابر رضا	2003ء
-6	لائن کٹ گئی (مزاحیہ شاعری)	نسیم سحر	2003ء
-7	لوبان (شاعری)	افضال فردوس	2003ء
-8	چاچے کی پٹاری (مزاحیہ شاعری)	چاچا غلام رسول	2003ء
-9	اک تنہارات جدائی کی (شاعری)	نغمانہ کنول شیخ	2004ء
-10	کلیات یوسف ظفر (شاعری)	مرتبہ: ڈاکٹر تصدق حسین راجا	2005ء
-11	شام میری دلہن بنتی ہے (شاعری)	ریحانہ ستار رباب	2005ء
-12	زندگی بھر کا نشہ (شاعری)	نغمانہ کنول شیخ	2006ء
-13	خاباں دی مٹیار (پنجابی شاعری)	بریگیڈیئر صفدر علی شاہ	2006ء
-14	دردوراثت (پنجابی شاعری)	صابر رضا	2006ء
-15	شام سے ذرا پہلے (شاعری)	نغمانہ کنول شیخ	2007ء
-16	عشق سمندر ہجر کنارہ (شاعری)	نوید محمود اسد	2007ء
-17	گلدستہ (شاعری)	صلاح الدین ناصر	2007ء
-18	اُلفت کا اظہار (شاعری)	صلاح الدین ناصر	2009ء
-19	Ist Edi 1994 2nd Edi 2007	Learn 4 International Languages *(English, French, Arabic, Urdu)* By: Gul Hameed Beegun	
-19	نادرونایاب اشعار	مؤلف: ڈاکٹر آصف ریاضِ قدیر	2009ء

Selected Humorous Poetry

Compiled by
Dr. Asaf Riyaz-i- Qadeer
Houston-Texas - United States of America

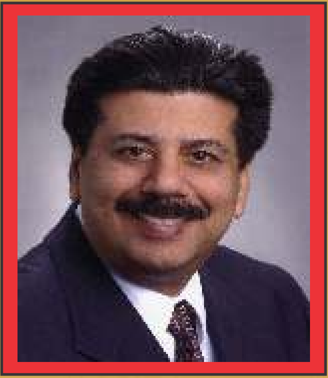

ڈاکٹرا م الحق جاو یہ

ڈاکٹر آصف ر یضِ قد یہ اس سے قبل ’’در و نیب‘‘ اشعار کے نام سے نامور شعرا کے ضرب المثل اشعار کے انتخاب پر کتاب شائع کر کے ہر خاص و عام سے داد سمیٹ چکے ہیں اور اب انھوں نے مزاح نگاروں یعنی ہمارے چھابے میں آ ہاتھ مارا ہے یہ ہاتھ انھوں نے بہت سوچ سمجھ کر مارا ہے کیو ٹینشن اور ڈ کے اس دور میں طنز و مزاح کی اہمیت جس قدر بڑھ چکی ہے اس سے ہم . آ گاہ ہیں۔اس کتاب میں شامل کلام کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صا . نے نہ صرف مزاحیہ شعرا کا دقتِ سے مطالعہ کیا ہے بلکہ شاعری کے انتخاب میں بڑے معیار کو بھی مدِّ رکھا ہے اور کلاسیکل دور سے لے کر عہد حاضرتک کے شعرا کے صرف ایسے کلام کو چُنا ہے جو بلا شبہ منتخب کہلانے کا حق دار ہے۔

انور مسعود

اس دورِ پُرآشوب میں ہو ں ہنسی سُوکھ چکی ہے۔ اتنی گھمبیر گھٹن میں مزاح کی آکسیجن شدّت سے درکار ہے۔ ڈاکٹر آصف ر یضِ قد یہ نے مزاحیہ شعرا کے کلام کے اس انتخاب سے وقت کی اس اہم ضرورت کو پورا کرنے کا بطریقِ احسن اہتمام کیا ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ قار اس سے بھرپور طور پر لطف اندوز ہونگے۔ میں اس کتاب کی اشا ت پر کتاب کے مرتّب جناب ڈاکٹر آصف ر یضِ قد یہ کو تہِ دل سے مبارک دیتا ہوں۔

ISB No. 978-969-8943-23-3